مضامینِ شرر

یعنی

مولانا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی

مدظلہ العالی

کے تمام شاعرانہ و عاشقانہ، محققانہ و فلسفیانہ، تاریخی و جغرافی، علمی و ادبی مضامین، دنیا کے مشہور اکابر اور نامور خاتونوں کے سوانح عمری اور کل متفرق تحریریں جن کی فاضل محقق موصوف نے از سرِ نو نظرِ ثانی فرمائی ہے

جنھیں

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مزنگ لاہور نے چھپوایا

اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا

ناموَر خاتونوں کی

سوانحِ عُمری

جن کی فاضل و محقق مصنف نے از سرِ نو نظرِ ثانی فرمائی ہے

جنہیں

سید مبارک علی شاہ گیلانی مولوی فاضل مزنگ لاہور

نے

مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوایا

ملنے کا پتہ ـ ایس عبدالرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

بار اول ۱۰۰۰

قیمت

مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند پرنٹر چھپے

فہرست مضامین شرر

جلد سوم

سیر نسواں - حصہ اول

دیگر مصنفین کی کتابیں ملنے کا پتہ

ایس عبد الرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

فہرست مطبوعات ایس عبدالرشید اینڈ برادرز

(تاجران کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

تصنیفات خان احمد حسین خان

صاحب چیف ایڈیٹر شباب اردو لاہور

سیرۃ احمدی } حضور سرور عالم کے حالات ہیں یہ کتاب علامہ شبلی کی سیرت کے بعد مانی گئی ہے۔ قیمت قسم اعلےٰ (تین روپے) قیمت قسم دوم دو روپے .. .. (عہ)

حسرت قیمت ...	عہ	گیتی آرا قیمت	۱۲ر
شمع سحر	۱۲ر	گلبدن	۱۲ر
سرخ حرف	۱۲ر	مکافات عمل	۱۲ر
اسرار امرت سر	۹ر	ابلیس و جمیلہ ...	۱۲ر
پری بانو	۱۲ر	واہ قیمت	عہ
وہ عورت جس نے کہہ کے دکھایا قیمت			۱۲ر
نظیر بیگم قیمت ...	عہ	سوز قیمت ...	عہ
آپ بیتی	۱۲ر	آہ	عہ
نازنین مہ جبین ...	۹ر	آئینہ روزگار ...	عہ
پارۂ دل	۱۲ر	درد	عہ
کوہ شملہ	۸ر	سادھو کی کرتوت	۸ر

مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی کے

وہ مضامین جو دلچسپ دلکش اور بے نظیر ہیں

مضامین شرر یعنی عاشقانہ و شاعرانہ حصہ اول (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ) حصہ سوم قیمت ... (عہ)
تاریخی و جغرافی مضامین حصہ اول قیمت ... (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ) حصہ سوم قیمت . (عہ)
سیر رجال مشہور اکابر کے حالات قیمت (عہ)
نامور خاتونوں کے سوانح عمری قیمت حصہ اول ایک روپیہ دس آنے (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ)
جلد دلگداز ۱۸۸۷ء قیمت صرف ..... (عہ)
جلد دلگداز ۱۸۸۹ء قیمت صرف ... (عہ)

تصنیفات مہاشہ سدرشن صاحب

صبح وطن قیمت	عہ	بنگال بیتی حصہ اول	عہ
بے گناہ مجرم ...	عہ	״ ״ حصہ دوم	۱۲ر
عورت کی محبت	عہ	من کی موج	۱۲ر
وجے سنگھہ ...	عہ	سدا بہار کے پھول	۱۲ر

نہایت عجیب و غریب مفرق لاثانی قابل دید نادر کتابیں

مختصر تاریخ اسلامی } مسلمان لڑکوں خاصکر لڑکیوں کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی اسلامی تاریخ کا بنیادی پتھر قیمت حصہ اول (۸ر) حصہ دوم ۹ر حصہ سوم ۱۰ر حصہ چہارم (عہ) *

سیرۃ النعمان } مصنفہ علامہ شبلی نعمانی رح مرحوم جیسی یہ کتاب علامہ مرحوم نے اعلےٰ درجہ کی تصنیف فرمائی ہے اور کروڑوں حنفی مذہب مسلمانوں کو امام اعظم اور اُن کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے حالات اور مسائل سے آگاہ کیا ہے۔ ویسی نہ رہی تھی کیونکہ مختلف مطابع نے چھاپ کر ایسی ردی کر دی تھی کہ دیکھ کر دماغ پریشان ہوتا تھا۔ ہم نے اس کی نہایت عرقریزی سے صحت کی اور اس پر حاشیہ بھی تحریر کئے۔ اور دو قسم کے کاغذ پر چھپوائی۔ قسم اول دو روپے (عہ) قسم دوم ... . (عہ)

بیاض آزاد } مشاہیر شعرائے ہند کے کلام کا انتخاب لاجواب (مسلم آزاد مرحوم کا کیا ہوا) نہایت خوشخط شعر تر چھے لکھے ہوئے جلی قلم معلوم ہوتا ہے کہ شنگرف سے لکھی ہوئی۔ کتاب سامنے رکھی ہے۔ مولانا کا فوٹو بھی شامل ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ .... (عہ)

مستقبل اسلام ..	عہ	تصویر عبرت	۱۲ر
اسپیفو یا مہدی ...	۶ر	ذکر فتح اندلس ...	۱۲ر
حسنیہ	۶ر	یوسف پاشا ...	عہ

سمرنا کا چاند } مصنفہ مصور غم مولانا راشد الخیری دہلوی۔ اس کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ پہلی بار چھپتے ہی اتنی جلد ختم ہوئی۔ کہ چھ ماہ کے اندر اندر دوسری مرتبہ طبع کرانے کی دقت اٹھانی پڑی۔ اب پھر تھوڑی سی جلدیں ہیں جلد طلب فرمایئے قیمت ...... (عہ)

ملنے کا پتہ:۔ ایس۔ عبدالرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

مضامینِ شرر جلد سوم

سیرِ نسوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لیلائے اُخیلیہ

ایک نامی گرامی شہسوار عرب عبداللہ بن الرحال کی بیٹی اور دورِ اوّلینِ اسلام کی ایک نہایت ہی پُراثر اور نازک خیال شاعرہ گذری ہے۔ جو مشہور و مستند شاعرِ عرب توبہ بن حمیر کی پاکدامن و حور خصال معشوقہ تھی۔ مذکورہ لیلیٰ کے اجداد مین معویہ نام ایک شخص گذرے تھے جو گھوڑون کے ایسے شوقین اور اس پایے کے سوار تھے کہ "اخیل" (بڑے گھوڑے باز) مشہور ہو گئے۔ اُن کا یہ لقب اُن کی نسل مین چلا۔ اور آخر لیلیٰ اُس کی وارث ہوئی۔ اور "لیلائے اُخیلیہ" کہلانے لگی۔

ابتدائی حالات مین سوا اس کے کہ جناب معاویہ کے زمانے مین اُس کا نشو و نما ہوا ہمین اور کچھ نہین معلوم ہے۔ توبہ بن حمیر جس وقت اُس کے رخِ زیبا پہ عاشق ہوا ہے اُس وقت تک اس نازنین عرب کے اشعار کو کوئی شہرت نہین حاصل ہوئی تھی۔ بلکہ شک ہے کہ اُس زمانے مین وہ شعر کہتی بھی تھی یا نہین۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ توبۂ مذکور کے عشق ہی نے لیلیٰ کو شاعرہ بنایا۔ افسوس یہ بھی نہین معلوم کہ اس عشق کی ابتدا کیونکر ہوئی۔ مگر ہان اُس کے

حالات کے راوی اتنا کہتے ہین کہ توبہ نے اُس کے جمال جہان آرا پر فریفتہ ہونے کے بعد اُس کے باپ کو پیام شادی دیا - عرب لوگون مین رواج تھا کہ لڑکی پر جو کوئی عشق ظاہر کرے اُس کے ساتھ اُس کی شادی ہرگز نہ کرتے تھے - اس رسم نے بہت سے عشاق کو اپنی معشوقۂ نازنین کے فراق مین زندگی بھر تڑپایا ہے - چنانچہ مجنون عامری بھی اسی کی بدولت اپنی معشوقہ لیلاے عامریہ کے وصال سے محروم رہا تھا - توبہ نے جیسے ہی شادی کی خواہش ظاہر کی لیلاے اخیلیہ کے باپ نے قبیلۂ ادرع کے ایک نوجوان کے ساتھ اُس کا عقد کر دیا - اور اب توبہ بن حمیر کا سوا اس کے کہ شب و روز معشوقۂ نازآفرین کے فراق مین تڑپے اور کچھ زور نہ چل سکتا تھا - مگر تاہم اپنے دل کے ہاتھون مجبور و بیتاب ہو کے لیلا کے دیکھنے کو جاتا - اور لیلا کے دل مین اُس کے سچے عشق نے کچھ ایسا لگاؤ پیدا کر دیا تھا کہ وہ بھی اُس سے آکے ضرور مل جاتی - جب یہ حال کھلا تو قبیلے والے بہت ہی بگڑے - دل ازدست دادہ لڑکی کو ڈانٹا ڈپٹا - اور جب اس پر بھی اُن دونون عاشق و معشوق کا ملنا نہ موقوف ہوا تو سلطنت سے فریادی ہوے - اور جناب معاویہ کے سامنے آکے شکایت کی - یہان سے حکم دیا گیا کہ "توبہ اب کبھی لیلیٰ سے نہ ملے - اور اگر اس حکم کے بعد بھی اپنی حرکتون سے باز نہ آئے تو لیلیٰ کے قبیلے والون کو اختیار ہے کہ جب موقع ہاتھ آئے اور اُسے جہان پائین قتل کر ڈالین "

اس حکم سے قبیلے والے جب خوش خوش گھر مین آئے تو لیلیٰ کو فکر ہوئی - اور خاصۃً اس وجہ سے کہ توبہ بن حمیر کو ابھی تک یہ حکم خلافت نہین معلوم تھا - اب یہ لوگ اُس کی تاک مین تھے - اور لیلیٰ نے یہ کیا کہ جس روز اُسے معلوم تھا کہ توبہ آج مجھ سے ملنے کو آئے گا کوئی بہانہ کر کے اپنے قبیلے کی فرودگاہ سے باہر گئی - اور سر راہ اس وضع سے کھڑی ہو گئی کہ بخلاف پیشتر کے چہرے پر نقاب نہ تھی - توبہ آیا اور لیلیٰ کو دور ہی سے اس وضع مین دیکھ کے کہ اپنی عادت کے خلاف آج منہ کھولے ہوے ہے اُلٹے پاؤن واپس چلا گیا - پھر جب اس وادان کے مقام مین پہونچ لیا تو لیلیٰ کے عشق مین ایک قصیدہ کہا جس کا

ایک شعر یہ تھا۔

وکنت اذا ما جئت لیلیٰ تبرقعت فقد رابنی منہا الغداۃ سفورہا[1]

اس طرح خود لیلیٰ نے اُس کی جان بچا دی۔ ورنہ اگر وہ اس حد سے ذرا بھی آگے بڑھتا تو معشوقۂ نازنین کے اعزا و اقارب بلا تامل پکڑ کے قتل کر ڈالتے۔

اب لیلائے اخیلیہ اور توبہ بن حمیر کا ملنا اور ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اُٹھانا موقوف ہو گیا۔ توبہ تو اپنے جوش جنون کو شاعری اور شاعرانہ جوش عشق کے ذریعے سے بہلایا کرتا۔ مگر لیلیٰ یہاں سخت آفت اور مصیبت مین مبتلا تھی۔ اول تو توبہ کے تعلقات کی وجہ سے اُس پر بدگمانی تھی ہی اُس پر یہ قیامت ہوئی کہ بنی ادلع مین سے جو شوہر ملا وہ فطرۃً نہایت ہی بدگمان تھا۔ اور بات بات پر اُسے بے عصمتی اور آوارگی کا الزام دیتا۔

عرب کا معمول ہے کہ قبائل عرب کھلے میدانون اور وادیون مین اپنے خیمے ڈال کے رہا کرتے ہین۔ اور مسافر اور سیاح دن دن بھر کی بلکہ بعض اوقات چار چار پانچ پانچ دن کی دشت نوردی کے بعد کسی بدوی کا خیمہ دیکھ پاتے ہین تو رات بسر کرنے کے لیے اُس کے قریب آ کے ٹھہر جاتے ہین۔ ایسے موقعون پر صاحب خیمہ کا فرض ہوتا ہے کہ اُن کی مہمانداری کرے اور جہان تک امکان مین ہو اُنھین آرام پہونچائے۔ اکثر اوقات مرد شکار یا طلب معیشت کے لیے باہر چلے جاتے ہین۔ اور عورتین اور لڑکیان ہی سیاحون اور مسافرون کی خبرگیری کرتی ہین۔ اور یہی وہ فیاضی ہے جو سرزمین عرب مین قدیم الایام سے شرافت کا جوہر سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ اسی معمول کے مطابق ہر ہفتے مین عادت مستمرہ کے موافق کوئی نہ کوئی مسافر لیلیٰ کے خیمے کے پاس بھی آ کے فروکش ہو جاتا۔ اور لیلیٰ کا شوہر بدگمان ہو کے بی بی کو مارتا پیٹتا اور سخت سزا دیتا۔ مگر وہ ہمیشہ اطاعت کرتی اور رو پیٹ کے بیٹھ رہتی۔

چنانچہ ایک معزز سیاح عرب کا بیان ہے کہ مجھے صحرا مین شام ہو گئی تھی دُور پر ایک خیمہ نظر آیا۔ اُس کے قریب جا کے ٹھہر گیا۔ مگر حیرت تھی کہ اُس

[1] ترجمہ۔ مین جب کبھی آتا تھا لیلیٰ اپنا منہ چھپا لیا کرتی تھی۔ مگر کل جو مین نے منہ کھولے دیکھا تو دل مین کھٹکا پیدا ہو گیا۔

خیمے مین اگرچہ بچے بھی تھے اور عورتین بھی تھین مگر کوئی بھی میری خبرگیری کو نہ آیا
اتنے مین رات ہو گئی۔ اور ایک شخص اونٹ پر سوار قریب آیا۔ اور خیمے مین
جاتے ہی نہایت برہمی کے ساتھ بی بی کو بلا کے ڈانٹنے لگا کہ "یہ کون شخص ہے؟"
عورت نے عاجزی کے لہجے مین جواب دیا "کوئی مسافر آفتاب غروب ہوتے
وقت یہان آ کے ٹھہر گیا ہے"۔ مرد نے کہا "نہین۔ تو جھوٹی ہے۔ تیرے
لنے والون مین سے کوئی ہے"۔ اور اتنا کہتے ہی غریب عورت کو نہایت بیرحمی
سے مارنے پیٹنے لگا۔ عورت عجیب درد کے ساتھ چلاتی تھی اور اُسے ترس نہ آتا
تھا۔ آخر اُس عورت سے کہنے لگا "یہ شخص جو ٹھہرا ہوا ہے جب تک خود آکے
سفارش نہ کرے گا مین تجھے نہ چھوڑون گا"۔ اُس کی زبان سے یہ سُن کے
عورت نے چلاّنا شروع کیا "اے میان مسافر! اے شترسوار! خدا کے لیے
مجھے آکے بچاؤ"۔ اب یہ چیخین سُن کے مجھ مین ضبط کی تاب نہ تھی۔ جھنجھلا کے اپنا
ایک حربہ اُٹھا لیا اور خیمے مین گھستے ہی ظالم مرد پر تین چار وار اس زور سے
کیے کہ عورت بیچ مین آگئی۔ اور کہنے لگی "میان تم جاؤ۔ ہمارے جھگڑون مین دخل
دینے سے تمھین کیا مطلب!"۔ عورت کی یہ نیک نفسی دیکھ کے مین واپس چلا آیا۔
اور کہا "اب اس ظالم شخص کے خیمے کے پاس نہ ٹھہرون گا"۔ اُسی وقت اونٹ
پر سوار ہو کے آگے چل کھڑا ہوا۔ صبح کو ایک ایسے مقام پر پہونچا جہان اہل
بادیہ کے چند خیمے پڑے ہوے تھے۔ مین وہان ٹھہرا۔ اور ایک لونڈی کو پاس
سے گزرتے دیکھ کے اپنے پاس بلایا۔ رات کی سرگذشت بیان کی اور پوچھا "تم
جانتی ہو وہ کون شخص ہے؟" میرے اس سوال پر وہ بہت ہنسی اور کہنے لگی
"کیا تم نہین جانتے جو مجھ سے پوچھتے ہو؟" مین نے کہا "مین بالکل نہین جانتا"۔
تب اُس لونڈی نے بتایا کہ "وہ لیلاے اخیلیہ کا شوہر ہے۔ بدقسمتی سے وہ نہایت
ہی حسین و صاحب جمال واقع ہوئی ہے۔ اور شوہر ایسا ملا ہے جو بات بات پر
مارنے پیٹنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے لوگون نے اُس کے خیمے کے
پاس ٹھہرنا چھوڑ دیا۔ آپ ناواقف تھے اِسی سبب سے وہان ٹھہر گئے"۔
اس واقعے سے صاف ظاہر ہے کہ باوجودیکہ شوہر نہایت جابر و ظالم

تھا مگر لیلیٰ اُس سے پوری طرح ہمدردی کرنے کو تیار تھی۔ ممکن تھا کہ شرعی آزادیون سے نفع اُٹھا کے قاضی کے سامنے خلع کی درخواست پیش کر دیتی۔ مگر اُس نے کبھی اس کا خیال بھی نہ کیا۔

اُس کا عاشق زار توبۃ بن حمیر عرب کے عام شرفا کی طرح گران پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ایک بڑا زبردست بہادر اور سپہگر بھی تھا۔ اُسکی شہسواری اور شجاعت کی ہر طرف دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اور بڑے بڑے سُورما اور کثیر التعداد قبائل اُس کے نام سے لرزتے تھے۔

ایک دفعہ اتفاقاً بنی عذرہ مین اُس کا گذر ہوا۔ جس قبیلے کے لوگ اپنی خوبصورتی و زیبائی اور اپنے حُسن و عشق کے اعتبار سے سارے عرب مین مشہور تھے۔ اس قبیلے کی مشہور معشوقۂ عرب بُثینہ سامنے کھڑی تھی۔ اور حسن اتفاق سے اُسے کسی قدر غور و توجہ سے دیکھنے لگی۔ بثینہ کا عاشق زار جمیل شاعر بھی پاس کھڑا تھا۔ اپنی معشوقہ کی توجہ ایک دوسرے شخص کی طرف دیکھ کے دل مین کچھ ایسی آتش حسد بھڑکی کہ غیرت کے جوش مین آگے بڑھا۔ اور توبہ سے کہنے لگا "آپ کو شہسواری کا بڑا دعوےٰ ہے۔ آپنے کشتی بھی کی ہے؟" توبہ نے کہا "بسم اللہ آئیے!" جمیل جب مقابلے کو آنے لگا تو اُس کی کمر بثینہ نے خود اپنے ہاتھ سے باندھی۔ اور وہ توبہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر مین جمیل نے توبہ بن حمیر کو دے مارا۔ اب جمیل نے کہا "کشتی مین تو آپ ہار گئے۔ اب آئیے تیراندازی مین مقابلہ ہو۔" توبہ راضی ہو گیا۔ اور اس فن مین بھی جمیل سے ہارا۔ توبہ نادم کھڑا تھا کہ جمیل نے کہا "تو آئیے دوڑ مین بھی مقابلہ ہو جائے۔ شاید آپ کے دل مین کچھ ہوس باقی ہو۔" توبہ نے اس مین بھی مقابلہ کیا۔ اور اس مین بھی ہارا۔ اس طرح ایک گھڑی بھر مین اپنی شجاعت و شہرت کو خاک مین مل جاتے دیکھ کے دل مین سوچا۔ اور یکایک چونک کے بولا "اخاہ! مین اب سمجھا۔ یہ ساری کارسازی ان بی صاحبہ (بثینہ) کی ہے۔ سنو صاحب۔ اس مقابلے کا اعتبار نہین۔ تم محض اس وجہ سے جیتے ہو کہ یہ نیک بخت سامنے کھڑی تھین۔ جب جانون کہ انکی نظر سے دُور ہو کے اور اُدھر

اُس وادی میں چل کے مقابلہ کرو۔" جمیل کے دل میں جیتنے سے دعویٰ تو پیدا ہو ہی گیا تھا۔ توبہ کو ساتھ لے کے اُس وادی میں گیا۔ اور جس نے سُنا اُسے حیرت ہو گئی کہ یہاں آتے ہی تینوں باتوں میں توبہ بن حمیر نے اُسے مار لیا۔

لیکن حضرت معاویہ ہی کے زمانے میں اُس کی شجاعت و بسالت کا یہ خوفناک نتیجہ ظاہر ہوا کہ ایک نازک موقع پر بہت سے قوی اور بہادر دشمنوں کے نرغے میں گھر کے عجب جوش و خروش اور بے نفسی و بے خوفی سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور دشمنوں نے اُسی وادی میں جہاں مارا گیا تھا ایک ٹیلے پر دفن کر کے اُس کی قبر بنا دی۔

جب یہ خبر لیلائے اخیلیہ کو پہونچی تو دنیا اُس کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ اور بے تکلف اور بغیر اس کے کہ کسی کا پاس و لحاظ کرے توبہ بن حمیر کے مرثیے کہنے لگی۔ جن میں اُس معزز شہسوار عرب کی حد سے زیادہ تعریف کرتی تھی اور دکھاتی تھی کہ اُس سے بڑا اور زبردست اور قابل قدر کوئی شخص نہیں گذرا۔ اُس کے شوہر نے جب دیکھا کہ توبہ مارا جا چکا تو وہ بھی خاموش ہو رہا۔ اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بی بی کی اس مرثیہ گوئی کو بے چون و چرا کر کے وہ گوارا کر لیا کرتا تھا مگر جس طرح پہلے توبہ کے اشعار سارے جزیرہ نمائے عرب بلکہ اسلامی قلمرو میں مقبولیت کے ساتھ رواج پا رہے تھے اُسی طرح اب لیلیٰ کے ان مرثیوں کا چرچا ہوا۔ اور عرب لوگوں کی ہر صحبت میں حیرت و استعجاب اور پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھے جانے لگے۔ چنانچہ وہ مرثیے جناب معاویہ کے کان تک پہونچے۔ اور اُنھوں نے جب دیکھا کہ یہ شاعرۂ عرب اپنے پُر سوز مرثیوں کے ذریعے سے اپنے شہید عشق کو انتہا درجے کا نیک نفس اور پاکباز بتا رہی ہے تو ایک مرتبہ اُسے بُلوا کے پوچھا "تم تو اُس کی ایسی تعریفیں کرتی ہو۔ مگر جو لوگ یہ باتیں مشہور کر رہے ہیں کیا سچ نہیں ہیں؟" اصل یہ ہے کہ توبہ کے اشعار جس کسی کے گوش گذار ہوتے سنتے اُسے یقین آ گیا تھا کہ اُس سے لیلیٰ سے ناجائز تعلق ہے؟ لیلیٰ نے حضرت معاویہ کا یہ سوال سُن کے جواب دیا "حضور۔ ہر وہ بات جو لوگوں میں مشہور ہو سچ نہیں ہوا کرتی۔" یہ کہہ کے توبہ کی ہزار ہا خوبیاں اور اُسکے

عفاف و اتقا کے حالات بیان کرنے لگی۔ معاویہ نے کہا "مگر لوگ تو اُسے زانی بتاتے ہین" لیلیٰ نے اب اپنا ایک قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس مین توبہ کی خوبیان اور نیکیان بہت زور دے کے بیان کی تھین۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کے متعلق اکثر لوگ اعتراض کیا کرتے تھے۔اور وہ سب کو آزادی سے جواب دیا کرتی تھی۔ توبہ کی حمایت مین اُس کی پاکدامنی کی جرأت یہان تک بڑھ گئی تھی کہ خلیفۂ عبدالملک بن مروان نے جس زمانے مین کہ وہ بالکل بوڑھی اور بدصورت تھی اُس سے تعریضًا کہا "تم مین وہ کون سی ادا تھی جسے دیکھ کے توبہ عاشق ہو گیا ؟" لیلیٰ نے نہایت ہی جرأت سے اُس کو یہ الزامی جواب دیا کہ "اور آپ مین وہ کون سی خوبی ہے جسے دیکھ کے لوگون نے آپ کو خلیفہ بنا لیا ؟" اس جملے پر عبدالملک کو اس قدر ہنسی آئی کہ لوٹ گیا۔

اسی زمانے مین والی عراق حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک دفعہ اُس سے کہا "لیلیٰ - اب تو تمھاری جوانی گذر گئی - سچ سچ بتاؤ تم سے اور توبہ سے کسی قسم کا تعلق تو نہ تھا ؟" اُس نے قسم کھا کے کہا کہ "وہ اپنے عشق مین ہمیشہ پاکباز تھا" پوچھا "اچھا کبھی اُس نے تم سے کوئی ناجائز خواہش تو نہین کی ؟" بولی "کبھی نہین - صرف ایک مرتبہ اتنا ضرور ہوا کہ اُس نے نفس کے غلبے سے مجبور ہو کر کچھ ارادہ کیا تھا - مگر مین نے یہ دو شعر پڑھے اور وہ نادم ہو کے خاموش ہو گیا۔

وذی حاجۃ قلنا لہ لا تبح بہا　　فلیس الیہا ما حییت سبیلُ

لنا صاحبٌ لا ینبغی اَن نخونہ　　وانت لاُخریٰ فارغٌ و حلیلُ

بس اس کے بعد پھر کبھی اُس نے ایسا قصد نہین کیا۔

ان باتون سے حجاج کا دل نہین بھرا تھا - پوچھا "پھر کیا ہوا ؟" اُس نے کہا "توبہ نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو بھیجا اور کہدیا کہ ہمارے قبیلے مین

ع ترجمہ (۱) اور حاجت والے نے اپنی حاجت پیش کی تو ہم نے کہا یہ تمھارے لیے نہین جائز ہے اور زندگی بھر اس کی کوئی راہ نہ ہوگی (۲) ہمارا ایک صاحب ہے جس کی ہمین خیانت نہ کرنی چاہیے - اور تم بھی دوسری عورت سے وابستہ اور اُس کے شوہر ہو -

بنی عبادہ کے فرودگاہ کے پاس کسی ٹیلے پر چڑھ کے یہ شعر پڑھنا۔

عفا اللہ عنہا ھل ابیتنّ لیلۃ　　من الدھر لا یسری الیّ خیالھا

اُس شخص نے اس ہدایت کے موافق ہمارے خیمے کے سامنے ایک بلندی پر کھڑے ہو کے یہ شعر پڑھا تو مین سمجھ گئی کہ یہ توبہ کا قاصد ہے۔ فوراً اسکے جواب مین مین نے بھی اُسے یہ شعر سُنا دیا۔

وعنہ عفا ربی واحسن حفظہ　　عزیز علینا حاجۃ لا ینالھا

اس پاکدامنی کا اعتراف صرف لیلیٰ ہی نے اپنے اشعار مین نہین کیا بلکہ خود توبہ بھی اپنے ایک شعر مین صاف طور پہ اپنی معشوقہ کے دعوائے عصمت کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

علیّ دماء البدن ان کان بعلھا　　یری لیّ ذنباً غیر انی ازورھا

لیلائے اخیلیہ جب حجاج سے ملی ہے تو اُس نے اُسے دس ہزار درہم انعام مین دیے اور پوچھا "اگر کوئی اور آرزو ہو تو وہ بھی بیان کرو۔" اُس نے کہا "میرے چچا زاد بھائی قتیبہ بن مسلم جو ان دنون ترکستان مین ہین اُن کے دیکھنے کی تمنا ہے۔ اگر وہان تک پہونچوا دیجیے تو نہایت ممنون ہون گی۔" قتیبہ بن مسلم کا نام غالباً ہمارے ناظرین نے اکثر سنا ہوگا۔ اس لیے کہ یہ عرب کا بہت مشہور اور بلند سپہ سالار تھا۔ جو خراسان سے ترکستان اور وہان سے بڑھ کے کاشغر مین جا پہونچا تھا اور اس ارادے مین تھا کہ فتح و نصرت کے پھریرے اُڑاتا ہوا مملکت چین مین پہونچ جائے۔ حجاج نے لیلیٰ کی خواہش کے مطابق اُسے ترکستان مین بھیج دیا۔ جہان بھائی سے مل کے وہ واپس آئی۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ اسی سفر سے واپس آتے وقت شہر رَے مین پہونچ کے پیوند زمین ہو گئی۔

لیکن یہ غلط ہے۔ اُس کی موت کا اصلی واقعہ یہ ہے کہ ترکستان سے واپس

ع ۵ خدا اُس نازنین کے گناہ معاف کرے۔ بھلا کبھی مجھے وہ رات نصیب ہوگی جو خیال مین بھی نہین آتی؟

ع ۵ اور خدا اُسکے گناہ معاف کرے اور اُسے اپنی امان مین رکھے اُسکی وہ حاجت جو کبھی نہ بر آئیگی ہمین بہت عزیز ہے۔

ع ۵ مجھے لقاے مین اونٹون کی قربانیان دینی پڑین اگر اس کا شوہر بجز اس کے کہ مین اُس سے مل لیتا ہون میری اور کوئی خطا پا سکے۔

آنے کے بعد ایک مرتبہ اپنے شوہر کے ساتھ صحرائے عرب مین سفر کر رہی تھی کہ اتفاقاً اُس وادی مین گذر ہوا جہان اُس کے عاشق توبہ بن حمیر کی قبر تھی۔ شوہر سے کہنے لگی "مین توبہ کی قبر پر جاؤن گی"۔ اُس نے روکا۔ مگر لیلیٰ نے نہ مانا اور ایسی ضد کی کہ شوہر کو اجازت دینی ہی پڑی۔ اب اُس نے اُس ٹیلے پر جس پر عاشق مرحوم کی قبر تھی اونٹ کو چڑھایا۔ اور قبر کا سامنا ہوتے ہی چلّا کے کہا "السّلام علیک یا توبہ" اس وقت اور لوگ بھی لیلیٰ کے ساتھ تھے۔ سلام کے بعد اُن ہمراہیون کی طرف دیکھ کے نہایت حسرت سے کہنے لگی "لوگو! اس سے پہلے مجھ پر توبہ کا کوئی جھوٹ ظاہر نہین ہوا تھا؟" کسی نے پوچھا "جھوٹ کیا؟" بولی "کیا تم نے توبہ کے یہ اشعار نہین سُنے؟

وَلَوْ اَنَّ لَیْلٰی الاَخْیَلِیَّۃَ سَلَّمَتْ عَلَیَّ وَدُوْنِیْ تُرْبَۃٌ وَصَفَائِحُ
لَسَلَّمْتُ تَسْلِیْمَ الْبَشَاشَۃِ اَوْزَقَی اِلَیْهَا صَدًی مِنْ جَانِبِ الْقَبْرِ صَائِحُ

اگر یہ اُس نے سچ کہا تھا تو پھر جواب کیون نہین دیتا؟"

وہ حسرت کے ساتھ یہ سوال کر رہی تھی کہ ایک بڑا اُلّو جو قبر کے کسی کونے مین چھپا بیٹھا تھا ایک دفعہ گھبرا کے اور پھڑپھڑا کے اُڑا۔ اور اپنے آشیانے سے نکلتے ہی لیلیٰ کے اونٹ کے مُنہ سے اس زور کے ساتھ ٹکرایا کہ اونٹ بھڑکا۔ اور اس طرح کودنے پھاندنے لگا کہ لیلیٰ محمل سے نکل کے دُور جا گری۔ اور گرتے ہی روح پرواز کر گئی۔ اُسکے شوہر اور تمام ہمراہیون نے اس واقعے کو حیرت سے دیکھا۔ اور اُسے قیامت کا انتظار کرنے کے لیے اُسی کے عاشق صادق کے پہلو مین سُلا کے گھر کو روانہ ہوے۔

زبّاء ملکۂ عرب

جن لوگون کو تاریخ مین بصیرت ہے جانتے ہین کہ جب اسکندر اعظم نے ہجرت نبوی سے ۹۵۴ سال پیشتر شہر ابل کے قریب دارائے ایران کو شکست دی۔ اور تخت

۱۵ اگر لیلائے اخیلیہ مجھے سلام کرے اور میری یہ حالت ہو کہ مجھ پر خاک کا ڈھیر ہو اور پتھر کی سلین ہون تو بھی مین نے ایت خندہ جبینی سے سلام کا جواب دونگا یا قبر کے پہلو سے پہاڑ کی گونج کی آواز بلند ہو کے اُسکے سلام کا جواب دا کریگی

عجم کو تاجدار فارس سے خالی کر دیا تو مملکت عجم اور اُسکے تمام علاقون مین طوائف الملوکی ہو گئی۔ کوئی ایک صاحبِ تاج و تخت باقی نہ رہا۔ اور ہر علاقے اور صوبے مین جس کو موقع مل گیا وہ بادشاہ و حکمران بن بیٹھا۔ ان مختلف بادشاہون کو جو اپنے اپنے علاقون پر حکمران تھے مورخین ملوک طوائف کہتے ہین۔ جو اکثر آپس مین لڑتے بھڑتے رہا کرتے تھے اور جن کی وجہ سے سارے ملک مین ایک مدت تک مسلسل بدنظمی کا دور دورہ تھا۔ یہان تک کہ فتح اسکندر کے ۵۵۷ برس بعد اور ہجرت نبوی سے ۳۹۶ برس پہلے اردشیر بابکان نے ایک غیر معمولی قوت سے اُٹھ کے تمام ملوک طوائف کو مغلوب کیا اور کل چھوٹی چھوٹی سلطنتون کا خاتمہ کر کے ایک نئی ایرانی شاہنشاہی قائم کی۔ اور اُس مشہور و معروف دولتِ ساسانی کا بانی بن گیا جس کا خاتمہ سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے حضرت فاروق اعظم کے عہد معدلت مہد مین ہوا۔

مذکورۂ بالا ملوک طوائف مین زبّا نام ایک بڑی مشہور و معروف اور لائق و ہوشیار ملکہ گذری ہے۔ جس کے حالاتِ زندگی مین گو ملکۂ کلیوپیٹرا کی سی نازآفرینیون کی چاشنی نہین مگر پھر بھی وہ بہت کچھ دلچسپ ہین۔ زبّا کو اگرچہ اردو لٹریچر مین جگہ نہین ملی۔ مگر عربی لٹریچر مین اُس کا نام بہت مشہور رہے۔ اُس کو شہرت ہی نہین ہوئی بلکہ اُس کی زبان کے بہت سے جملے اس وقت تک ضرب المثل بنے ہوے ہین۔

جو علاقہ عرب کے شمال مین عراق سے ملا ہوا اور دریاے فرات و دجلہ کے درمیان مین واقع ہے اسے لوگ الجزیرہ کہتے ہین۔ اسی علاقۂ الجزیرہ پر یہ ملکہ زبّا حکمران تھی۔ اس کا زمانہ مصر کی ملکۂ کلیوپیٹرا کے ساٹھ برس بعد اور حضرت مسیحؑ کی ولادت کے ۳۰ سال بعد تھا۔ اور چونکہ حضرت مسیحؑ نے ۳۰ ہی برس کی عمر مین اظہار نبوت کیا تھا۔ لہذا یون کہنا چاہیے کہ جن دنون حضرت مسیحؑ اور یہود کے جھگڑے بیت المقدس مین پھیلے ہوے تھے اُنھین دنون یہ ملکہ ارض الجزیرہ مین حکومت کر رہی تھی۔

ملکۂ زبّا کے زمانے مین شہر حیرہ پر خاندان بنی ایاد کا ایک بادشاہ حکمران تھا

جس کا نام جذیمہ تھا۔ جذیمہ کا شمار بھی ملوک طوائف مین تھا۔ چونکہ یہ تاجدار عرب کے قدیم قبائل کی یادگار تھا لہذا عربون مین اسکی بڑی وقعت تھی۔ اور عرب لوگ اُسے اپنے بادشاہون مین سے شمار کرتے تھے۔ اُس کی قلمرو نہر فرات کے دونون کنارون پر علاقۂ عراق تک پھیلی ہوئی تھی۔ جذیمہ اگرچہ شرفائے عرب مین تھا مگر شاہی کی حیثیت سے دیکھا جائے تو نو دولت تھا۔ اس لیے کہ حیرہ کی حکومت پہلے پہل اُس کے باپ ہی نے حاصل کی تھی۔ اور وہی پہلا شخص تھا جو اس خاندان مین سے پہلے پہل شہر حیرہ پر قابض و متصرف ہوا۔ حیرہ عرب کا ایک پُرانا شہر تھا اور اُس مقام پر تھا جس کے قریب ہی عہد اسلام مین شہر کوفہ آباد ہوا۔ مدتون یہ شہر عرب کے ملوک بنی لخم کا مرکز سلطنت رہا۔ اور اسی وجہ سے اس کو عربون مین زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ظہور اسلام کے وقت بھی اس کی سلطنت قائم تھی۔ گو دولتِ ساسانی کی اطاعت کا دم بھرتی تھی۔ ہر تقدیر جذیمہ نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد اپنی قوت کو ترقی دی۔ اور چونکہ منتظم اور شجاع تھا لہذا بہت سے ملوک طوائف پر غالب آکے اُنکے علاقون پر قابض و متصرف ہو گیا۔ اُس کے فتوحات اور اُس کی کامیابیان یقین دلاتی ہین کہ اگر اُسے ملکۂ زبا سے سابقہ نہ پڑا ہوتا تو شاید وہی ساسان اول اور اردشیر بابکان کی جگہ لے لیتا۔ اور ساسانی خاندان سے پہلے ہی ایا دی خاندان فارس کا شاہنشاہی گھرانا بن جاتا۔ لیکن اس کی نوبت نہین آنے پائی۔

عرب لوگ زمانۂ جاہلیت مین اپنے اِس وطنی تاجدار کی بہت تعریفین کرتے تھے۔ اور بہت سی چیزون کی ابتداء کو اُس کی جانب منسوب کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ سب کے پہلے اسی بادشاہ نے تیل بتی کے چراغون کو چھوڑ کے نفیس اور صاف ستھری شمعین اپنے محلون مین روشن کین۔ اور لڑائی مین منجنیقون سے بھی پہلے پہل اسی نے کام لیا۔ شاید یہ مشکل ہو گا کہ ان چیزون کی ایجاد ہی جذیمہ کی طرف منسوب کی جائے۔ مگر اس مین شک نہین کہ عربون کو دنیاوی ترقیون کے یہ کرشمے سب کے پہلے اِسی تاجدار نے دکھائے۔ اور اُنھون نے اُسی کے قصر اور لشکرگاہ مین پہلے پہل حیرت کی نگاہون سے یہ چیزین دیکھین۔

جذیمہ نے جہان اور بہت سے ملوک طوائف کو شکستین دین اور بہتون کو قتل کیا وہان زبّاء کے باپ فرمان روائے الجزیرہ کو بھی شکست دی - عین میدان جنگ مین اُسے قتل کر ڈالا اور اُس کے بہت سے ملک پر قابض ہو گیا - زبّا نہایت پریشانی و بدحواسی سے بھاگ کے الجزیرہ کے اُس کنارے پر چلی گئی - اور ایک مضبوط قلعے مین پناہ گزین ہو کے بیٹھ رہی - چونکہ اُس مین مردانہ ہمت تھی لہذا اطمینان سے بیٹھتے ہی آمادہ ہوئی کہ جس طرح بنے اپنے باپ کے خون کا بدلا لے - انتقام کا مادہ عرب مین قدیم الایام سے چلا آتا تھا - اور وہ لوگ اپنے ہر مقتول کا بدلہ لینا زندگی کا سب سے مقدم فرض خیال کرتے تھے - لیکن اس موقع پر زبّاء جانتی تھی کہ میدان جنگ مین جذیمہ سے پیش پانا غیر ممکن ہے - وہ خوب سمجھی ہوئی تھی کہ نہ مجھ مین جذیمہ کی سی بہادری و سپہگری آسکتی ہے - اور نہ مین اُس کی سی زبردست اور تجربہ کار فوجین پا سکتی ہون - نہ میرے پاس جذیمہ کے سے آلاتِ حرب ہین اور نہ ایسی قلعہ شکن منجنیقین ہین -

سوچتے سوچتے آخر وہ اسی حربے سے کام لینے پر آمادہ ہو گئی جو عورتون کا قدیمی اور اصلی حربہ ہے - یعنی حسن و جمال اور مکر و فریب - یہی خیال کر کے اُس نے جذیمہ کے پاس پیام بھیجا کہ "آپ مجھ سے شادی کر لیجیے تو یہ باقیماندہ ملک بھی آپ کا ہو جائے - اور مین بھی آپ کے ساتھ مل کے ایک بڑے ملک اور ایک با جبروت سلطنت کی ملکہ بن جاؤن گی" زبّاء کے حُسن و جمال کا شہرہ ہو ہی رہا تھا - جذیمہ اس پیام کے پہونچتے ہی دل و جان سے عاشق زار ہو گیا - اور ملک گیری کی طمع ایسی غالب ہوئی کہ باوجود پیر فانی ہونے کے نکاح کرنے کی ٹھان لی - عرب کہتے ہین کہ وہ پورے سو برس تک حکمران رہا تھا جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اِن دنون اُس کی عمر کیا ہو گی - مگر عشق اور طمع دونون چیزین عقل کی دشمن ہین - فوراً اس پیام کے منظور کر لینے پر آمادہ ہو گیا -

تاہم بڑھاپے نے اتنی احتیاط سوجھائی کہ وزرائے دولت کو جمع کر کے مشورہ کیا - اور سب وزیرون نے تو خوشامد سے اس تجویز کو بہت ہی پسند کیا لیکن قُصَیر بن سعد نام ایک شخص نے جو اُس کا خالص دوست اور بڑا ہی صاحبِ

عقل و فراست تھا دیر تک سوچ کے اور غور کر کے کہا "اس پیام کو تو آپ نہ قبول کیجیے۔ اس لیے کہ اس مین مکاری و کیادی کی بو آتی ہے"۔ مگر جذیمہ کے دل پر تو عشق اور طمع کے دو زبردست دیو مسلط تھے وہ بھلا ایسی عاقبت اندیشی کی نصیحت کو کیونکر سُن سکتا تھا؟ خیر اندیش وزیر کی بات ماننے سے قطعاً انکار کیا۔ اور زبّا کے پاس کہلا بھیجا کہ "مین تو مدت سے تمھارے رُخِ زیبا کا دیوانہ ہون۔ ممکن ہے کہ شادی سے انکار کرون؟" یہ پیام بھیجتے ہی معشوقۂ ناز آفرین سے ملنے اور دولتِ وصل حاصل کرنے کے شوق مین چل کھڑا ہوا۔

قصیر نے جب دیکھا کہ بادشاہ میری سنتا ہی نہین تو ادب سے عرض کیا "اچھا حضور میری رائے نہین مانتے ہین تو ایک کام کرین۔ حضور جب وہان پہنچین اور زبّا کا لشکر استقبال کو آئے تو اس بات کو غور کر کے دیکھین کہ وہ فوج کس طرح پیش آتی ہے۔ اگر سامنے آتے ہی وہ لوگ پاپیادہ ہو جائین اور ادب سے کھڑے ہو کے آدابِ شاہی بجا لائین تو سمجھیے کہ میری رائے غلط تھی اور مین محض بدگمانی مین مبتلا تھا۔ اور اگر وہ لوگ آداب بجا لاتے ہی آپ کو گھیر کے کھڑے ہو جائین تو جانیے کہ وہ دغا دینے اور آپ کو ضرر پہونچانے پر آمادہ ہین۔ مین حضور کے قریب ہی رہون گا۔ اگر یہ آخری صورت پیش آئی تو فوراً حضور کے اصطبل کا بے مثل و بے نظیر اور ہوا سے باتین کرنے والا گھوڑا جس کا نام عصا ہے آگے بڑھ کے پیش کر دون گا۔ حضور بلا تامل اُس پر سوار ہو کے بھاگ کھڑے ہون۔ اور اپنی جان بچا کے واپس چلے آئین۔ اگر اُن کی فوج نے گھیرنے کا رُخ بھی کیا تو یقین جان لیجیے کہ زبّا آپ کے ساتھ دشمنی کرنے اور باپ کا بدلہ لینے پر تُلی ہوئی ہے"۔

یہ تجویز ٹھہر جانے کے بعد جذیمہ مع قُصَیر کے روانہ ہوا۔ اور شوق کے پرون سے اُڑتا ہوا چند ہی روز مین خاص اُس قلعے کے نیچے جا کھڑا ہوا جس مین ملکۂ زبّا تھی۔ زبّا کا لشکر اور اُس کے سردار و معززین استقبال کے لیے باہر آئے۔ سامنے آ کے آدابِ شاہی بجا لائے۔ اور ساتھ ہی چارون طرف سے ہجوم کر کے

جذبیہ کو پہلے جبر سے چھین لیا۔ قصیر یہ رنگ دیکھتے ہی گھستا لپتا اپنے تاجدار کے پاس پہونچا اور عصا نام گھوڑے کو پیش کر دیا۔ لیکن عشق نے جذبیہ کو اسقدر اندھا کر رکھا تھا کہ اُس نے گھوڑے کی طرف رُخ بھی نہ کیا۔ اور زبّاء کا جمالِ جہان آرا دیکھنے کے شوق میں قلعے کے اندر چلا گیا۔ یہ حالت دیکھ کے قصیر مایوس ہو گیا۔ اور اُس شاہی گھوڑے پر خود سوار ہو کے بھاگ کھڑا ہوا۔ اُسے جاتے دیکھ کے بے اختیار ایک حسرت کے ساتھ جذبیہ کی زبان سے نکل گیا "ما ذلّ من جرت به العصا"۔ (جسے عصا لیے جاتا ہو اُسے کبھی ذلت نہ نصیب ہو گی)۔

جذبیہ جب قلعے میں داخل ہوا تو لوگ اُسے اوپر قصرِ شاہی میں لے گئے۔ اور امیدوار کیا کہ اب آپ کو اپنی معشوقہ جادو نگاہ کا دیدار نصیب ہی ہوا چاہتا ہے۔ تھوڑی دیر میں لوگ اُسے یہ کہکے "اب خلوت کدۂ عروسی میں چلیے" ایک دوسرے کمرے میں لے گئے۔ جہان ملکہ زبّاء کا اُس کا سامنا ہوا۔ بادشاہ تو شاید بیتابی کی رونمائی میں اپنی جان شیریں قربان کرنے کو تیار ہی ہو گا۔ مگر افسوس ملکۂ زبّاء بھی اسی قربانی کی طالب تھی۔ وہ سادے اور معمولی لباس میں تھی۔ اُس عہد کی وضع کے موافق بال کھلے ہوے تھے۔ زلفین شانون پر لہرا رہی تھیں۔ تاج سر پر تھا۔ ریشمی کرتا گلے میں تھا۔ اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں تھی۔ جذبیہ کی صورت دیکھتے ہی مسکرا کے بولی "میرے پاس دُلھن بننے کا کوئی سامان نہین ہے۔ اور نہ اس قابل ہون کہ مجھ سے کوئی لطف اُٹھا سکے"۔ شاید اس جملے کا یہ مطلب ہو گا کہ مین باپ کے غم مین ایسی غمزدہ ہون کہ میری صحبت مین کسی کو مسرت نہین حاصل ہو سکتی۔ افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔

بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کے نہایت ہی بانکپن سے یہ دو جملے کہکر اُس نے حکم دیا کہ ایک نطع[۵] (چرمین فرش) بچھایا جائے۔ اور بادشاہ کو اُس پر بٹھا دو۔ فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ جذبیہ ایک چمڑے کے بچھونے پر بٹھا دیا گیا۔ اور اُس کے دونون ہاتھون کی نبضین زبّاء کا اشارہ ہوتے ہی کھول دی گئین۔

۵ نطع ایک قسم کا چمڑے کا دسترخوان ہوتا تھا۔ اُس پر یا تو کھانا کھایا کرتے تھے اور یا اس پر بٹھا کے لوگون کی گردن ماری جاتی تھی تاکہ خون کے دھبے اُبلے فرش مین نہ لگنے پائین۔

زبّاء کے دربار کے نجومیوں نے اُس سے کہا تھا کہ اس بات کا پوری طرح لحاظ رکھا جائے کہ جذیمہ کے خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرے۔ زمین پر اُس کا خون گرا تو یقین جان لیجیے کہ کوئی نہ کوئی اُس کے خون کا انتقام لینے کو اُٹھ کھڑا ہوگا اور وہ انتقام لے لے گا۔ اسی غرض سے یہ چمڑے کا فرش بچھوایا گیا تھا۔

جذیمہ عشق کے پھندے میں پھنس کے اور زلف گرہ گیر کا قیدی ہو کے اپنی خوبصورت و دلربا قاتلہ کے ہاتھ میں گرفتار تو ہو گیا تھا۔ مگر بالذات بڑا ہی بہادر اور دل کا مضبوط تھا۔ جس استقلال و مردانگی سے اُس نے جان دی اُس پر سب دیکھنے والے عش عش کر رہے تھے۔ دونوں کلائیوں سے خون کے فوارے چل رہے تھے اور وہ متانت و استقلال سے بے خوف و ہراس بیٹھا ہوا تھا۔ بہتے بہتے خون کا ایک قطرہ چمڑے کے فرش کے باہر گرا تو ملکۂ زبّاء چونک کے اور گھبرا کے بولی "دیکھو! یہ بادشاہوں کا خون ہے۔ کوئی قطرہ ضائع نہ جانے پائے۔" جذیمہ نے یہ سنتے ہی نہایت ہی متانت مگر حسرت آمیز استقلال سے جواب دیا "جس خون کو خود اُس کے لوگوں نے ضائع کر دیا اُسے جانے ہی دو۔" اس سے یا تو اُس نے خود اپنی ذات سے مراد لی تھی کہ میں ہی نے اپنے خون کی قدر نہ کی تو اور کوئی کیا قدر کرے گا۔ اور یا شاید اپنی قوم کے لوگ مراد ہوں کہ افسوس یہ خون ضائع جا رہا ہے اور کوئی انتقام لینے والا نہیں۔ بہر حال یوں ہی خون بہتے بہتے جذیمہ ناتوان ہو کے گرا۔ اور تھوڑی دیر میں مر گیا۔

قصیر بادشاہ جذیمہ کا ساتھ چھوڑ کے بھاگ تو گیا تھا۔ مگر ادھر ہی اُدھر لگا رہا تاکہ بخوبی تحقیق کر لے کہ بادشاہ کا کیا حشر ہوا۔ جب اُسے یہ ساری سرگذشت معلوم ہو گئی تو حسرت و اندوہ کے ساتھ روتا ہوا حیرہ میں واپس گیا۔ اور لوگوں کو بتایا کہ بادشاہ جذیمہ کے عشق کا کیا انجام ہوا۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ اور ہر ایک مکان در و دیوار پہ ایک حسرت سی برس گئی۔ چونکہ جذیمہ کی کوئی اولاد نہ تھی لہذا اُس کی جگہ اُس کا بھانجا عمرو تاج شاہی پہن کے تخت حیرہ پہ بیٹھا۔ اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔

لیکن قصیر کے دل میں بادشاہ کی موت ایک کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔ وہ اسی دُھن میں تھا کہ جس طرح بنے زبّاء سے بدلہ لیا جائے۔ ایک دن عمرو کے

پاس بیٹھ کے کچھ ایسے موثر الفاظ مین جذیمہ کی بیکسی کی موت کی تصویر دکھائی کہ عمرو اپنے بہادر راہون کا انتقام لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اُس نے فوج کشی کا ارادہ کیا تو قصیر نے روکا اور کہا "یون آپ اُس ہوشیار شاہزادی سے پیش نہ پائین گے۔ اول تو اُس کے قلعے پر قبضہ کرنا نہایت ہی دشوار ہے۔ اور بفرض محال قبضہ بھی ہو جائے تو وہ اس چالاکی اور پھرتی سے نکل جائے گی کہ آپ ہاتھ مل کے رہ جائین گے۔ عمرو نے پوچھا "پھر کیا کیا جائے؟" جواب دیا "اس کا بند وبست مین کرلون گا۔ آپ فقط میری تدبیرون کے موافق مدد دینے کا اور جس وقت مین کہون اُٹھ کھڑے ہونے کا وعدہ کرین تو مین اپنی تدبیرین شروع کردون۔ جس حربے سے زباء لڑی ہے اُسی حربے سے اُس کے مقابل لڑنا چاہیے۔ اور جس مکاری سے اُس نے اپنا مطلب نکالا ہے اُسی مکاری سے مین اپنا مطلب نکالون گا۔" عمرو نے کہا "بہتر۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھاری پوری پوری مدد کرون گا۔ اور جب کہوگے اُٹھ کھڑا ہون گا۔"

عمرو سے مدد کا وعدہ لینے کے بعد قصیر نے زباء کے قلعے کی راہ لی۔ راستے مین اپنی ناک اور کان کٹوا ڈالے۔ اور اس حیثیت سے اپنی مصیبت پر روتا اور آہین کرتا ہوا زباء کے علاقے مین داخل ہوا۔ اور اُسکے قصر کے نیچے پہونچا۔ ملکۂ زباء نے ترس کھا کے اوپر بلوایا اور پوچھا "تم پر یہ مصیبت کیونکر اور کس کے ہاتھون سے نازل ہوئی؟" کہا "ظالم فرمان رواے حیرہ عمرو کے ہاتھ سے۔ اور بغیر اس کے کہ مین نے کوئی خطا کی ہو یا کوئی جرم مجھ سے سرزد ہوا ہو۔" زباء کو اُس کے حال پر ترس آگیا۔ اور کہا "خیر اب اس غم کو دل سے دُور کرو۔ اور میرے پاس راحت آرام سے رہا کرو۔" یہ تو قصیر چاہتا ہی تھا۔ فوراً راضی ہوگیا۔ اب وہ شب و روز قلعے مین رہتا اور ملکہ کے مزاج مین درخور پیدا کرتا تھا۔ چونکہ نہایت ہی لائق و زبان آور شخص تھا۔ اور مدت تک ایک بڑے دربار کی وزارت کرچکا تھا۔ چندہی روز مین شاہزادی پر اس قدر حاوی ہوگیا کہ اُس کی نظر مین نہ کوئی اس نکٹے بُوچے آدمی سے اچھا شخص تھا اور نہ کوئی اتنا معتبر و معتمد علیہ تھا۔

چونکہ قصیر ایک سیاح و جہان دیدہ آدمی تھا لہذا شاہزادی نے پہلے اُس سے

یہ کام لینا شروع کیا کہ اُسے دیگر بلاد میں سوداگر بنا کے بھیجتی - اور اُس کی معرفت اپنی ضرورت اور اپنے شوق کی چیزیں منگواتی - اُس کی فرمایشیں پوری کرنے کے بہانے قصیر بار بار حیرہ میں آتا - عمرو سے کہتا "اب انتقام لینے کا وقت قریب آ گیا ہے - تیار رہیے گا - جس وقت میں کہوں بس اُسی وقت چل کھڑے ہو جیے" اور اُسکے جواب میں وعدے لے کے زبّاء کی فرمایشیں خریدتا اور اُس کے قلعے میں حاضر ہو جاتا -

اب قصیر کا اعتبار و اعتماد اس قدر بڑھ گیا کہ شاہزادی زبّاء نے اپنے خزانوں کی تمام کنجیاں اُس کے ہاتھ میں دے دیں - اور کہا "اس میں سے جس قدر تمہارا جی چاہے خرچ کرو" اپنے تمام راز کھول دیے - اور اُس کے تمام رموز سے اُسے واقفیت ہو گئی - خزانے کی کنجیاں ہاتھ میں لے کے قصیر نے شاہزادی سے کہا "اس دولت و حشمت کا شکریہ یہ ہے کہ اسی روپے سے میں حضور کے لیے نہایت اعلیٰ درجے کا سامان اور مال و اسباب لے آؤں - اور عراق کی ساری نفیس چیزیں ہماری شاہزادی کے قلعے میں جمع ہو جائیں" ملکۂ زبّاء نے اجازت دی - اور وہ بہت کچھ مال و دولت لے کے قلعے سے چل کھڑا ہوا - وہاں سے نکلتے ہی سیدھا حیرہ میں آیا - اور عمرو سے مل کے کہا "چلیے" عمرو نے فوج لے کے شاہی شان و شوکت سے سفر کرنے کا ارادہ کیا تو قصیر نے کہا "یوں نہیں" عمرو نے کہا "پھر کس طرح؟" کہا "تھوڑے سے چیدہ اور بہادر و آزمودہ کار سپاہی چن لیجیے - اُن کو خود و زرہ اور تمام اسلحۂ جنگ سے آراستہ کیجیے - پھر کوئی دو سو چمڑے کے مشبک صندوق بنوائیے جو اندر ہی سے بند کر لیے جائیں - اور اندر ہی سے کھول لیے جا سکیں - اُن سب سپاہیوں کو کہیے کہ مع اپنے اسلحے کے اُن کے اندر بیٹھ کے اندر سے بند کر لیں - پھر اُن سب صندوقوں کو اچھے تیز رَو اونٹوں پر لادیے - اور بہت سے سپاہیوں کو ساربان بنائیے جو زرہ کے اوپر ساربانوں کے کپڑے پہنے ہوں - اسی طرح ہم آپ ایک تاجرانہ قافلے کی شان سے چلیں - تاکہ کسی کو بدگمانی نہ ہو -

عمرو نے یہ سب سامان درست کر دیا - اور چند ہی روز بعد یہ پُر مکر و فریب

قافلہ تاجرون کی وضع قطع سے روانہ ہوا۔ ہر ہر اونٹ پر دو دو صندوق تھے اور ایک ایک ساربان۔ جو دن بھر کوچ کرتے اور رات کو سڑک سے علٰحدہ ہو کے کسی جنگل مین ٹھہر جاتے۔ جہان وہ سب لوگ آزادی سے باہر نکل کے کھاتے پیتے اور آرام کرتے۔

آخر قطع منازل کے بعد یہ قافلہ ملکۂ زبّا کے قلعے کے سامنے پہونچا۔ قُصَیر ہمراہیون کو فاصلے پر چھوڑ کے ملکہ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور نہایت ہی ادب و عاجزی سے آداب شاہی بجالایا۔ ملکہ نے کمال شفقت سے خیریت دریافت کی اور پوچھا "ہمارے لیے کیا کیا لائے؟" عرض کیا "میرا قافلہ شہر سے باہر ٹھہرا ہوا ہے۔ اب کی حضور کے اقبال سے مجھے بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ایسا سامان لایا ہون جیسا کبھی حضور کی نظر سے نہ گذرا ہوگا"۔ زبّا نے خوش ہو کے کہا "تو قافلے کو اندر لاؤ۔ مین بھی اپنے قصر کے بُرج مین بیٹھ کے اُس کے آنے کی سیر دیکھون گی"۔ قُصَیر نے زمین بوس ہو کے عرض کیا "ضرور ملاحظہ ہو۔ یہی بات عرض کرنے کے لیے مین قافلے سے پہلے چلا آیا"۔

الغرض ملکۂ زبّا شاہانہ ٹھاٹھ سے قلعے کے بُرج مین جا کے بیٹھی۔ جہان سے گرد کا منظر دور دور تک نظر آتا تھا۔ اور وہ خوشنما سڑک جو مشرق و مغرب کے قافلون اور مسافرون اور سیاحون سے اکثر بھری رہا کرتی تھی کیسی خوش چال کی مانگ کی طرح نشیب و فراز عالم کا تماشا دکھاتی ہوئی فرسخون تک دوڑی چلی گئی تھی۔ وہ اپنے بُرج مین آ کے بیٹھی ہی تھی کہ سامنے سے وہ عظیم الشان قافلہ نمودار ہوا۔ اونٹ گردنون کو ہلاتے اور جھومتے ہوے چلے آتے تھے اُنکے گلے مین گھنگرو بج رہے تھے۔ جلاجل و بوق جنھین قافلے والے بجاتے تھے اُنکی بلند آوازین گرد کے دشت و کوہسار مین گونجتی اور قلعے کی دیوارون سے آ آ کے ٹکراتی تھین۔ حُدی خوانون کا نغمہ گرد کی فضا مین ایک محویت و بیخودی کا سمان پیدا کر رہا تھا۔

آخر قافلہ آتے آتے خاص قلعے کے نیچے پہونچا۔ جس کا دروازہ چشم انتظار کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اور ریٹ ان دوست نما دشمنون کے استقبال کے لیے گویا اپنا

آغوش شوق کھولے ہوئے تھے۔ اب اس قافلے کا بہت سا حصہ قلعے میں داخل ہو گیا۔ اور کچھ باہر تھا کہ ملکہ ان شتر سواروں کی تھکی ہوئی رفتار میں کوئی غیر معمولی بات دیکھ کے کھٹکی۔ اور دو شعر پڑھے جن کا ماحصل یہ تھا کہ "یہ اونٹ کیوں جست کرتے ہوئے چلتے ہیں؟ کیا ان پر لشکر ہے؟ یا لوہے کی زرہیں اور اسلحہ ہیں؟"

قلعے میں داخل ہوتے ہی تمام سپاہی جو پہلے سے مسلح اور جنگی لباس سے آراستہ تھے صندوق کھول کھول کے باہر نکل پڑے۔ زور و شور سے قلعہ والوں پر حملہ کر دیا۔ اور آناً فاناً قتل و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ مرد تہ تیغ ہونے لگے۔ عورتیں اور بچے گرفتار کیے جانے لگے۔ اور فریاد و واویلا کا شور بلند ہوا۔ ملکہ زبا نے یہ حالت دیکھی تو سمجھی کہ اسے فریب دیا گیا۔ اور قصیر دوست نہیں بلکہ اس کا دغاباز دشمن تھا۔ اس وقت اور کوئی تدبیر بن نہ پڑ سکتی تھی ارادہ کیا کہ اس مخفی سرنگ کی راہ سے جو قلعے سے باہر تک گئی ہے نکل جائے اور بھاگ کے کسی اور جگہ ہو رہے۔ مگر قصیر کو جہاں قلعہ کے اور سب راز معلوم ہو گئے تھے وہاں اس سرنگ کا حال بھی معلوم ہو گیا تھا۔ اور اسی خیال سے کہ ملکہ اس راہ سے نکل نہ جائے اس نے خود عمرو کو لیجا کے پہلے ہی سے اس سرنگ کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا۔ ملکہ زبا جیسے ہی بدحواسی اور گھبراہٹ کے ساتھ وہاں پہنچی عمرو تلوار لے کے دوڑا اور بولا "کہاں جاتی ہو؟ جذیمہ کا خون بے انتقام نہیں رہ سکتا۔" یہ دیکھتے ہی وہ ٹھٹھک کے کھڑی ہو گئی۔ عمرو کی صورت دیکھی۔ جو سامنے ہیبت و خوف کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ پھر ہوش سنبھال کے بولی "یہ نہ ہو گا۔ وقت ہی آگے برابر ہو گیا ہے تو اور بہانے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ مروں گی۔ مگر عمرو کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ خود اپنے ہاتھ سے۔" یہ کہتے ہی ایک بجلی کی پھرتی سے اپنا ہاتھ منہ کے پاس لے گئی۔ ہیرے کی انگوٹھی کے نگ کو دانتوں سے کتر کے کھا گئی۔ اور قبل اس کے کہ عمرو حربہ کرنے کی جرأت کرے۔ زمین پر بیتاب ہو کے گری۔ اور تڑپ تڑپ کے مر گئی۔

یوں اس لائق۔ ہوشیار۔ اور خوبصورت ملکہ کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اور گو

خودکشی نامردی و بزدلی سمجھی جاتی ہے ۔ مگر وہ اپنی اس بہادرانہ خودکشی سے ایک اعلیٰ درجے کی شجاعت کا نمونہ دنیا کو دکھا گئی ۔ اس کے بعد اس قلعہ اور اس کے تمام توابع پر عمرو کا قبضہ ہوگیا ۔ اور قصیر جس نے پرائے شگون کے لیے اپنی ناک کٹوائی تھی مدتوں تک حیرہ کے دربار کا وزیر و معتمد علیہ رہا ۔

حسن کی کرشمہ سازیاں

غالباً دنیا کا کوئی حصہ اور کوئی ملک نہ ہوگا جہاں عورت اور مرد کے تعلقات نے نئے نئے کرشمے نہ دکھائے ہوں ۔ بیشک دنیا کی تاریخ اس سے بھری ہوئی ہے کہ زبردست تاجداروں اور نامور پہلوانوں نے اپنے زور بازو اور اپنی شمشیر خارا شگاف سے بڑی بڑی سرکش قوموں کو مغلوب و مقہور کر دیا مگر انھیں کے سلسلے میں بہت سے ایسے واقعات بھی نظر آتے ہیں جن میں عورتوں نے اپنے حسن عالمگیر کی قوت اور اپنے دلربائی کے اسلحہ ۔ اپنی نظر کے تیروں اور گیسوؤں کی کمندوں سے اُن مشہور و معروف ناموروں کو بھی مغلوب و مقہور کر دیا جو بڑی سخت اور سرکش قوموں کو اپنا غلام اور تابع فرمان بنا چکے تھے ۔ دلگداز میں ہم اس قسم کی حسین عورتوں کے حالات کا ایک سلسلہ شروع کرتے ہیں ۔ جس سے ناظرین پر روشن ہوگا کہ دنیا میں حسن زاہد فریب نے کیسے کیسے کرشمے دکھائے ہیں ۔ اور کیسی کیسی فتحیں حاصل کی ہیں ۔

زلیخا

(ملک مصر میں)

یوں تو ناز آفرینی و ناز برداری اور دل ربائی و دل فروشی کی گرم بازاری عشق و محبت کے چراغ کو ہمیشہ اور ہر جگہ اُکساتی اور تیز کرتی رہتی ہے ۔ مگر مصر کو اس بارۂ خاص میں ساری دنیا پر ایک نمایاں فوقیت حاصل ہے ۔ شعرائے عجم ترکوں کے حسن و جمال کی تعریف میں ہمیشہ رطب اللسان اور ایک ترک شیرازی کے خالِ ہندو پر سمرقند و بخارا کو قربان کرتے رہے ۔ گرجستان کے

حُسن و جمال کا ایک زمانہ گرویدہ ہو رہا ہے۔ اور وہ کوہ قاف کی پریاں ہی ہیں جو صدیوں اور مدت ہاے دراز سے ایران و روم کے شاہی محلوں کی زیب و زینت بنی ہوئی ہیں۔ متھرا جی کی گوپیوں نے سری کرشن جی کی دیوتائی کی شان میں زندہ دلی کی جان ڈالی ہے۔ مگر سرزمین مصر نے اپنی نازنین مہوشوں کی دلربائی و دلفریبی کے جیسے کارنامے صفحات تاریخ پر درج کرا دیے ہیں اور کسی ملک کو نہیں نصیب کیونکہ زلیخا اور قلوبطرہ (کلوپیٹرا) کی سی نازنین دلبروں کو کسی ملک کی تاریخ نہیں پیش کر سکی۔ جنھوں نے دلبری و دلستانی کو ایک فن بنا کے اُس میں انتہا درجے کا کمال دکھا دیا۔

زلیخا کے حالات کو یہاں تک شہرت و نمود حاصل ہے کہ توریت اور قرآن کے روحانی لٹریچر میں بھی انھیں جگہ مل گئی۔ اور قلوبطرہ کے واقعات مورخین روم کے ذریعے سے اس قدر مشہور ہوے کہ آج ہر زبان کے مورخین کی زبان پر ہیں۔ اور متین سے متین اہل تاریخ کے بیان میں بھی اُن کا تذکرہ آتے ہی ایک شاعرانہ رس اور مزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنے حُسن و جمال کے اثر اور اپنی سحر آفرین آنکھوں کے جادو بھرے تیروں سے کسی کے دل کو زخمی کر دینا ایک ایسا فن ہے جس میں ہر ملک کے حسین کمال رکھتے ہیں۔ اور ہر جگہ کے عشاق خستہ جگر اپنے دلرباؤں کی بے رحمی کی شکایت کر رہے ہیں۔ رومی شاعر اووِڈ کی مثنوی "آرٹ آف لو" (فن عشق بازی) کے مطالعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روم کی ناز آفرین مہ جبینیں کس خوبصورتی سے دل چھین لیا کرتی تھیں۔ اور اُنکے ہاتھوں سے عشاق کیسے دل برشتہ ہو رہے تھے۔ مگر مصر کی یہ دونوں عالم حُسن کی ہیروئنیں جنھوں نے دلستانی کی معرکہ آرائیوں میں قیامت تک یادرہنے والی فتحیں حاصل کی تھیں سب سے بڑا یہ امتیاز رکھتی ہیں کہ اپنے حُسن کو موثر بنانے اور اپنے تیر نظر میں جہانگیری کی قوت پیدا کرنے میں اُنھوں نے جو کمال دکھا دیا اور کہیں کی نازک ادا دلربائیں نہیں دکھا سکیں۔

زلیخا کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسفؑ کو اُنکے نامہربان بھائیوں نے صحراے عرب کے ایک اسمٰعیلی قافلے والوں کے ہاتھ بیچ ڈالا تو وہ لوگ آپ کو لیکے

مصر کے بازار حسن میں پہونچے - اور قطفیر نام ایک معزز عہدہ دار مصر کے ہاتھ فروخت کر ڈالا - جو دربار فراعنہ میں وزیر خزانہ کی خدمت پر مامور تھا - اور عزیز مصر کہلاتا تھا۔ عزیز نے حضرت یوسفؑ کو لا کے اپنی بی بی کے سپرد کیا - جس کا نام مورخین سلف کے نزدیک تو راعیلؔ تھا مگر خدا جانے کیونکر ایران وہند کے متاخر شعراو مورخین میں "زلیخا" مشہور ہو گیا - اور چونکہ اس معزز خاتون کا یہی نام ایران وہندوستان کے بچے بچے کی زبان پر ہے - لہذا ہم بھی اُسے اسی مشہور نام سے یاد کرتے ہیں عزیز نے حضرت یوسفؑ کو اپنی بی بی کے حوالے کرتے وقت یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ چونکہ ہم لاولد ہیں اس لیے اس خوبصورت کنعانی لڑکے کو بیٹا بنا لیں گے -

جب آپ بڑے اور جوان ہوے - اور آپ کے حُسن وجمال میں جوانی کی دلربائی نے جلوہ دکھایا تو زلیخا آپ کی صورت پر فریفتہ ہو گئی - اور اپنے دام میں گرفتار کرنے کے لیے طرح طرح کی تدبیریں کرنے لگی - مگر ایک معصوم پیمبرزادے کے قدم کو لغزش ہونا غیر ممکن تھا - کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی - تب اُس نے مولانا جامی کی روایت کے مطابق ایک مکان کو ایسے طریقے سے سجا اور آراستہ کیا کہ انسان کیسا ہی بے حس ہو اُس میں قدم رکھتے ہی اُس کے دل میں ایک شورش عشق پیدا ہو جائے - ہر طرف در و دیوار میں ایسی تصویریں لگی ہوئی تھیں جنھیں دیکھ کے دل ہاتھوں سے جاتا رہتا - اور ممکن نہ تھا کہ انسان اپنے دل پر قابو رکھ سکے - اُس مکان کے اندر زلیخا یوسفؑ کو نہا لے گئی - سب دروازے بند کر لیے - اور کمال بیتابی عشق کے ساتھ یوسف سے لپٹ گئی - یہاں کے عالم کو دیکھ کے یوسف بھی از خود رفتہ ہو گئے قریب تھا کہ اُس کے دام زلف میں گرفتار ہو جائیں - مگر ساتھ ہی تنبہ ہوا - اور بے اختیار بھاگے - زلیخا نہایت ہی بیتابی سے پیچھے دوڑی اور دامن پکڑ لیا مگر یوسف نے ایسا بے اختیاری سے جھٹکا دیا کہ دامن پھٹ کے اُسکے ہاتھ میں رہ گیا اور یہ دروازہ کھول کے باہر نکل پڑے -

---

خلہ توراۃ اور قرآن مجید میں اس خاتون کا کوئی نام نہیں بتایا گیا ہے اور وہ "عزیز کی جورو" یا "امراۃ العزیز" کے الفاظ سے یاد کی گئی ہے - عرب کے قدیم مورخ ابن اثیر وغیرہ اس محترم و مشہور خاتون کا نام "راعیل" بتاتے ہیں - مگر اب مسلمانوں میں اُس کا نام زلیخا مشہور ہے -

باہر نکلتے ہی عزیز مصر کا سامنا ہو گیا۔ جس نے دونوں کو اس حالت میں دیکھا کہ آگے آگے تو نہایت بدحواسی کے عالم میں یوسف ہیں۔ پیچھے اُس کی جورو۔ دور یوسف کا پھٹا ہوا دامن اُس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ دیکھ کے اُدھر تو وہ بھونچکا رہ گیا۔ اور اِدھر ان دونوں کا یہ عالم ہوا کہ "کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں" مگر زلیخا کی پُرفتن طبیعت اور پُرفن فطرت نے اُسے سنبھالا۔ شوہر کی طرف دیکھ کے بے تحاشا چلائی "تمھاری بی بی کے ساتھ جو کوئی بُرا ارادہ کرے اُس کی سزا قید کے سوا بھلا کیا ہو سکتی ہے؟" یہ سُن کے یوسف میں تاب نہ رہی۔ بولے "خود ہی تو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں۔ اور اُلٹے مجھی کو الزام دیتی ہیں۔ میں جان بچا کے بھاگا تو میرے پیچھے دوڑیں اور میرا دامن پھاڑ لیا"۔ اب عزیز مصر متردد تھا کہ کیا فیصلہ کرے اور کسے الزام دے کہ اُس کا چچازاد بھائی جو اتفاقاً اُس کے ساتھ تھا بولا "کُرتے ہی کے دیکھنے سے دونوں کا جھوٹ سچ کھل جائے گا۔ اگر یوسف کے کُرتے کا اگلا دامن پھٹا ہو تو جانیے کہ زلیخا سچی ہیں اور یوسف جھوٹے ہیں۔ اور اگر پچھلا دامن پھٹا ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ یوسف سچے ہیں اور یہ جھوٹی ہیں"۔ اس تجویز کے مطابق کُرتے کا جو معائنہ کیا گیا تو نظر آیا کہ پچھلا دامن پھٹا ہوا ہے۔ اس ثبوت کے بہم پہونچتے ہی زلیخا کا سر ندامت سے جھک گیا۔ اور عزیز نے بی بی کی طرف دیکھ کے کہا "یہ تمھارا ہی فریب ہے۔ سچ یہ ہے کہ تم لوگ بڑے ہی مکار ہوتے ہو"۔ بی بی کو سزا کیا دیتا؟ اور پھر عزیز سا تاکارہ آدمی جس کی نسبت مشہور تھا کہ عورتوں کے کام ہی کا نہیں ہے۔ اس واقعہ کو اتنے ہی پر ٹال دیا کہ زلیخا سے کہا "بی بی۔ سارا قصور تمھارا تھا۔ لے اب گناہ سے توبہ کرو۔ اور پھر ایسا نہ ہو"۔

یہ تو پہلا موقع تھا جبکہ زلیخا نے اپنے حسن و جمال کے اثر۔ اپنے نازو انداز اور اپنے کمال دلبری سے ایک پیمبر زادے کے دل پر فتح پانے کی کوشش کی تھی۔ مگر چونکہ پیمبری کے دامن عفت میں دھبہ لگانا کوئی آسان کام نہ تھا بالکل کامیاب نہ ہو سکی تھی۔ لیکن ایک دوسرے موقع پر جب اُس نے حسن کی کرشمہ سازیاں دکھانے کے ہنر میں کمال چالاکدستی دکھائی اس بات کا

کوشش کی کہ حسن یوسف کا اثر تمام پرہوش خاتون مصر کے دلون پر ڈال دے اور اپنے آپ کو معذور ثابت کرے پوری طرح فتحیاب ہوئی۔

یہ سین بھی نہایت ہی دلفریب تھا۔ اور سوا مصر کی سرزمین کے اور کہین شاید نہ نظر آیا ہو گا۔

اس کی بنا یہ تھی کہ زلیخا کے دل ہاتھ سے دے بیٹھنے کا حال جب اُمراے مصر کے گھرون مین مشہور ہوا اور تمام معزز خاتونین انگلیون کو دانتون سے کاٹ کاٹ کے زلیخا کو الزام دینے لگین کہ "دلی شوق پورا کرنے کے لیے ایک غلام ہی تھا۔ زلیخا کو کوئی شریف زادہ نہ ملتا تھا؟" تو اپنے سر سے یہ الزام اُٹھانے کے لیے زلیخا نے ایک دن تمام خاتونان مصر کی دعوت کی جس مین بڑے ہی تکلف کا سامان کیا۔ دو کمرے نہایت دولتمندی سے آراستہ کیے۔ جدھر نظر جاتی سونے کی جھالرین جھلک رہی تھین۔ زرد مخمل کا فرش بچھا ہوا تھا۔ ہر طرف دیبا و حریر کے پردے لٹکائے گئے تھے۔ اور اُنکی آرائش مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا گیا تھا۔ پھر ایک کمرے مین اُس نے چابکدست مشاطاؤن کو حکم دیا کہ یوسف کو بنا چُنا کے دولھا بنا دین۔ آپ کے بالون مین کنگھی کر کے موتی پرو دئے گئے۔ حریر زرد کے کپڑے پہنائے گئے جس مین سنہرے روپہلے اور سرخ گل بوٹون پر سبز رنگ کی چڑیان بٹھائی گئی تھین۔ اطلس سرخ کا پائجامہ اور سر پہ موتیون اور جواہرات کا مرصع تاج پہنایا۔ اُس تاج کے نیچے سے آپ کی خم درخم زلفین نکلی ہوئی تھین جو پیشانی پر مار پیچان کی طرح بل کھانے کے بعد چہرے کے گرداگرد چکر کھاتی ہوئی سینے پر لٹکا دی گئی تھین۔ ادھر اُدھر دونون رخسارون پر دو زلفین بچھوون کے ڈنک کی طرح مناسب خم کے ساتھ نکال دی گئی تھین اور باقی زلفین پیٹھ پر بکھری ہوئی تھین جن مین موتی گوندھے گئے اور طلائی موباف ڈال کے عجب پرلطف جال شانون اور پیٹھ پر پھیلا دیا گیا تھا۔ دونون کانون مین دو اعلی درجے کے موتیون کے گوشوارے پڑے تھے۔ گلے مین طلائی مرصع طوق تھا۔ کمر مین سونے کا پٹکا تھا جس مین یاقوت کی گھنڈیان اور موتیون جھالرین لگی تھین۔

جب حضرت یوسف اس طرح نہائے دُھلائے اور سنوارے جا چکے تو دوسرے اُس سے زیادہ پر تکلف کمرے مین دسترخوان بچھایا گیا۔ جس پر تمام حسین و نازآفرین مہانون نے بیٹھ کے ہر قسم کے الوان نعمت کا لطف اُٹھایا۔ اسکے بعد جام شراب کا دَور چلا۔ اور شراب کے بعد جب میوہ خوری کا وقت آیا تو ہر خاتون مصر کے سامنے ایک ترنج اور ایک چھُری لا کے رکھ دی گئی تاکہ اُنھین کاٹ کے کھائین۔ ابھی وہ پھلون کو کاٹنے نہین پائی تھین کہ زلیخا نے اُن سب خاتونون کی طرف متوجہ ہو کے کہا "بی بیو۔ مین نے سُنا ہے کہ ایک غلام کے متعلق تم سب مجھے الزام دیتی ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟" سب نے کہا "ہان سچ ہے۔ ہمارے خیال مین آپ کا حُسن و جمال اس مرتبے کا ہے کہ اُس پر بادشاہون اور شاہزادون کی نظرین پڑنی چاہیین تھین۔ نہ یہ کہ ایک غلام پر فریفتہ ہو کے آپ اپنی بے قدری کر دین!" زلیخا نے کہا "مگر تم اس امر کا صحیح اندازہ نہین کر سکتی ہو۔" پھر حکم دیا کہ مغرب کی طرف کے زربفت کے پردے اُٹھا کے حضرت یوسف لائے جائین۔ مشاطائین اُسی شان و غنائی سے یوسف کو اندر لائین۔ صبح کا وقت تھا اور اس کا پہلے سے انتظام رکھا گیا تھا کہ یوسف جیسے ہی اس کمرے مین داخل ہون اُنکے چہرے پر آفتاب کی شعاعین پڑین۔ چنانچہ آپ لائے گئے۔ سورج کی نرم شعاعون نے چہرے پر سنہرا پانی پھیر کے آپ کے حُسن کو اور چمکا دیا۔ یہ معلوم ہوا کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اُتر آیا ہے۔ یا آسمانی حُسن دنیا مین جلوہ افروز ہو گیا۔ ساری خاتونین مبہوت اور بُت بن کے رہ گئین۔ زلیخا نے کہا "کیون کیا ہوا؟ یہ تم باتین کرتے کرتے رُک کیون گئین؟" سب نے جواب دیا "یہ انسان نہین فرشتہ ہے۔" اس کے بعد سب نے ترنج کاٹنے کا قصد کیا تو بے اختیاری و بیخودی مین ترنجون کے عوض اپنی اُنگلیان کاٹ لین۔ اُنکی یہ حالت دیکھ کے زلیخا بولی "یہی وہ غلام ہے جس کے بارے مین مجھے الزام دیا جاتا ہے۔ اور یہی ہے جس پر تم سب مجھے لعنت ملامت کرتی تھین۔ مگر تھین انصاف کرو کہ ایسے جوان رعنا کو انسان چاہے نہ تو کیا کرے۔" اب سب نے زلیخا

کی معذوری تسلیم کرلی تو زلیخا نے اُن سے التجا کرکے کہا "جب تمھارا یہ خیال ہے تو خدا کے لیے اسے سمجھا بجھا کے راضی کردو" اب سب عورتوں نے اُٹھ اُٹھ کے حضرت یوسف کو فریب دینا شروع کیا - اور بعض بجائے اس کے کہ وہ زلیخا کی وکالت کرتیں - آپ کو خود اپنی طرف مائل کرنے لگیں - مگر بظاہر زلیخا ہی کی سفارش کر رہی تھیں -

درحقیقت یہ بھی نہایت ہی موثر سین تھا کہ حضرت یوسف سجے سجائے دولہا بنے ہوئے خاموش کھڑے ہیں اور مصر کی ساری حسین و پری جمال عورتیں لباس فاخرہ اور زیور پہنے اور ہر قسم کا بناؤ چناؤ کیے ہوئے آپ کو یا تو زلیخا کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور یا اپنے دام میں پھانسنا چاہتی ہیں - بے شک یہ زلیخا کا پہلے سے بھی بڑھا ہوا فریب تھا - مگر پیمبرانہ عصمت اس پر بھی غالب آئی - اور کسی کا زور نہ چلا - یہاں تک کہ زلیخا جب بالکل عاجز و مایوس ہوئی اور کوئی زور نہ چلا تو آپ کو قید خانے میں بھیجدیا -

قلوبطرہ - کلوپیٹرا

زلیخا کے بعد مصر میں قلوبطرہ کے حُسن کی کرشمہ سازیاں ہیں - جس کا پایہ تاریخی حیثیت سے بہت بڑھا ہوا ہے - وہ اُس سرزمین کے کسی معزز گھرانے کی بہو بیٹی نہیں بلکہ خود ملکہ تھی - اور چونکہ وہ اپنے حُسن کی کمند کسی پیمبر زادے پر نہیں ڈالتی تھی - اس لیے اپنے اغراض میں کامیاب بھی خوب ہوئی - اور شہوت پرستی و حُسن فروشی کے نشیب و فراز میں پڑکے آخر خود اپنے ہی کرشمہ سازیوں اور ناز آفرینیوں پر قربان ہوگئی -

سکندر کے ہاتھ سے جب مصر کا پُرانا خاندان فراعنہ پامال ہوا - اور وطنی سلطنت کا خاتمہ ہوچکا تو اسکے بعد بطلیموس لاغوس کے فرمانروائے مصر ہونے سے وہاں بطلیموسیوں کا ایک نیا یونانی خاندان شاہی شروع ہوا - جس کے تاجدار بڑے بڑے حامیان علم و فن گذرے ہیں - اور انھیں میں وہ بڑا نامی گرامی ریاضی دان بطلیوس یا بطلیموس گذرا ہے جسے اکثر لوگ بجائے بادشاہ کے ایک عالی مرتبہ حکیم

و ہندسہ جانتے ہیں اور جو پرانے نظام فلکی کا پہلا بانی تصور کیا جاتا ہے۔
اسی خاندان کے پچھلے تاجدار بطلیموس اولی طس کی دو اولادین تھین۔ ایک لڑکا بطلیموس اور ایک چھوٹی لڑکی قلوبطرہ۔ قلوبطرہ کے حسن وجمال اور اُس کی ذہانت وقابلیت کے باعث باپ کو اُس سے ایسی محبت تھی کہ مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے بعد قلوبطرہ اور بطلیموس دونون مل کے سلطنت کرین۔ مگر افسوس دولت وسلطنت وہ چیز ہے جو محبت و قرابت کے تمام رشتون کو قطع کر دیا کرتی ہے۔ نوعمر بطلیموس سریر شہریاری پر قدم رکھتے ہی بہن کے حق مین ایک نامہربان بھائی بن گیا۔ اور اُسے اُسکے حقوق وراثت سے محروم کر کے گھر سے نکال دیا۔ مگر قلوبطرہ بھی کوئی دبنے والی شہزادی نہ تھی۔ مقابلے کو اُٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے جھنڈے کے نیچے ایک بڑا لشکر جرار جمع کر لیا۔
یہ سنہ ۴۸ قبل محمد یعنی ولادت مسیح سے اڑتالیس سال پیشتر کا زمانہ تھا۔ دولت روم اپنے شباب پر تھی۔ اور وہ دور شروع ہو گیا تھا جبکہ جمہوریت کا زور توڑ کے یولیوس قیصر (جولیس سیزر) سلطنت روم کے سیاہ وسفید کا مالک ہو گیا تھا۔ یولیوس اپنے حریف فامفئی (پامپی) کے تعاقب مین وارد مصر ہوا۔ اور ساحل اسکندریہ پر قدم رکھتے ہی فامفئی کا سر اُسکے سامنے لا کے پیش کر دیا گیا۔ اب وہ واپس چلا جاتا مگر دولت روم کا چونکہ یہ اصول تھا کہ قرب وجوار بلکہ ممالک دور ودراز مین بھی جہان تک بنے سلطنتون کے معاملات مین دخل دہی کر کر کے اپنی قوت بڑھائی جائے۔ لہذا یولیوس قیصر مصر کے خاندان شاہی کا جھگڑا چکانے کے لیے اسکندریہ مین ٹھہر گیا۔ اُس کی آمد کی خبر سنتے ہی قلوبطرہ بھی اسکندریہ پہونچی اور کوشش کرنے لگی کہ کسی صورت سے قیصر کے دربار مین پہونچے۔ اُسے اپنے حسن وجمال پر ناز اور دعوے تھا۔ اور سمجھتی تھی کہ ممکن نہین کوئی شخص میری دلفریب صورت دیکھے اور میرا طرفدار نہ بن جائے۔ اس لیے وہ تو اس فکر مین تھی کہ کسی طرح قیصر سے چار آنکھین ہو جائین۔ اور قیصر کی یہ حالت تھی کہ اُس کی صحبت مین بار پانا قریب قریب غیر ممکن تھا۔ اور غالباً یہ بھی قلوبطرہ کے بھائی بطلیموس کی سازش کا نتیجہ تھا جو قلوبطرہ کی کسی صورت سے قیصر تک رسائی نہین ہو سکتی تھی۔

آخر قلوبطرہ نے قیمتی کپڑوں کے ایک گٹھر میں اپنے آپ کو بند ھوایا۔ اور وہ گٹھا تاجرانہ حیثیت سے قیصر کے سامنے پہونچایا گیا۔ جب اُس کی نگاہ کے روبرو وہ گٹھر کھلا تو اُس میں سے قلوبطرہ نکلی۔ جس کی صورت دیکھتے ہی یولیوس دنگ رہ گیا۔ اب مصر کی حسین شاہزادی نے اپنی مظلومی اور اپنی حالت و کیفیت ایسے ناز و انداز سے بیان کی۔ اور اُس کے عالم آشوب حسن۔ اُسکی سُریلی آواز۔ اور اُس کے دلفریب لہجے نے یولیوس پر ایسا جادو کر دیا کہ۔ ۶۔ وہ نظر ہی وداع طاقت تھی۔ اُس کا دَم بھرنے لگا۔ اور جو جھگڑا پیش نظر تھا اُس میں یہی مشہور فیصلہ کر دیا کہ "حق لیلیٰ بود"

اب قیصر یہاں تمام دنیا و مافیہا کو بھول گیا۔ نہ روم کی سلطنت یاد تھی اور نہ چند وہ باقی ماندہ حریف جو اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ دو سال تک اسکندریہ ہی میں پڑا رہا۔ دن عید اور رات شب برات۔ قلوبطرہ ہر وقت پہلو میں تھی۔ اور اُس کے تمام ارادوں اور حوصلوں پر حکومت کر رہی تھی۔ غریب بطلیموس کی قسمت کا یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بیچارہ دریائے نیل میں ڈبو کے مار ڈالا گیا۔ اور حشمت فراعنہ کی مالک اکیلی قلوبطرہ تھی جو شب و روز یولیوس قیصر سے ہم آغوش رہا کرتی۔

دو سال کی عیش پرستی کے بعد قیصر کو اپنے مقاصد سلطنت یاد آئے۔ ایشیا اور افریقہ کے دیگر صوبجات کی راہ لی۔ اور قلوبطرہ امن و امان اور آزادی و خود مختاری سے مصر میں حکومت کرنے لگی۔ یولیوس بڑے فتوحات حاصل کر کے نہایت ہی دھوم دھام سے رومۃ الکبریٰ میں داخل ہوا۔ اور اسکے بعد چند ہی روز وہاں ٹھہرا تھا کہ طرفداران جمہوریت کے ایک سازشی گروہ نے اُسے سر دربار قتل کر ڈالا۔ اور اُس کے بعد روم میں سخت جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قیصر و (سسرو) جمہوریت کے طرفداروں کے ساتھ الگ خوشیاں منا رہا تھا۔ یولیوس کی بہن کا پوتا اُقطاویانوس جس نے یولیوس کے گھر اور اُسی کے آغوش میں نشو و نما پایا تھا۔ جو چند روز بعد اغسطس کا لقب اختیار کر کے دوسرا شہنشاہ روم بنا۔ اور جس کے ہاتھوں وہاں کی جمہوریت ہمیشہ کے لیے پامال ہو گئی۔ اُسنے

ایک حقدار وراثت کی حیثیت سے سلطنت کا دعوے کیا۔ اور تیسری طرف یولیوس کے نامی گرامی افسر انطونی نے عوام الناس کے ایک بڑے بھاری گروہ کو جمع کر کے یولیوس کے خون کا انتقام لینا چاہا۔ چند روز مین اقطاویانوس اور انطونی باہم مل گئے۔ اور اتفاق کی برکت سے اپنے سب حریفون اور یولیوس کے دشمنون اور قاتلون پر کامیاب ہوے۔

اس کامیابی کے بعد اُقطاویانوس تو رومۃ الکبری مین چلا گیا۔ اور انطونی نے ممالک مشرق کی راہ لی کہ وہان کی سلطنت کو سنبھالے۔ چونکہ مصر پر یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ اُس نے روم کے غالب گروہ کی کوئی مدد نہین کی۔ لہذا ایشیاے کوچک مین پہونچتے ہی انطونی نے نہایت درشتی کے الفاظ مین قلوبطرہ کو لکھا کہ فوراً شہر طرسوس مین حاضر ہو کے جوابدہی کرے۔ جن سخت الفاظ مین یہ فرمان بھیجا گیا تھا اُس سے دولت مصر کی بے شک توہین ہوتی تھی۔ مگر قلوبطرہ عورت تھی اور بہت ہی زکی تھی۔ ہوشیار اور پُرفن عورت۔ اُس نے دل مین کہا۔ ع۔ گر گُڑ سے جو مرے تو زہر کیون دو۔ جانتی تھی کہ مین کس خوبی اور کیسے دعوے کے ساتھ انطونی کو شیشے مین اُتار سکتی ہون۔ ان الفاظ کا ذرا بھی بُرا نہ مانا۔ اور فوراً جوابدہی کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

اسکندریہ سے تو وہ اپنے معمولی جہازون پر بیٹھ کے گئی۔ مگر طرسوس مین داخل ہونے کی شان ایسی عجیب و غریب تھی کہ ہر طرف ہل چل پڑ گئی۔ اور جس کسی نے دیکھا مبہوت و بدحواس رہ گیا کہ یہ کوئی شاہزادی ہے یا آسمان کی پریان اور دیویان زمین پر اُتر آئی ہین؟ شہر طرسوس سمندر سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ اور اُس کے نیچے دریاے قدموس بہا ہے۔ قدموس کے دہانے سے وہ اس طرح چلی کہ اُس کی کشتی نہایت ہی پُرتکلف۔ خوبصورت۔ خوشنما اور دلفگار رکھی۔ کیونکہ اُس پر جابجا سونے چاندی کا پانی پھرا ہوا تھا۔ اور نظر فریب نقش و نگار اور گل بوٹے بنے ہوے تھے۔ پتوار اور کھینے کی للیان چاندی کی تھین۔ اور ایک ارغوانی رنگ کا نہایت ہی خوشرنگ پال چڑھا ہوا تھا۔ جو ہوا کے بھرنے سے عجب بہار دکھاتا تھا۔ کشتی کے اوپر ایک زربفت کا شامیانہ بڑی نفاست سے

کھنچا ہوا تھا۔ جس کی نقاشی کی جھالر شعاع آفتاب پر چشمک زنی کرتی تھی۔ اُسکے نیچے وہ خود سونے کا مرصع تاج سر پر رکھے۔ سر سے پانوں تک مرصع زیور اور مغرق کپڑے پہنے اور جواہرات سے لدی ہوئی دیویوں کی شان سے بیٹھی تھی۔

اُن دنوں چونکہ سارے ملک کا مذہب یونانی اور رومی بت پرستی تھی۔ اور اہل روم و یونان کے عقیدے میں حسن و جمال کی دیوی وینس (زہرہ) تھی۔ جس کی خوبصورتی و رعنائی کی شہرت تھی۔ جس کی نہایت ہی حسین مورتیں ایک خاص وضع اور ادا میں بنا کے مندروں میں رکھی اور پوجی جاتی تھیں۔ اور اُنھیں مندروں میں عشق کا دیوتا کیوپڈ ایک معصوم صفت پردار بچے کی وضع میں بنایا جاتا تھا۔ جس کے ہاتھوں میں تیر کمان ہوتے۔ یعنی وہ دلوں پر عشق کے تیر برسایا کرتا ہے۔

اسی عام خیال کے مطابق قلوبطرہ وینس کا بہروپ بھر کے اور اُسی کی ناز آفرینی کی نشست میں عجیب آن بان اور تمکنت و وقار سے اُس شامیانے کے نیچے طلا کار اور مرصع گاؤ تکیے سے پیٹھ لگا کے بیٹھی۔ خوبصورت خوبصورت لڑکے جو عشق کے دیوتا کیوپڈ کے روپ میں تھے اور تیر و کمان لگائے ہوئے تھے آس پاس کھڑے پنکھا جھلتے اور مگس رانی کر رہے تھے۔ صدہا حسین و پریجمال دوشیزہ لڑکیاں جو آسمانی پریوں کے بھیس میں تھیں خدمت کو حاضر تھیں۔ کچھ تو دست بستہ مؤدب سامنے کھڑی تھیں کچھ اُسکے اشاروں پر کام کاج کے لیے دوڑ رہی تھیں۔ اور بہت سی حوروش اور مہ پارہ لڑکیاں جل پریوں کے بھیس میں تھیں جو پانی میں اُتری ہوئی کشتی کو چڑھاؤ پر ڈھکیل ڈھکیل کے بڑھاتی اور کھینچتی لیے جاتی تھیں۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ اصلی وینس آسمان سے اُتر آئی ہے۔ اور اُسکے تخت کو پریاں اُڑائے لیے جاتی ہیں

ایسا دلفریب اور ہوش رُبا منظر آج تک کبھی کسی کی نظر سے کاہے کو گذرا تھا۔ جو دیکھتا ساتھ ہو لیتا۔ اور دریا کے کنارے ہی کنارے بدحواس کشتی کے ساتھ دوڑنے لگتا۔ اور دین و دنیا بھول جاتا۔ اس شان سے جب یہ کشتی طرسوس میں داخل ہوئی تو دونوں طرف دریا کے کنارے خلقت کا ہجوم تھا۔ اور سارے شہر



میں [illegible] ہو گیا کہ آ[illegible] سے پریان اُتر آئیں - انطونی اُس وقت دربار عام کر رہا تھا - [illegible] اُٹھتے ہی تمام لوگوں نے اُسے چھوڑ دیا - تماشا دیکھنے کے لیے دریا کے کنارے چلے گئے - اور وہ اپنی کرسی پر اکیلا بیٹھا رہ گیا - اتنے میں اُسے خبر پہونچی کہ ملکۂ مصر قلوبطرہ آپ سے ملنے کو آئی ہے - انطونی نے اپنی شاہانہ شان کے قائم رکھنے کے لیے ضبط سے کام لیا اور کہلا بھیجا کہ "وہ یہیں چلی آئیں - اور اُن کی دعوت ہے"۔ قلوبطرہ نے یہ پیام سُن کے دل میں کہا "اگر انطونی نے میرے آنے کی یہ شان نہ دیکھی تو کچھ نہ ہوا"۔ جواب میں کہا "اُن سے جا کے عرض کرو کہ پہلے آپ میری دعوت قبول کر لیں - پھر میں بھی حاضر ہو جاؤں گی"۔ انطونی کو خود ہی اُس شان رعنائی کے دیکھنے کا شوق تھا جس پر ایک زمانہ عش عش کر رہا تھا - بے تکلف دریا کنارے چلا گیا -

وہاں جا کے ایک ایسا عالم نظر آیا کہ ہوش و حواس جاتے رہے - اور ایک جان چھوڑ ہزار جان سے ملکۂ قلوبطرہ کا شیدا ہو گیا - اس آراستگی و نمایش حسن و عشق کے اس کامل بہروپ - اور پھر اس کے ساتھ ملکۂ مصر کی دل لبھانے والی باتوں نے ایسا فریفتہ کیا کہ نہ روم کی سلطنت ہی یاد رہی اور نہ اپنی محبت والی بی بی فلویا - جو روم میں بیٹھی اُس کے نام پر جی رہی تھی - اب انطونی کی چوٹی قلوبطرہ کے ہاتھ میں تھی - چنانچہ اُسے لے کے اُس نے اسکندریہ کی راہ لی - جہاں بیٹھ کے انطونی عیش و عشرت میں پڑ گیا اور رات دن جشن منانے لگا -

ان دونوں نے اپنے اس عیش نشاط کے زمانے میں جیسے جیسے لطف اُٹھائے ہیں اور اپنی عشرت پرستی کے جوش میں جیسی جیسی فضول خرچیاں کی ہیں دائرۂ اعتدال سے باہر ہیں - اور ایسی ہیں کہ لوگوں کو مشکل سے اُن کا یقین آ سکتا ہے ایک بار ایک دوسرے کو جلسہ دینے میں باہم مقابلہ ہوا کہ کون زیادہ فیاضی و بے جگری سے روپیہ لُٹاتا اور سامان عیش فراہم کرتا ہے - انطونی نے کہا "اس میں تم مجھ پر فوقیت نہیں لے جا سکتیں"۔ قلوبطرہ بولی "میں تو ایک گھونٹ پر دس لاکھ روپیہ اُڑا دوں گی - تم کیا کر سکتے ہو؟" اور یہ کہہ کے اپنے کان کی ایک آنی سے ایک بڑا بھاری موتی جس کی قیمت لاکھوں کی تھی سرکے کے جام

مین ڈال دیا۔ اور جب وہ گھل گیا تو اُٹھا کے پی گئی ... ری اتنی کے ویسی ہی
اور اُسی قیمت کے موتی کے اُس نے دو ٹکڑے کیے اور اُ ...
مین صرف کر دیا۔ اُس کی یہ بے جگری دیکھ کے انطونی عش عش کر گیا۔ اور مان گیا
کہ میری محبت مین جو کچھ قلوبطرہ کر سکتی ہے مین نہین کر سکتا۔

چند روز بعد انطونی کو روم جانا پڑا۔ کیونکہ اُس کی بی بی فلویا بیمار تھی۔ فلویا اُسکے پہونچنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوئی تو اُس نے قیصر کی بہن اُکٹاویہ سے شادی کر لی۔

یہ شاہزادی حسین و صاحب جمال ہونے کے ساتھ بڑی باعصمت خاتون تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ انطونی اس قابل نہ تھا کہ ایک ایسی پاکدامن شاہزادی کی قسمت اُس کے ہاتھ مین دے کے پھوڑ دی جائے۔ انطونی کے دل و دماغ مین قلوبطرہ اس قدر بسی ہوئی تھی کہ اُسے اکٹاویہ سے کسی طرح اُنس نہ ہوا۔ اور شادی کی رسوم سے فارغ ہوتے ہی اُس نے ارض مشرق کی راہ لی تاکہ قلوبطرہ کے آغوش شوق کے مزے لوٹے۔

دوبارہ مصر مین آ کے انطونی پھر عیش و عشرت مین پڑ گیا۔ اور قلوبطرہ کی صحبت مین روز بروز اندھا ہوتا جاتا تھا۔ نہ اپنے فرائض سے تعلق تھا اور نہ اپنے انجام کی پروا تھی۔ قلوبطرہ کی محبت کے جوش مین ناعاقبت اندیشی کی دلیری اس حد تک بڑھی کہ شاہزادی اکٹاویہ کے پاس طلاق نامہ لکھ کے بھیج دیا۔ اور کہلا بھیجا کہ "تم سے پہلے میری شادی ملکۂ مصر کے ساتھ ہو چکی تھی"۔ اس واقعے سے شاہزادی کے بھائی قیصر اُکٹاویانوس کی نہایت ہی دلشکنی ہوئی۔

اُکٹاویانوس کو پہلے ہی سے اس بات کا خیال تھا کہ کسی طرح انطونی کو گرا کے دولتِ روم کے کل سیاہ و سفید کا مالک ہو جائے۔ اور اپنے چچا یولیوس قیصر کا سچا اور پورا جانشین بنے۔ بہانہ ہی ڈھونڈھ رہا تھا۔ بہن کی دل آزاری کی تاب نہ لایا۔ سارے رومیون کو اس بات پر برہم کر دیا کہ ظالم دغاباز اور لوگون کو پھانسنے اور لبھانے والی ملکۂ مشرق کے مقابلے مین اکٹاویہ کی ایسی باعصمت اور پاکدامن شاہزادی کی توہین کی گئی۔ رومیون کے دلون مین

مین جوش انتقام پیدا کرکے قیصر نے حملے کے لیے جہازون کا ایک زبردست بیڑا تیار کیا۔ اُدھر سے اپنے جہازون کا بیڑا لے کے انطونی اور قلوبطرہ پہونچے۔ اور علاقۂ اپایرس کی ایک راس کے پاس دونون بیڑون کا مقابلہ ہوا۔
زور وشور سے لڑائی ہو رہی تھی اور فتح و شکست کے آثار کسی طرف نمودار نہین ہونے پائے تھے کہ ناگہان قلوبطرہ لڑائی سے مرعوب اور دہشت زدہ ہو کے بھاگی۔ اور اُس کے ساتھ ہی سارے مصری جہازون نے بھی لڑائی سے رُخ پھیر کے مصر کی راہ لی۔ انطونی اگرچہ بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا مگر اپنی معشوقہ کو واپس جاتے دیکھ کے اُس نے بھی لڑائی کو ناتمام چھوڑا۔ اور اُس کے پیچھے چلا۔ دونون بھاگ کے اسکندریہ مین پہونچے۔ اور عیش وطرب کے جشنون مین اس خیال کو بھی بھُلا دیا کہ دشمن قیصر تعاقب کرتا ہوا چلا آتا ہے اور عنقریب یہان پہونچا چاہتا ہے۔
اقطاویانوس قیصر بھی نہایت ہی چالاک تھا۔ اُس نے بھی دل میں ٹھان لی کہ قلوبطرہ کو اُسی کمند مین پھانسنا چاہیے جس مین وہ اورون کو پھانسا کرتی ہے۔ اسکندریہ کی بندرگاہ کے قریب پہونچتے ہی اُس نے مراسلت کرکے قلوبطرہ پر اپنا اشتیاق اور عشق ظاہر کیا۔ قلوبطرہ نے دل مین کہا "یہ جاتا کہان ہے جس طرح مین نے انطونی کو اپنی زلف گرہگیر مین پھانسا ہے اِسے بھی پھانسون گی۔ اور ایسا گرفتار کرون گی کہ ہمسنے نہ دون گی۔" یہ تو وہ سمجھ ہی گئی تھی کہ اب انطونی مین دم نہین رہا ہے۔ اس لیے اپنے تمام فوجی افسرون اور جہازون کے کپتانون کو حکم دے دیا کہ کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے۔ قیصر آتا ہے تو اُسے بے تکلف آنے دو۔ مگر جب قیصر نے اسکندریہ پر قابض ہو کے اُس کی گرفتاری کا حکم دیا تو ہاتھون کے طوطے اُڑ گئے۔ آخر جب اُس کا کچھ زور نہ چل سکا تو اپنی دو وفادار سہیلیون کو ساتھ لیا۔ اور ایک بُرج مین جسے سلاطین مصر نے عام طریقے کے موافق تعمیر کرا کے اپنا مدفن قرار دیا تھا جا کے چھپ رہی۔ اور شہر مین مشہور ہو گیا کہ قلوبطرہ مر گئی۔ اُس کے مرنے کی خبر سنتے ہی انطونی ایسا بیقرار ہوا کہ فراق معشوقہ کی تاب نہ لا سکنے کے باعث خودکشی پر آمادہ ہو گیا۔ اور اپنی ہی

تلوار سے اپنے آپ کو ایسا زخمی کرلیا کہ زندگی کی کوئی اُمید نہین باقی رہی۔ وہ بستر مرگ پر تڑپ رہا تھا کہ خبر آئی "قلوبطرہ مری نہین زندہ ہے۔ اور آپ کو اپنے بُرج مین بُلاتی ہے" اُس مین چلنے کی طاقت نہ تھی۔ لوگ پلنگ کو کندھون پر اُٹھا کے اُس بُرج کے پاس لے گئے۔ قلوبطرہ کو دشمنون کے خوف سے بُرج کا دروازہ کھولنے کی تو جرأت نہ ہوئی مگر پلنگ کو رسیون مین باندھ کے ایک کھڑکی کی طرف سے اوپر کھینچ لیا۔ اوپر پہونچتے ہی انطونی قلوبطرہ کے سینے سے لپٹ گیا۔ اور اُسی طرح لپٹے ہی لپٹے دم توڑ دیا۔

مگر اب بھی قلوبطرہ اپنی کوششون سے باز نہین آئی۔ اور قیصر کے پھانسنے اور اُس کے مسخر کرنے مین اُس نے کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا لیکن اقطاویانو بھی اس بلا کا مضبوط آدمی تھا کہ اُس سے کسی طرح پیش نہ گئی۔ وہ برابر اسی کوشش مین لگا رہا کہ قلوبطرہ کو زندہ گرفتار کرلے اور اُس سے اپنی بہن کا انتقام لے۔ نہ اُس نے قلوبطرہ کی کسی شرط کو منظور کیا اور نہ اُسے کسی عہد و پیمان پر امان دی۔ آخر قلوبطرہ کو مایوسی ہوئی۔ اور ساتھ ہی اُس کی آنکھون کے سامنے اُس وقت کی تصویر پھر گئی جب وہ گرفتار کرکے رومۃ الکبرے مین لے جائی جائیگی اور وہان قیصر کے جلوس مین اس شان سے نکالی جائے گی کہ ہاتھ پاؤن مین سونے کی زنجیرین ہون گی اور اپنی سواری کی مطلا و مرصع رتھ کے آگے آگے پاپیادہ جا رہی ہوگی۔ اس بے عزتی و ذلت پر اُس نے موت کو ترجیح دی۔

دوسری طرف اُقطاویانوس کو بیحد شوق تھا کہ اس حسین و شہرۂ آفاق ملکہ کو اہل روم کے سامنے اپنے قیدی کی حیثیت سے پیش کرے۔ لہذا اُس نے اس بات کا پورا بندوبست کیا کہ قلوبطرہ خودکشی نہ کرنے پائے۔ جس بُرج مین قلوبطرہ تھی اُس کا چارون طرف سے محاصرہ کرا لیا۔ اور قطعی ممانعت کردی کہ کوئی شخص کسی قسم کا ہتھیار۔ کوئی دوا۔ یا کوئی چیز اندر نہ لے جانے پائے۔ تاہم محاصرہ کرنے والون نے ایک دن انجیر کا ٹوکرا اندر پہونچا دیا۔ جس مین اُن کے نزدیک کسی بات کا اندیشہ نہ تھا۔

اس ٹوکرے کے اندر پہونچنے کے تھوڑی دیر بعد قیصر کو قلوبطرہ کا ایک خط ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ "میرے بچون کو امان دی جائے۔ اور اس کی اجازت دی جائے کہ مین اور انطونی دونون اسی مقبرے مین دفن ہون جس مین ہم دونون ہین۔" قیصر یہ تحریر پاتے ہی لپک کے اُس برج کے پاس پہونچا تو دروازہ کُھلا ہوا تھا۔ اندر جا کے قلوبطرہ کے کمرے کو دیکھا تو ہر طرف خاموشی تھی۔ ملکہ اپنے شاہی لباس اور زیور سے آراستہ اپنی شاہی مسہری پر آرام کر رہی تھی دونون سہیلیون مین سے ایک اُس کے پاؤن کے پاس پڑی ہوئی تھی اور دوسری سرہانے کھڑی اپنے دونون ہاتھون سے اُس کے سر پر تاج کو سنبھالے ہوئے تھی کہ گرنے نہ پائے۔

قیصر کو یہان کے سناٹے مین موت کا سناٹا نظر آیا۔ پوچھا "یہ کارروائی پوری طرح ہو گئی؟" خادمہ بولی "جی ہان ہو گئی۔ اور یہی بات ایسی عالی مرتبہ ملکہ کے شایان تھی۔" اتنا جواب دیتے ہی وہ بھی اپنی جگہ پر گر کے مر گئی۔

اب اس کی جستجو شروع ہوئی کہ قلوبطرہ نے کیونکر جان دی؟ غور کرنے سے ایک چھوٹا نہایت ہی زہریلا سانپ جس کے کاٹتے ہی انسان مر جائے قلوبطرہ کے بازو مین لپٹا ہوا ملا۔ جس سے اپنے آپ کو کٹوا کے ملکہ اور اُس کی دونون خادماؤن نے جان دی تھی۔

قیصر کو افسوس ہوا کہ قلوبطرہ میرے ہاتھ سے اپنی جان کو بچا لے گئی۔ مگر کبر و نخوت کے جوش مین اُسے اب بھی ترس نہ آیا۔ کیونکہ جب رومۃ الکبریٰ مین گیا ہے تو اُس کے داخلے کے باشان و شوکت جلوس مین ملکہ قلوبطرہ کی ایک مورت اُس کی اُسی شاہی مسہری پر سوتی ہوئی نکالی گئی۔ جس کے پیچھے قلوبطرہ کی دونون اولادین (یعنی اُس کا بیٹا اسکندر اور اُس کی بیٹی قلوبطرہ) تھین۔ یہ دونون بچے تھے جن کو قلوبطرہ نے اپنے غرور حسن اور عیش پرستی کے مذاق سے "اپالو" (دیوتا) اور "ڈیانا" (دیوی) کے خطاب دیے تھے۔

اب ملک مصر دولت روم کا ایک صوبہ تھا۔ اور ان دونون بچون کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ قیصر کو تو اپنے جلوس مین اُن کی تشہیر کرانے کے بعد اپنے

اپنے تخت کی داد مل گئی - مگر اُس کی بہن اُقطاویا کو جو واقعی بڑی شریف شاہزادی تھی یہ خیال کرکے اُن بچون پر ترس آ گیا کہ میرے مرحوم شوہر انطونی کی یادگار ہین - اُنھین لے کے اپنی ہی اولاد کی طرح پالا - تربیت کی - اور جب چھوٹی قلوبطرہ بڑی ہوئی تو اُس کی شادی مراکو کے ایک فرمان روا سے کردی -

مصر مین قلوبطرہ کی لاش وہان کے دستور کے مطابق ممی بنا کے اور ایک سُنہرے تابوت مین بند کرکے اُسی مقبرے مین رکھی گئی جو اُس نے اپنے لیے بنوایا تھا - اور اب دو ہزار برس بعد قبر سے نکل کے لندن کے برٹش میوزیم مین پہونچی - جہان آج ہر شخص جا کے اُس کے پُر تکلف تابوت اور اُس کے ابدی خواب ناز کی کیفیت دیکھ سکتا ہے -

استیر - اسرائیلیہ

بُخت نصر شاہ بابل جب پوری قوم بنی اسرائیل کو گرفتار کرکے ارض بابل مین لے گیا - اور فراعنۂ مصر کے جَور و ستم سے نجات پانے کے بعد خدا کی اُس منتخب قوم کو دوبارہ اسیری و غلامی کی مصیبت مین مبتلا ہونا پڑا تو وہان اُنھین انقلابات سلطنت اور مختلف تاجدارون کے اختلاف مذاق سے عجیب عجیب واقعات پیش آئے اہل بابل کے مغلوب اور ایرانیوں کے ہاتھ سے تباہ ہونے کے بعد بھی اگرچہ ایک مدت تک یہود کو آزادی نہین نصیب ہوئی - مگر اُن دنون اُس اسیری ہی مین کبھی کبھی اُن کا ستارۂ اقبال چمک بھی جایا کرتا تھا -

اُنھین خوش اقبالی کے واقعات مین سے ایک حسین و پریوش اسرائیلیہ لڑکی استیر کا واقعہ ہے جو سچ یہ ہے کہ اپنے حسن و جمال اور اپنی دلفریب پیاری صورت کی بدولت خود ہی اپنی قوم کا ستارۂ اقبال بن گئی تھی - مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے دلفریب چہرے مین جیسی نزاکت و نازنینی تھی ویسی اُسکے دل مین نہ تھی - کیونکہ اُس نے اپنے حسن کی کرشمہ سازیون سے فقط اپنی قوم کے بچانے ہی پر اکتفا نہین کی بلکہ ہزارہا خلقت کو قومی بغض کے جوش مین قتل کرا دیا -

اُس کی داستان جو کتاب مقدس توراۃ (عہدنامۂ قدیم) مین درج ہے یہ ہے کہ جب

شہنشاہ اخشویرش (جو تاجداران فارس میں سے تھا) سریرآرائے سلطنت ہوا اور اُس کا حکم حدود ہند سے لے کے بحیرۂ روم تک جاری ہوگیا تو اپنی تخت نشینی کے تیسرے سال اُس نے ایک بڑا بھاری جشن منایا اور تمام امرا و معززین کو دُور دُور سے بُلا کے خاص اپنے دارالسلطنت شوشن مین ٹھہرایا۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی دعوت کی۔ اس جشن کے لیے بڑے بڑے سامان کیے گئے۔ جابجا باغون اور چمنون مین پُر تکلف فرش اور نقرئی و طلائی تخت بچھائے گئے۔ حریر و اطلس کے پردے لٹکائے گئے۔ اور سونے چاندی کے برتنون مین تمام شاہی مہمانون کو کھانا کھلایا گیا۔ شراب پلائی گئی۔ شراب کی یہ کثرت تھی کہ گویا ارغوانی کی سبیلین لگا دی گئین۔ باہر شہنشاہ نے مرد مہمانون کی اور محل مین اُس کی مشہور آفاق وشتی ملکہ نے عورتون کی مہمان نوازی کی۔ اور اُنھین انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

جشن شروع ہونے کے ساتوین دن اخشویرش نے جبکہ شراب کے نشے سے مخمور تھا اور جوش سرور زور ون پر تھا خواجہ سراؤن کو بُلا کے حکم دیا کہ ملکۂ وشتی سے کہو کہ پُر تکلف لباس پہن کے اور تاج شاہی سر پر رکھ کے یہان مردانے دربار مین آئے اور میرے برابر جلوہ افروز ہو کے میری رعایا کو اپنا جمال جہان آرا دکھائے خواجہ سراؤن نے بادشاہ کا یہ حکم ملکہ کو پہونچایا تو اُس نے اس مجمع عام مین آنے سے انکار کیا۔ جس پر شہنشاہ اخشویرش نہایت برافروختہ ہوا اور اپنے مشیرون اور ساتون معزز وزیرون سے جو فارس کے رئیس تھے مشورہ طلب کیا کہ اس نافرمان ملکہ کے بارے مین کیا کیا جائے؟ وزیر اعظم ممو کان نے زمین بوس ہو کے عرض کیا کہ "ملکہ نے فقط حضور کی نافرمانی نہین کی بلکہ ایک بڑا بھاری قومی گناہ کیا ہے۔ اُس کی نافرمانی کی خبر گھر گھر مشہور ہو گی۔ اور تمام عورتین یہ دیکھ کے کہ بادشاہ کی ملکہ اُن کا کہنا نہین مانتی اپنے شوہرون کی نافرمانی کرنے لگین گی۔ اور سارے شوہر اپنی جورؤن کی نظر مین حقیر ہو جائین گے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ اس رتبے سے کہ بادشاہ کی محبوبۂ خاص ہین محروم کر دی جائین۔ اور یہ مرتبہ کسی اور ایسی خاتون کو دیا جائے جو حضور کی فرمان برداری کرے۔ اور پھر اُسے دیکھ کے ساری مملکت کی عورتین اپنے شوہرون کی اطاعت گزار بنین" یہ رائے بادشاہ نے

پسند کی۔ اسی پر عمل ہوا۔ اور وشتی ملکہ بادشاہ کی محبوبۂ خاص ہونے کے درجے سے محروم کر دی گئی۔

اب بادشاہ کے لیے کسی نئی حسینہ کی تلاش شروع ہوئی۔ بادشاہی غلاموں کی تحریک پر ساری قلمرو میں حکم جاری ہوگیا کہ ہر جگہ حسین اور کنواری لڑکیاں جمع کی جائیں۔ اور اُن میں سے جو جادو نگاہ عورتیں منتخب ہوں وہ لا کے ایوانِ شہریاری میں شاہی خواجہ سراؤں کے زیرِ نگرانی رکھی جائیں۔ تاکہ وہ اُنھیں بادشاہ کے ملاحظے میں پیش کرنے کے قابل بنائے۔ بادشاہ کی خلوت میں پیش ہونے کے لیے ضرور تھا کہ ہر حسینہ ایک سال تک خواجہ سراؤں کے زیرِ اہتمام رہے چھ مہینے تک مُر اور لوبان اور عود وغیرہ کی دھونی دی جاتی اور چھ مہینے تک اُس کے بنڈے میں عود۔ اگر۔ اور دوسری خوشبودار چیزوں کے تیل اور بٹنے اور عطر ملے جاتے۔

الغرض سارے ملک سے آٹھ جادو نگاہ اور سرو قامت دلربائیں چُن کے بادشاہ کے لیے رکھی گئیں۔ انھیں میں ایک آستیر بھی تھی۔ جس کی اصلیت یہ تھی کہ ارضِ مقدس سے جو یہودی گرفتار ہو کے بابل میں آئے تھے اُن میں "مردخاے" نام ایک اسرائیلی تھا جو بنیامین کی نسل سے تھا۔ آستیر اُس کے چچا کی بیٹی تھی۔ جو اپنے باپ کے مرجانے سے مردخاے کی تولیت میں تھی۔ اور مردخاے نے بیٹی بنا کے اُسے ناز و نعم سے پالا تھا۔ حسن و جمال میں دُور دُور تک اُس کا جواب نہ تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ جس کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھ لیتی اُس کا شیدا اور گرویدہ ہو جاتا۔ مردخاے نے خود ہی آستیر کو خواجہ سراؤں کے پاس بھیج دیا مگر تاکید کر دی کہ خبردار کسی کو یہ نہ بتانا کہ میں اسرائیلیہ ہوں۔ یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ منتخب کر کے رکھ نہ لی جاتی؟ خواجہ سراؤں نے اُسے پسند کر کے رکھ لیا اور اُس کی تزئین و تدہین ہونے لگی۔

برس گذرنے کے بعد اُن آٹھ لڑکیوں میں سے ہر ایک بادشاہ کی خلوت پیرا میں بھیجی گئی۔ اور صبح کو ناپسند ہو کے نکل گئی۔ آستیر کی باری آئی تو بادشاہ اخشویرس دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ اور اُسی کو بادشاہ کی محبوبۂ خاص اور ملکۂ آفاق بننے کی

عزت دی گئی - اس طریقے سے اخشویرش کی تخت نشینی کے ساتوین برس استیر اُسکی ملکہ بنی - ایسی پریوں اور حورو ش نازنین کے ملنے پر بادشاہ نے بڑی خوشیاں کین - جشن منائے - لوگون کو انعام و اکرام سے سرفراز کیا - استیر نے اب تک کسی کو اپنا اسرائیلیہ ہونا نہین بتایا تھا - مگر ہر امر مین اپنے مربی مردخاے کی مطیع و منقاد تھی - اور مردخاے کو بھی اُس سے اس قدر محبت تھی کہ اب اُس نے بھی بادشاہ کی ڈیوڑھی پر رہنا شروع کر دیا -

اتفاقاً مردخاے کو شاہی ڈیوڑھی پر پڑے پڑے یہ حال معلوم ہوا کہ بادشاہ کے دو غلام اُس کی جان پر حملہ کرنے کی تاک مین ہین - اس کا حال اُس نے استیر کو بتا دیا - اور استیر نے جاکے بادشاہ سے عرض کر دیا - تحقیقات کی گئی تو ثابت ہو گیا کہ وہ دونون غلام واقعی ایسی نمک حرامی کی تجویز مین تھے - اس جرم کی سزا مین اُن دونون کو سولی دی گئی - اور بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ واقعہ پورا پورا اُس کے روزنامچے مین درج کر دیا جائے -

اس اثنا مین بادشاہ اپنے وزرا مین سے ایک وزیر پر جس کا نام ہامان تھا بہت مہربان ہوا - اس کا تقرب روز بروز بڑھتا گیا - اور ساتھ ہی ساتھ اُسکی عزت و وقعت بھی بڑھائی گئی - یہان تک کہ عام حکم دے دیا گیا کہ "جب وہ قصر شاہی مین آیا کرے تو تمام غلامان شاہی سامنا ہوتے ہی اُس کے سامنے سجدے مین گر پڑا کرین" سب غلامون نے اس حکم کی تعمیل کی - مگر مردخاے جو ہمیشہ آتے جاتے وقت ہامان کو بادشاہ کی ڈیوڑھی پر بیٹھا نظر آیا کرتا تھا کبھی سجدہ نہ کیا - بعض غلامون نے کہا بھی کہ "تم سجدہ کیون نہین کرتے؟" اُس نے جواب دیا کہ "یہ تو مجھ سے نہ ہوگا کہ ایک مخلوق کے آگے سجدہ کرون" غلامون کا جب مردخاے پر کوئی زور نہ چلا تو ہامان سے جاکے لگا دی کہ یہ شخص آپ کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کرتا ہے - اور ساتھ ہی یہ بتا دیا کہ یہ یہودی ہے -
ہامان یہ سُن کے نہایت برافروختہ ہوا اور ارادہ کیا کہ اس سے انتقام لے مگر دل مین کہا کہ اکیلے اس ایک متنفس سے بدلہ لیا بھی تو کیا مین اسکی ساری قوم سے بدلہ لون گا - اور اس فکر مین لگا کہ اخشویرش کی سلطنت مین جتنے اسرائیلی ہین

اُن سب کو قتل کر ڈالے۔

اخسویرس کی تخت نشینی کے بارہوین سال ہامان نے پوری طرح پتہ لگا لیا کہ ساری قلمرو مین کتنے یہودی ہین اور کہان کہان آباد ہین - پھر بادشاہ کی خدمت مین آکے عرض کیا کہ "حضور کے ملک مین ایک سرکش گروہ ہے جو لوگ متفرق و منتشر طور پر جا بجا آباد ہین - اور سب کی یہ حالت ہے کہ احکام شاہی کی بجا آوری مین تامل کرتے ہین - اُن کا کیش و آئین - اُن کا طور طریق - اور اُن کے رسم و رواج سب جدا ہین - مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ زندہ نہ چھوڑے جائین - اس لیے اگر حضور کی مرضی ہو تو اُن سب لوگون کے قتل و غارت کا حکم جاری کر دیا جائے تا کہ وہ مطلقاً فنا کر دیے جائین - اور اس کے معاوضے مین دس ہزار وزن (جو اُس زمانے مین مروج ہو) چاندی اُن لوگون کے ہاتھون سے جو قتل و غارت کی کارروائی کرین گے خزانۂ شاہی مین داخل کرا دون گا۔" بادشاہ نے وزیر کی یہ درخواست قبول کر لی - اپنی انگوٹھی اُتار کے اُس کے ہاتھ مین دی اور کہا "یہ میری مُہر ہے - جو حکم تم کو مناسب معلوم ہو میری جانب سے جاری کر دو"

بادشاہ سے منظوری حاصل کر کے ہامان بے انتہا خوش ہوا - اور اُسی وقت تمام ممالک محروسہ اور کُل اضلاع و اقطاع مین عہدہ دارون - والیون - امیرون - مرزبانون (تعلقدارون) کے نام فرمان جاری ہو گیا کہ فلان تاریخ ہر جگہ جتنے اسرائیلی ہون بلا استثنا و امتیاز مع زن و فرزند قتل کر ڈالے جائین - اور اُنکا گھر بار لوٹ لیا جائے - خبردار کوئی یہودی زندہ نہ بچنے پائے" اس حکم کے جاری ہوتے ہی ہر جگہ تہلکہ پڑ گیا - یہود کے دشمن اپنی تلوارین تیز کرنے لگے - اور یہودیون مین ایک عام ماتم بپا ہو گیا - ہر [illegible] گھبراہٹ اور اضطراب کا عالم طاری تھا - ہان ایک ہامان البتہ بادشاہ کی صحبتِ خاص مین بیٹھا شراب کے جام لنڈھا رہا تھا -

مردخاے کو ان باتون کی خبر ہوئی تو اُس نے مارے صدمے کے کپڑے پھاڑ ڈالے - سارے پنڈے مین خاک ملی - اور ایک کھال اوڑھ لی - اور وسط شہر مین کھڑے ہو کے چیخین مار مار کے رویا - اور اِسی وضع سے شاہی ڈیوڑھی پر آیا

جہاں عام حکم تھا کہ جو کوئی کھال اوڑھے ہوئے ہو چاہے کوئی ہو اندر نہ آنے پائے - مردخاے کی اس حالت کی خبر خواجہ سراؤں نے آستیر کو پہنچائی تو وہ نہایت ہی ملول ہوئی اور کپڑے بھیجے کہ اُن کی کھال کی پوشاک بدلواؤ - جس سے مردخاے نے قطعاً انکار کیا - تب آستیر نے اپنے رازدار خواجہ سرا ہتاخ کو بھیجا کہ "پوچھو آخر واقعہ کیا ہے؟" ہتاخ سے مردخاے نے ساری کیفیت بیان کردی - وہ رقم بتائی جس پر اسرائیلیوں کی جانیں مول لی گئی تھیں - اور شاہی فرمان کی ایک نقل بھیج دی کہ آستیر خود ہی پڑھ کے معلوم کرلے کہ اسرائیلیوں کا کیا حشر ہونے والا ہے - اس کے ساتھ کہلا بھیجا کہ "تم بادشاہ کے سامنے جاکے روؤ اور اپنی قوم کو اس عام ہلاکت سے بچاؤ" یہ پیام سُن کے آستیر نے کہلا بھیجا "بڑی خرابی تو یہ ہے کہ میں بالکل مجبور ہوں - میں ابھی مہینہ بھر تک بادشاہ کے یہاں نہ بلائی جاؤں گی - اور وہاں عام قاعدہ یہ ہے کہ چاہے کوئی ہو مرد یا عورت - عزیز ہو یا دوست - اگر بے بلائے بادشاہ کی خلوتِ خاص میں چلا جائے تو بلا تامل قتل کر ڈالا جاتا ہے - سوا اُس شخص کے جسے خود بادشاہ اپنے سونے کے عصائے شاہی سے اشارہ کرکے اس عام قاعدے سے مستثنیٰ کردے - میں بے بُلائے جاؤں گی تو جب تک وہ متوجہ ہوں ہوں قتل ہو جاؤں گی" اس جواب پر مردخاے بہت آشفتہ و برہم ہوا - اور کہلا بھیجا "یہ نہ سمجھ کہ اپنی ساری قوم کے قتل ہو جانے کے بعد تو بادشاہ کے محل میں ہونے کے باعث چین سے بیٹھ سکے گی - اگر تو نے اس موقع پر قوم کی سفارش کو ٹال دیا تو بنی اسرائیل تو اُس عالم میں پہونچ کے آرام پالیں گے اور سرور و نجات کا مرتبہ پائیں گے مگر تو اور تیرا گھرانا ہلاکت میں پڑ جائے گا - اور تیرے دل پر ہمیشہ ایک کوفت رہے گی - خدا کی مصلحتوں کو کون جان سکتا ہے؟ ممکن ہے کہ اسی دن اور اسی گھڑی کے لیے اُس نے تجھے بادشاہ کے محل میں پہونچایا ہو"

یہ سُن کے آستیر کے دل میں قومی ہمدردی کا جوش پیدا ہوا - اور کہلا بھیجا "اچھا میں قوم کے لیے جان دینے کو تیار ہوں - آپ شہر شوشن کے سارے

اسرائیلیون کو جمع کر کے حکم دیجیے کہ میری طرف سے سب روزہ رکھین - مین اُن کی سفارش کے لیے بے بُلائے بادشاہ کے پاس جاؤن گی - اگر مار ڈالی گئی تو مضائقہ نہین - قوم کی خدمت گذاری مین مرون گی - اور جیتی بچی تو شاید خدا میری سُن لے " یہ جواب پا کے مرد خاے واپس گیا - اور کل یہودیون کو روزہ اور دعا و استغفار کی ہدایت کر دی -

جب آستیر اور اُس کے ساتھ تمام قوم نے تین دن تک روزے رکھ لیے تو تیسرے دن آستیر نے شاہی لباس اور زیور سے آراستہ ہو کے اور اپنے آپ کو خوب بنا چنا کے بادشاہ کے اندرونی محل مین قدم رکھا - اور اُس کے کمرے کے سامنے جا کھڑی ہوئی - جس مین بادشاہ اپنے تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھا - اور جہان سے بادشاہ کا سامنا ہوتا تھا - لوگ اُس کے قتل کے لیے جھپٹنے ہی کو تھے کہ بادشاہ کی نظر پڑ گئی - اور جوش محبت سے بیتاب ہو کے فوراً اپنی سونے کی چھڑی اُس کی طرف اُٹھا دی - آستیر نے دوڑ کے اُس چھڑی کی نوک کو ادب سے چوم لیا - اور مؤدب کھڑی ہو گئی - بادشاہ نے نہایت ہی محبت کے لہجے مین کہا " ملکہ آستیر - کیا چاہتی ہو؟ بتاؤ - مانگو گی تو آدھی سلطنت تک دینے کو تیار ہون " آستیر نے عرض کیا کہ " اور نہین بس اتنا چاہتی ہون کہ بادشاہ اور وزیر ہامان آج میری دعوت قبول فرمائین " بادشاہ نے فوراً دعوت قبول کی - اور اُسی وقت ہامان کو بُلوا کے ملکہ کی دعوت مین چلا آیا یہان جب شراب کے دو ایک جام پیے اور سرور ہوا تو جام شراب کو مُنہ سے لگا کے کہا " ملکہ آستیر - تمھارا کیا سوال ہے؟ بتاؤ کہ پورا کرون - آدھی سلطنت تک مانگو گی تو دے دون گا " آستیر نے عرض کیا " میری تمنا بس یہ ہے کہ کل کو یونہین حضور اور وزیر ہامان میری دعوت مین شریک ہون " بادشاہ نے یہ درخواست بھی قبول کی - اور آستیر دوسرے دن کی دعوت کے لیے بڑے بڑے سامان کرنے لگی -

ہامان خوش خوش یہان سے نکل کے چلا تھا کہ ڈیوڑھی پر مرد خاے کی صورت نظر آئی - جس نے نہ اُسے سلام کیا نہ اُس کے سامنے سجدہ کیا - یہ دیکھ کے اُ

دل مین ایک کانٹا سا لگا جو گھر تک کھٹکتا گیا۔ گھر پہونچتے ہی اُس نے اپنی جورو زرش اور اپنے یاران صحبت سے کہا "خدا نے مجھے بہت دولت و عزت دی ہے اولاد کی طرف سے بھی خوش نصیب ہون۔ قدر و منزلت کی یہ حالت ہے کہ بادشاہ نے مجھے ملک کے تمام امرا سے زیادہ معزز بنا دیا۔ یہان تک کہ دیکھو عالی مرتبہ ملکۂ استیر کی دعوت مین بادشاہ کے ساتھ شریک ہونے کی عزت ساری سلطنت مین میرے سوا اور کسی کو نہین نصیب ہوئی۔ اور کل پھر ملکہ نے کمال الطاف و کرم سے مجھے اور بادشاہ کو اپنے یہان مدعو کیا ہے۔ مگر یہ سب باتین اور ساری عزتین خاک مین مل جاتی ہین جب دیکھتا ہون کہ شاہی ڈیوڑھی پہ مرد خاے یہودی غرور و نخوت سے بیٹھا ہوا ہے۔ جو نہ میرے سامنے سجدہ کرتا ہے اور نہ مجھے سلام کرتا ہے"۔

میان کی زبان سے یہ باتین سُن کے زرش بولی "تو تم ایک کام کرو۔ آج ہی ایک پچاس ہاتھ کی لمبی دھنّی تیار رکھو۔ اور کل جاتے ہی بادشاہ کی خدمت مین عرض کرنا کہ یہ یہودی ایسا گستاخ و بے ادب ہے۔ اور حضور سے منظوری لے کے اُسے کل ہی اُس دھنی پہ سولی دلوانا۔ اور جب اُسے سولی دے چکنا تو خوش خوش جا کے ملکۂ آفاق کی دعوت مین شریک ہونا"۔ ہامان نے یہ تجویز پسند کی اور اُس دھنّی کو تیار کرا کے لوگون کو ہدایت کر دی کہ "میرے جانے کے تھوڑی دیر بعد تم اسے لے کے ایوان شاہی مین آ جانا"۔

ادھر آج ہی رات کو بادشاہ اخشویرش کے وہان یہ واقعہ پیش آیا کہ بادشاہ کی نیند اُچاٹ ہو گئی۔ اور جب کسی بات مین جی نہ لگا تو اپنے کاتب کو بُلا کے حکم دیا کہ میرا روزنامچہ تو پڑھ کے سُناؤ۔ روزنامچہ سنتے سنتے جب اس واقعہ پہ پہونچا کہ "دو نمک حرام غلامون نے بادشاہ کے قتل کی سازش کی تھی مگر مرد خا کے حسن کارگذاری سے اُن کا فریب کھُل گیا"۔ تو چونک کے بولا "اس شخص مرد خاے کے ساتھ اس کارگزاری کے صلے مین کیا سلوک کیا گیا؟" لوگون نے عرض کیا "کچھ نہین"۔ یہ بات رات بھر بادشاہ کے خیال مین رہی اور صبح کو بھی اسی فکر مین تھا کہ سامنے سے ہامان نمودار ہوا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی

اخشویرش بولا "ہاں تم خوب آئے۔ بتاؤ کہ جس شخص سے بادشاہ خوش ہو اور اُس کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہو اُس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟" ہامان نے دل میں کہا کہ میرے سوا بادشاہ اور کس سے خوش ہیں۔ اور وزیر ہامان کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جس پر وہ احسان کرنا چاہتے ہوں؟۔ لہٰذا جوشِ مسرت سے از خود رفتہ ہو کے بولا "خداوند اُسے اپنا ملبوس خاص پہنائیں۔ اپنا تاج اُس کے سر پر رکھیں۔ اپنے خاص گھوڑے پر اُسے سوار کرائیں۔ پھر اس شان سے اُسے شہر میں نکالیں۔ اور کسی اپنے مخصوص امیر کو حکم دیں کہ اُس کے ہمراہ رکاب رہے اور یہ منادی کرتا جائے کہ جسے حضور بادشاہ سرفراز کرنا چاہیں یوں سرفراز کرتے ہیں۔" ہامان کی زبان سے یہ الفاظ سُن کے بادشاہ اخشویرش نے کہا "بہتر۔ میرا لباس۔ تاج۔ اور گھوڑا لے کے ڈیوڑھی پر جاؤ۔ وہاں مردخائے نام ایک یہودی بیٹھا ہے اُس کو لباس اور تاج پہنا کے اور اُس گھوڑے پر سوار کر کے شہر میں پھراؤ۔ اور تم خود اُس کے ہمراہ رہ کے منادی کرو کہ جس کو بادشاہ سرفراز کرتا ہے یوں کرتا ہے۔" یہ حکم سُنتے ہی ہامان کے دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ مگر کیا کر سکتا تھا؟ حکم حاکم مرگِ مفاجات۔ فوراً شاہی حکم کی تعمیل کی۔

اس کارروائی کے بعد مردخائے تو پھر جا کے بادشاہ کی ڈیوڑھی پر ٹھہر گیا۔ مگر ہامان خون کے آنسو بہاتا اور اپنے حسد کی آگ میں جلتا بھنتا اپنی بی بی زرش کے پاس پہونچا اور ساری کیفیت بیان کی۔ اُس نے میاں کو دلشکستہ دیکھ کے کہا "تم کڑھتے کیوں ہو؟ ایسا ہی ہے تو اب قتلِ یہود کے دن تم بنی اسرائیل کی خون ریزی کی ابتدا شہر شوشن میں اسی مردخائے سے کرنا۔ اور اسی دھنی پر اُسے مصلوب کرنا۔" میاں بیبیوں میں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شاہی ہرکاروں نے آ کے کہا "آپ کی یاد ہوئی ہے۔ ملکۂ آفاق حسین ومہ جبین ملکۂ استیر کی دعوت میں چلیے۔"

اس پیام سے ہامان کی گونہ تسکین ہوئی۔ فوراً درباری کپڑے پہن کے گیا۔ اور بادشاہ و وزیر دونوں استیر کی محلسرا اور باغ میں جا کے کھانے پینے

مین مصروف ہوے۔ بادشاہ آج بہت ہی خوش اور شادان تھا۔ اور ملکۂ آستیر کے حسن نے اُس کو از خود رفتہ بنا رکھا تھا۔ جام شراب کو منہ سے لگاتے ہی بولا "نازنین و مہ جبین ملکہ! بتا تیرا کیا سوال ہے؟ کہہ چکا کہ تا نگے گی تو آدھی سلطنت تک دے ڈالون گا۔" آستیر نے ایک ناز آفرینی کی ہوش ربا ادا سے زمین ادب چوم کے کہا "اگر مجھ پر حضور کی نظر عنایت ہے تو بس اتنی التجا اور یہی تمنا و آرزو ہے کہ میری جان بخشی ہو اور میرے ساتھ میری قوم کی بھی جان بخشی کی جائے۔ کیونکہ ہم سب قتل و غارت کے لیے بیچ ڈالے گئے ہین۔ اور دو تین روز مین ہم سب قتل ہو جائین گے۔ کاش اتنا ہی ہوتا کہ ہم لوگ بیچ کے لونڈی غلام بنا کے جاتے تو مین صبر کرتی۔ مگر یہان تو ہماری بدنصیبی سے لوگ ہماری جان کے درپے ہین۔" بادشاہ نے متحیر ہو کے پوچھا "کس نے مول لیا؟ اور وہ کون ہے جس کا ایسا ارادہ ہے؟" اب آستیر مین غصہ ضبط کرنے کی تاب نہ تھی۔ بولی "یہی کمبخت ظالم ہامان۔ جو پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اور ہم سب کے خون کا پیاسا ہے۔" ملکہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کے ہامان تو مارے خوف کے کانپنے لگا۔ اور بادشاہ اخشویرش شراب پیتے پیتے جام و صراحی کو ہاتھ سے رکھ کے مارے غصے کے اُٹھا اور سامنے باغ مین جا کے ٹہلنے لگا۔ مگر چہرے سے غیظ و غضب کے آثار نمایان تھے۔

بادشاہ کے ہٹتے ہی ہامان ملکہ آستیر کے قدمون پر گر پڑا۔ اور عفو تقصیر کے لیے گڑگڑا رہا تھا کہ بادشاہ طیش کے ساتھ واپس آیا۔ اور ہامان کی طرف جو ملکۂ آستیر کے تخت کے آگے سربسجود پڑا ہوا تھا مخاطب ہو کے بولا "اور ہان جی۔ میری ملکہ بھی میرے پہلو سے اُٹھا کے اور پابزنجیر کر کے کھینچی جائے گی یا نہین؟" ادھر بادشاہ کی زبان سے یہ آتش بار الفاظ نکلے اور اُدھر شاہی غلامون نے مجرمون کی طرح ہامان کا سر کپڑے مین لپیٹ دیا۔ یہ کارروائی ہو ہی رہی تھی کہ وہ شخص جسے ہامان حکم دے آیا تھا وہ پچاس ہاتھ کی لمبی دھنّی لیے ہوے شاہی محل مین پہونچا۔ اور لوگون نے بڑھ کے بادشاہ کی خدمت مین عرض کیا کہ "ہامان نے یہ دھنّی اس لیے تیار کرائی تھی کہ اس پر

مرد خاے کو سولی دلوائے گا۔" بادشاہ غصے مین بھرا ہوا تھا ہی حکم دیا کہ "اسی ٹکٹی پر ابھی لیجا کے اس ظالم ہامان کو سولی دو۔" جس کی فوراً تعمیل ہو گئی۔ ہامان کے قتل ہو چکنے کے بعد اخشویرش کا غصہ تھما۔ اور وہ پھر اپنی اسرائیلیہ ملکہ کے گھر مین عیش و عشرت مین مشغول ہوا۔

بادشاہ نے ہامان کا گھر اور اُس کی ساری جائداد ملکۂ استیر کو دیدی۔ استیر نے اب موقع پا کے اپنے اور مردخاے کے تعلقاتِ قرابت بادشاہ پر ظاہر کر دیے جن کو معلوم کرکے بادشاہ خوش ہوا۔ اور اُسی وقت اُس کے حسب الطلب مردخاے حاضر دربار ہو کے زمین بوس ہوا۔ بادشاہ نے اپنی انگوٹھی جو ہامان سے چھین لی گئی تھی اپنی اُنگلی سے اُتار کے مردخاے کو عطا کی۔ گویا اس کے ساتھ ہی اُسے خلعتِ وزارت عطا ہوا۔ اور ان سب واقعات کے بعد مردخاے نے جا کے ہامان کے مکان اور جائداد پر قبضہ کیا۔

لیکن ابھی تک استیر کو اطمینان نہین ہوا تھا۔ موقع پا کے وہ پھر ایک بار بادشاہ کے قدمون پر گری اور رو رو کے عرض کیا کہ "حضور مجھے اور میری قوم کو ہامان کے شر سے بچائین۔ کیونکہ قتل و غارت یہود کا حکم ابھی تک منسوخ نہین ہوا ہے۔" بادشاہ نے اپنی طلائی جریب اُس کی طرف اُٹھا دی۔ جو کہ امان دینے کا اشارہ تھا۔ اور استیر نے ہاتھ جوڑ کے اور مؤدب کھڑے ہو کے کہنا شروع کیا کہ "اگر مین حضور کی نظر مین بھلی اور حضور کی مورد عنایت ہون تو فرمان جاری ہو کہ ہامان کے جاری کیے ہوے حکم منسوخ ہون۔ ورنہ سارے اسرائیلی قتل ہو جائین گے اور مین اپنی قوم کے قتل عام کو کیونکر دیکھ سکون گی؟" اخشویرش نے اس کے جواب مین اُس کی اور مردخاے کی طرف متوجہ ہو کے کہا "مین نے ہامان کا گھر بار تم کو دیا۔ اُس کو مصلوب کرایا۔ اور اپنی انگوٹھی بھی تم کو دے دی۔ لہذا تم کو اختیار ہے کہ جس مضمون کا فرمان چاہو میری طرف سے اور میرے نام سے جاری کر دو۔"

مردخاے نے اجازت پاتے ہی تمام والیون۔ مرزبانون۔ رئیسون۔ اور فوجی افسرون کے نام فرمان جاری کر دیا۔ جس کی نقلین تمام علاقون اور ممالک محروسہ مین سانڈنی سوارون۔ ہرکارون اور رسالے کے سوارون کے ذریعے سے بڑی عجلت

کے ساتھ روانہ کی گئین - اس فرمان کی رُو سے پہلا قتل یہود کا حکم منسوخ کیا گیا تھا
اور یہود کو حکم تھا کہ اُسی تاریخ جو اُن کے قتل کے لیے مقرر کی گئی تھی ہر ہر شہر مین
جمع ہون - اور اپنے تمام دشمنون اور اُن سب لوگون کو جو اُنکے خلاف ہون مع
زن و فرزند قتل و ہلاک کر دین - اور یہ کارروائی ہر جگہ اور ہر گاؤن مین ایک
ہی دن اور ایک ہی وقت ہو - یہی حکم خاص دار السلطنت شوشن مین بھی جاری
ہو گیا - جس کے بازارون مین مردخاے آسمانی رنگ کا لباس شاہی اور اوپر
ریشمی عباے ارغوانی پہنے سونے کا مرصع تاج سر پر رکھے کروفر سے برآمد ہوا -
اور اُس کی صورت دیکھ دیکھ کے یہودی ہر جانب سے نعرہاے مسرت بلند کر رہے
تھے -

آخر وہ قتل کی تاریخ آئی - اور یہود نے بلا تامل اپنے دشمنون اور اپنے
ستانے والون کو قتل کرنا شروع کیا - اس یورش مین شہر شوشن کے اندر ہامان
کے دس بیٹے بھی قتل ہوے - لیکن یہود نے سوا قتل کرنے کے لوٹنے اور تاخت
و تاراج کرنے سے بالکل ہاتھ روکا - شام کے وقت بادشاہ اخشویرش کو اس
واقعہ کی رپورٹ ہوئی - اور اُس نے آستیر سے مل کے کہا "ناز آفرین ملکہ - خاص
دار السلطنت مین پانسو آدمی اسرائیلیون کے ہاتھ سے قتل ہوے - اور اضلاع
مین جو کچھ ہوا ہوگا وہ اسکے علاوہ ہے - اس لیے اے میری پیاری ملکہ - بتا
کہ اب تیرا کیا سوال ہے؟ جو کہے گی کرون گا اور جو مانگے گی وہ دون گا" آستیر بولی
"مین چاہتی ہون کہ ایسے ہی قتل عام کی اجازت شہر شوشن مین یہودیون کو کل
پھر دی جاے - اور ہامان کے لڑکون کی لاشین مصلوب کی جائین" بادشاہ نے کہا
"منظور - اجازت ہے کہ اسرائیلی پھر اپنے دشمنون کو قتل کرین" چنانچہ دوسرے دن
بھی قتل عام ہوا اور شوشن مین اُس دن یہود نے ۳۰۰ آدمی قتل کیے - مگر دیگر
مقامات اور اضلاع مین فقط پہلے ہی دن خون ریزی ہوئی تھی جس مین ۷۵ ہزار
آدمیون کو یہودیون نے قتل کیا -

الغرض اضلاع مین دوسرے دن اسرائیلیون نے اپنے دشمنون کو قتل کر کے
خوشیان کین اور عید منائی - اور شہر شوشن مین دو دن قتل کرنے کے بعد تیسرے دن

اور اسی کی یادگار میں مرد فاے کے اشارے سے یہودیوں میں رواج پا گیا کہ ہر سال ان دو دنوں میں بڑی بھاری عید منائی جاتی۔ ساری قوم کے زن و مرد اور بوڑھے بچے اچھے اور نئے کپڑے پہنتے۔ فیاضیاں کرتے۔ باہم دعوتیں کرتے۔ اور اپنی اس قومی کامرانی کی یاد ہمیشہ تازہ رکھتے۔

یہ بھی ایک یہودیہ حسینہ کے حُسن کی ہولناک کرشمہ سازی۔ جو ظاہر کرتی ہے کہ مدتوں کی اسیری و مظلومی نے یہود کی ہوسیں اور آرزوئیں اور اُن کی خوشیاں کس درجہ ذلیل کر دی تھیں۔ اور جوش انتقام نے اُنھیں کیسا ناخدا ترس بنا دیا تھا۔

بلقیس ملکہ سبا

ہر قوم کی تاریخ میں ایک ابتدائی عہد ایسا گذرا ہے جس کے حالات اِس عہد کے قیاسات عقلی سے باہر اور عجیب وغریب واقعات سے لبریز ہیں۔ یونانیوں رومیوں۔ ہندوؤں۔ اور چینیوں ہی میں یہ نہ تھا کہ اُن دنوں آسمان و زمین کے رہنے والے اور عالم بالا و عالم زیرین والے باہم ملتے جلتے تھے۔ اور سرِ دشتیان اور شبستان کی آمدورفت کے راستے کھلے ہوے تھے بلکہ بنی اسرائیل و عرب میں بھی اپنی پرانی تاریخ کے متعلق ایسے ہی حالات مشہور تھے۔ عرب کی ملکہ سبا بلقیس۔ بابل کی ملکہ سمیرامیس اور یونان کی ہیلین بھی اُسی قدیم عہد کی خاتونیں ہیں۔ جو قریب العہد تھیں۔ اور ولادت سرور کائنات سے دو ہزار سال پہلے تقریباً تین سو برس کے اندر ایک دوسرے کے بعد گذریں۔ ان سب کے حالات خلاف فطرت واقعات سے لبریز نظر آتے ہیں۔ مگر اسلام و بت پرستی کا یہ فرق اُس زمانے میں بھی نمایاں تھا کہ بابل کی سمیرامیس اور یونان کی ہیلین تو دیویاں بن گئیں اور بلقیس صرف ایک حق پرست ملکہ اور پیغمبر کی بی بی بننے سے زیادہ تجاوز نہ کر سکی۔ سمیرامیس اور ہیلین میں بے عصمتی۔ آوارگی۔ اور شہوت پرستی تھی۔ اور بلقیس دُنیا کو فتح کرنے والے حُسن وجمال کے ساتھ عصمت و عفت کے زیور سے آراستہ تھی۔

بلقیس کا واقعہ کتب آسمانی مین بھی مذکور ہے مگر بہت مختصر۔ اور ما بقی حالات کا تکملہ قومی روایتون اور کہانیون سے کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اُس کے متعلق اختلافات بھی بہت ہین۔ اور اُن کا اعتبار بھی نہین کیا جا سکتا۔

بعض اہل روایت کہتے ہین کہ اُس کا اصلی نام بلقمہ تھا۔ اور یشرح بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی بیٹی تھی۔ بعض اُس کے باپ کا نام یشرح بن تبع ذی الاغار بن تبع ذی المنار بن تبع رائش بتاتے ہین۔ مگر یہ در اصل کوئی اختلاف نہین۔ اس لیے کہ وہ قدیم شاہانِ یمن کی نسل سے تھی جو تبع کہلاتے تھے۔ اور ان بادشاہون کے نام کے ساتھ ایک لقب بھی ہوا کرتا تھا۔ جس کے اول مین اکثر لفظ "ذو" رہا کرتا۔ لہذا پہلی روایت مین اُن کے اصلی نام بتائے گئے ہین اور دوسری مین اُن کے شاہانہ القاب۔

ان ملوک تبع کا جو تبابعۂ یمن کہلاتے تھے بڑا زمانہ گذرا ہے۔ اپنے دور مین وہ کسی سلطنت کو اپنے مقابل نہین سمجھتے تھے۔ اور ساری دنیا کا بادشاہ اپنے آپ ہی کو خیال کرتے تھے۔ قدیم فراعنۂ مصر کا مذاق۔ اُن کا سامان عیش اُن کا زیور۔ اُن کے ظروف۔ اور اُن کے قصر و ایوان تبابعۂ یمن سے اس قدر ملتے جلتے تھے کہ اہل بصیرت کو خیال ہو چلا ہے کہ مصر والے تہذیب و تمدن مین ان ملوک عرب ہی کے شاگرد تھے۔ اور اگر کبھی یمن کے کھنڈرون کو کھود کے وہان کی تاریخ کا پتہ لگایا جا سکا تو کیا عجب کہ یہ قیاس یقین کی صورت اختیار کر لے۔ الغرض انھین تبابعۂ یمن کی ایک وارثِ تاج و دیہیم ملکۂ بلقیس بھی تھی۔

اُس کے متعلق جو خارج از عقل واقعات بیان کیے گئے ہین اُن مین ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی مان بادشاہ جن کی شاہزادی تھی جس کا نام رواحہ یا ریحانہ تھا۔ اور اُس غیر معمولی عقد شادی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ بلقیس کا باپ یشرح اپنے خاندان کا چالیسوان فرمان روا تھا۔ ساری دنیا پر متصرف تھا۔ اور سارے جہان مین کسی شاہی خاندان کو اپنا کف

اور ہمرتبہ نہ سمجھتا تھا کہ اُس کی لڑکی کو اپنی ملکہ بنائے - اور آخر کار کہنے
لگا کہ میں انسانوں میں شادی ہی نہ کروں گا -

وہ جنگل میں جاکے شکار کیا کرتا - اور ہرنوں کی طرح شریر جنوں کا بھی شکار کرتا تھا - بہت سے شریر جن اُس کے ہاتھ سے مارے گئے تو خود بادشاہ جن نے نمودار ہوکے اُس کا شکریہ ادا کیا - اور اس نے اُس کے عوض اُسے اُس کی بیٹی کا پیام دیا - بعض کہتے ہیں کہ یوں نہیں - بلکہ ایک دفعہ اُس نے دیکھا کہ ایک کالا اور ایک سفید سانپ باہم لڑ رہے ہیں - آخر لڑتے لڑتے کالا سانپ سفید سانپ پر غالب آیا - یہ بات اُسے پسند نہ آئی - ملازموں کو حکم دیا کہ اُس کالے سانپ کو مار ڈالو - اور سفید جو نہایت مضمحل و ناتوان ہو رہا تھا اُسے پانی چھڑک چھڑک کے ہوش میں لایا - یہاں تک کہ وہ رینگ کے چلا گیا - رات کو یشرح اپنے خلوت خانے میں تھا کہ ناگہاں ایک خوشرو نوجوان نمودار ہوا جس کی صورت دیکھ کے یشرح ڈرا تو اُس نے کہا آپ خوف نہ کھائیے میں وہی سفید سانپ ہوں جس کی دن کو آپ نے جان بچائی تھی - اس احسان کا جو معاوضہ کہیے کرنے کو تیار ہوں کہیے تو روپیہ پیسہ لا کے نذر کروں - یا کہیے تو آپ کو فن طب بتا دوں - یشرح نے کہا روپیہ پیسہ خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے - طب کی ضرورت بادشاہوں کو نہیں - حکمرانی کے ساتھ وہ طبابت بھی کرنے لگیں تو لوگ نام رکھیں گے - لیکن ہاں میری یہ آرزو البتہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی بیٹی ہو تو اُسے میرے عقد نکاح میں دیجے اُس جوان جن نے کہا "ہاں میری ایک بیٹی ہے - اور اُس کے لیے آپ کا پیام قبول بھی کرتا ہوں - لیکن اُس کی شرط یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے آپ اُس کے کاموں میں دخل نہ دیں اگر ذرا بھی دخل دیا تو وہ آپ کو چھوڑ کے چلی جائے گی" - یشرح نے یہ شرط منظور کی - اور شادی ہو گئی -

شادی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جیسے پیدا ہوتے ہی ماں نے دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا - باپ کو صدمہ تو بڑا ہوا مگر اپنے عہد کی پابندی میں خاموش ہو رہا - پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی جیسے ماں نے ایک کتیا کے سامنے ڈال د

اور وہ اُسے جھپٹ کے اُٹھا لے گئی۔ اب ئی بھی دل شکستہ باپ نے کلیجے پر صبر کی سل رکھ لی۔ اس کے بعد کسی باغی نے سر اُٹھایا اور بادشاہ نے اُس کی سرکوبی کے لیے فوج کشی کی۔ پُراسرار بی بی بھی اُس سفر میں ساتھ تھی۔ ایک منزل پر پہونچ کے جہاں رسد اور پانی ملنے کی کوئی اُمید نہ تھی کیا دیکھتا ہے کہ سارے غلہ اور کھانے کی چیزیں مٹی میں مل گئیں۔ مشکوں کے دہانے آپ ہی آپ کھل گئے اور سارا پانی بہ گیا۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کو اپنی اور اپنے لشکر کی ہلاکت کا یقین آ گیا۔ اور یہ بھی سمجھ گیا کہ یہ کارستانی جنوں نے میری بی بی کے کہنے سے کی ہے۔ ابھی تک تو ضبط کیا تھا۔ مگر اب نہ ہو سکا۔ بی بی کے سامنے جا کے بیٹھا۔ اور بد عہدی کے الزام سے بچنے کے لیے زمین کی طرف اشارہ کرکے کہا "تو نے میرے بیٹے کو جلا دیا میں نے دم نہ مارا۔ میری بیٹی کتیا کو دے دی اور میں نے آہ نہ کی۔ لیکن اب اس آفت سے تو کوئی بھی فوراً جواب دیا" بہتر تھا کہ تم اب بھی صبر کرتے۔ تمھارے کھانے پانی میں دشمنوں نے زہر ملا دیا تھا۔ اگر وہ تلف نہ کر دیا جاتا تو ایک بھی زندہ نہ بچتا۔" یہ کہہ کے اُس نے ایک ایسے مقام پر پہونچا دیا جہاں کھانا پانی سب چیزیں کثرت سے مل گئیں۔ اس کے بعد وہ بولی "تمھیں اپنے بیٹے کا صدمہ ہے۔ اُسے میں نے ایک دائی کے سپرد کر دیا تھا مگر خدا کو زندگی نہیں منظور تھی مر گیا۔ رہی تمھاری بیٹی وہ جیتی جاگتی موجود ہے۔" اور اُس کے یہ کہتے ہی ایک حسین و خوبرو لڑکی زمین سے نکل کے باپ کے سینے سے لپٹ گئی۔ یہی بلقیس تھی۔ جس سے مل کے باپ بیحد خوش ہوا۔ خلاصہ یہ کہ بلقیس عرب کی شکنتلا تھی جو انسان اور پری کی آمیزش سے پیدا ہوئی۔

اس کے بعد بادشاہ نے اُس غنیم کو مغلوب کیا۔ اور انتظام سلطنت اپنی زندگی ہی میں بلقیس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور جب مرا تو وہی وارث تاج و تخت ہوئی۔ مگر اس میں بھی بعض اہل روایت کو اختلاف ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بلقیس کا باپ بغیر کوئی وصیت کیے مر گیا۔ اور اس کے بعد رعایا

مین جھگڑا پڑا - ایک گروہ نے بلقیس کی اطاعت قبول کی - اور ایک نے اُسکے چچا زاد بھائی کی - اُس کے اس ابن عم نے حکومت پاتے ہی طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کر دیے - خصوصاً اُس کی شہوت پرستی اس درجے کو پہونچ گئی کہ ملک بھر مین جس کی بیٹی کو حسین و خوبرو سنتا بلوا کے بے آبرو کر ڈالتا۔ آخر لوگ عاجز آ کے اس فکر مین ہوے کہ اُسے تخت سے اُتار دین - یہ باتین بلقیس کو ناگوار گذر رہی تھین کہ اُس نے بلقیس کو بھی بے عزت کرنے کے لیے بُلوایا - بلقیس نے کہلا بھیجا " مین نہین ملکہ آپ خود مجھ سے ملنے کو یہان آئیے " وہ فوراً چلا آیا - اور یہان دو شخص چھپا کے لگا دیے گئے تھے - اِدھر اُس نے مکان کے اندر قدم رکھا اور اُدھر اُنھون نے اپنی تلوارون سے کام تمام کر دیا - اس کے بعد ہی بلقیس نے وزرا کو غیرت دلائی کہ تم مین سے ایک بھی نہ تھا جسے اپنی بیٹی کی بے عزتی پر غیرت آتی ؟" پھر اُس کی لاش دکھائی اور کہا " اب جس کسی کو مناسب سمجھو اپنا بادشاہ بناؤ " سب نے کہا " آپ سے بہتر حکمران ہمین نہین نصیب ہو سکتا " لہذا آپ ہی اپنے آبائی تخت کو اپنے جلوس سے زینت دیجیے "

بلقیس کی تخت نشینی کے متعلق اور ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب اُس کا ابن عم بادشاہ ہو لیا - تو بلقیس نے خود ہی اُس سے شادی کی درخواست کی - اُس نے کہا " مجھے تو اس کی پہلے ہی سے آرزو تھی مگر اُمید نہ تھی کہ تم قبول کرو گی - اور اسی وجہ سے پیام دینے کی جرأت نہ ہو سکی - بلقیس نے کہا " مجھے انکار کی کیا وجہ تھی ؟ نسب اور خاندان مین تم میرے ہم رتبہ ہو - اچھا تو اب تمام اعزا و اقارب کو جمع کر کے نکاح پڑھوا لو " اس قرارداد کے مطابق نکاح ہو گیا - رات کو جب وہ حجلۂ عروسی مین آیا تو بلقیس نے اتنی شراب اُسے پلائی کہ مدہوش ہو گیا - تب بلقیس نے اُس کا سر کاٹ لیا - اور اپنے گھر چلی آئی - اور اُس سر کو اپنے دروازے پر لٹکوا دیا لوگون کو جب اس کی خبر ہوئی تو بلقیس کے سامنے آ کے آستان بوس ہوے اور اُسے تخت پر بٹھایا -

بلقیس نے سریر شہریاری پر قدم رکھتے ہی ایسی خوبی اور شان و شوکت سے حکومت کی کہ اُس کے کوکب اقبال کے سامنے تمام تابعین کا ستارہ گھٹتا گیا۔ اُن سب کے واقعات مشکوک و مشتبہ کہانیاں رہ گئے۔ اور بلقیس کی تاریخ اور اُس کے کارناموں کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ قرآن پاک کے مقدس اوراق میں بھی درج ہیں۔

اُس کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کہتے ہیں کہ اُس کے ۳۰۰ وزیر تھے جو دربار میں مؤدب و دست بستہ کھڑے رہتے۔ بارہ سپہ سالار تھے جو اطراف و جوانب میں فوج کشی اور سرکشوں کی سرکوبی کرتے رہتے۔ اور چالیس ہزار لشکر ہمیشہ آستان سلطنت میں کمربستہ رہتا کہ اشارہ ہوتے ہی شمشیر زنی کے لیے روانہ ہو جائے۔ اسکے علاوہ ۴۰۰ تاجدار اُس کے باج گذار اور مطیع فرمان بتائے جاتے ہیں۔

سب سے زیادہ شہرت اُس کے تخت کی ہے جسے اُس نے ایسے اہتمام اور تکلف سے آراستہ کیا تھا کہ آج تک دنیا میں کوئی تخت اسکے تخت کا ہم پایہ نہیں خیال کیا جاتا۔ حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی وہ ایک حیرت انگیز چیز بتایا گیا ہے۔ اس پر نہایت خوش سلیقگی سے سونے چاندی کے پتر چڑھائے گئے تھے۔ اور اُن پر قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ایوان شہریاری سات عالیشان قصروں سے آراستہ تھا جو ایک دوسرے کے اندر واقع تھے۔ اور ساتویں قصر میں تخت تھا۔ لہذا ہر طرف سے انسان سات قصروں اور دہلیزوں سے گذرنے کے بعد تخت تک پہونچ سکتا تھا۔ ان سب محلوں کے در و دیوار اور چھت پر بھی چاندی سونے کا ملمع تھا اور جواہرات سے مرصع کر کے اُن میں نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

مشرقی جانب ایک روشندان تھا اور آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اُسکی شعاعیں آکے تخت کے پایوں پر پڑتی تھیں۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ ہر صبح سب سے پہلے آفتاب آکے سجدہ کیا کرتا ہے۔ اس روشندان کی آرائش و زینت میں بلقیس نے تین لاکھ اوقیہ سونا خرچ کیا تھا (ایک اوقیہ

۲ تولہ ۹ ماشہ اور ۶ رتی کا ہوتا ہے)

یہ ولادت سرور کائنات صلعم سے ۱۶۱۲ سال پہلے کا زمانہ تھا جبکہ ارض یہودا و فلسطین مین حضرت سلیمانؑ کی حکومت تھی - اور شیاطین و اجنہ کے علاوہ وحوش و طیور تک آپ کے مطیع و منقاد تھے - اتفاقاً آپ کا لشکر کسی طرف سے گذرا جہان پانی میسر نہ آتا تھا - ہُدہُد کو بھیجا گیا کہ پانی کا پتہ لگائے - وہ جو اس تلاش مین گیا تو ایوان بلقیس مین گذرا جہان کی نزہت و شادابی دیکھ کے اُتر پڑا - اور یہان کی دلچسپیون کا ایسا گرویدہ ہوا کہ واپسی مین دیر ہو گئی - حضرت سلیمانؑ برہم بیٹھے ہوے تھے کہ ہُدہُد آیا اور بلقیس کی حکومت اور اُس کے قصر و ایوان کی خبر دی - آپ نے اُسی کے ذریعہ سے بلقیس کو ایک خط بھیجا جس مین ملت حنیفیہ بیضا کی طرف مدعو کیا تھا - یہ خط پڑھ کے بلقیس نے وزراء و امراء سے مشورہ کیا - لوگون نے کہا "ہماری سطوت و عظمت ایسی نہین کہ کسی سے دب جائین - ہم فوج کشی و جانبازی کو تیار ہین - مگر حضور کو اختیار ہے جو مناسب سمجھین حکم دین" بلقیس نے کہا مین اس بادشاہ کے پاس جو پیمبری کا دعوی کرتا ہے ایک ہدیہ بھیجتی اور اُسکے ذریعے سے اُسے آزماتی ہون - اگر سچا پیغمبر ثابت ہوا تو اُس کی اطاعت کرون گی ورنہ اُسے اس گستاخی کی سزا دون گی" اس قرارداد کے مطابق بلقیس کے دربار سے ہدیے بھیجے گئے جن مین ۵۰۰ خوبصورت غلام اور ۵۰۰ پری جمال لونڈیان تھین - لیکن غلام عورتون کا زیور اور لباس پہنا کے آراستہ و پیراستہ کیے گئے اور لونڈیان مردانے کپڑے پہنا کے خوبصورت اور بانکے ترچھے جوان رعنا بنا دی گئین - دوسرے تحفے یہ تھے ایک ہزار سونے چاندی کی اینٹین - ایک مرصع و مکلل تاج - مشک اور عنبر - اور ایک ڈبہ تھا جن مین ایک بیش بہا موتی اور ایک مہرہ تھا - مگر بیدھنے مین دونون کے سوراخ ٹیڑھے کر دیے گئے تھے - ان ہدیون کو لے کے دربار بلقیس کا معزز و محترم شخص منذر بن عمر مع اپنے چند معزز رفقا کے روانہ ہوا بلقیس نے چلتے وقت منذر سے کہا "اگر سلیمان نبی ہین تو لونڈی غلامون کو پہچان جائین گے - موتی

کا سوراخ سیدھا کر دین گے اور مُہرے کے سوراخ مین ڈورا ڈال دین گے"
اور یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر ان ہدیون کو دیکھ کے سلیمان تمھاری طرف بڑھیں اور غصے کی نظر سے دیکھیں تو سمجھ جانا کہ وہ معمولی بادشاہ ہین۔ اور اگر اُن کی خندہ جبینی و بشاشت مین فرق نہ آئے تو جان لینا کہ پیغمبر ہین۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت سلیمان کو بذریعۂ وحی ان تمام باتون کی پہلے ہی سے اطلاع دے دی۔

آپ نے اُن لوگون کے دکھانے کے لیے ایسا سامان کیا جو انسان کی قوت و فہم سے بالکل باہر تھا۔ اجنہ کی مدد سے سات فرسخ تک زمین سونے اور چاندی کی بنا دی گئی اور اسکے گرد ایک سونے کی دیوار تعمیر کی گئی۔ اور اُس میدان مین دو طرفہ تمام عجیب و غریب جانور لاکے جمع کر دیے گئے۔ پھر آپ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوے۔ اور تخت کے دونون جانب تمام اہل دربار جن مین حیوانات جن و انس شریک تھے اپنے اپنے مرتبے سے کرسیون پر بیٹھے۔ یمن کے سفیر جب اس میدان مین داخل ہوے تو وہان کا منظر دیکھ کے اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ سونے کی یہ بے قدری دیکھی کہ اُس کی زمین پر چوپائے لید کر رہے ہین۔ لہذا سونے چاندی کی جو اینٹین لائے تھے اُنھین یہان حقیر دیکھ کے راستے مین ڈال دیا۔ اور لونڈی غلام اور اُس ڈبے کو لیے ہوے دربار مین حاضر ہوے۔ حضرت سلیمان اُن سے شگفتہ روئی سے ملے اور خود ہی کہا "وہ ڈبہ جو تم لائے ہو کہان ہے؟" اور اُنھون نے جیسے ہی پیش کیا آپ نے ایک چونٹی کو اشارہ کیا جس نے سوراخ سیدھا کر دیا پھر ایک سفید کیڑے کو اشارہ کیا اُس نے مہرے مین ڈورا ڈال دیا۔ اسکے بعد آپ نے لونڈی غلامون کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ مُنہ دھوئین۔ اور اُن کے منہ دھونے کی وضع سے خود ہی کھُل گیا کہ جو غلام نظر آ رہے ہین دراصل لونڈیان ہین اور جو لونڈیان دُلھن بنی ہوئی کھڑی ہین تو کنیز و امرد غلام ہین۔ ان سب رموز کا انکشاف کرنے کے بعد حضرت سلیمان نے وہ ہدیے واپس کر دیے۔

ان سفیرون نے واپس آکے جب ساری سرگذشت بلقیس سے بیان

کی تو اُسے یقین آ گیا کہ حضرت سلیمان صرف بادشاہ نہیں پیغمبر الٰہی ہیں۔ فوراً خود جانے پر تیار ہو گئی۔ اور بارہ ہزار ہاتھیوں کا پُرجلال جلوس ساتھ لے کے چل کھڑی ہوئی۔ جب بیت المقدس کے قریب پہونچی تو حضرت سلیمان نے جنوں کے ذریعے سے اُس کا تخت اُٹھوا منگایا اور محض اس غرض سے کہ بلقیس کو پہچاننے میں شبہہ پڑے اُس کے جواہرات جا بجا سے بدل دیے۔

بلقیس کی آمد آمد کی خبر سے جنوں میں کھلبلی پڑ گئی کہ اگر سلیمان نے بلقیس سے عقد کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو پھر ہم پرسے خاندان سلیمان کی حکومت کبھی نہ مٹے گی۔ کیونکہ بلقیس کی اولاد میں جنوں کے خصائص بھی موجود ہوں گے جو انسانوں میں نہیں ہوتے۔ لہٰذا اُنھوں نے حضرت سلیمان کی سامنے بلقیس کے عیوب بیان کرنا شروع کیے۔ اور کہا "بلقیس ایک بے تمیز و بے عقل عورت ہے اور اُس کے پاؤں میں چوپاؤں کی طرح بال ہیں۔" حضرت سلیمان نے اس کا پتہ لگانے کے لیے ایک عالیشان شیشے کا محل بنوایا۔ جس کی زمین بھی شیشے کی تھی۔ مگر شیشے کے نیچے پانی دوڑا دیا گیا تھا اور اُس میں ہر قسم اور ہر رنگ کے دریائی جانور لا کے چھوڑ دیے گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پانی نہ تھا بلکہ شیشے کا رنگ پانی کا سا تھا اور اُس کے نیچے دریائی جانوروں کی تصویریں بنا دی گئی تھیں۔ الغرض جو کچھ ہو۔ اوپر سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ زمین نہیں بلکہ سمندر ہے اور اُس میں جانور چل پھر رہے ہیں۔ اس محل میں حضرت سلیمان تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ بلقیس جیسے ہی یہاں پہونچی سمجھی یہاں زمین نہیں سمندر ہے۔ اور اپنے لباس کے دامن یا پائینچے ہاتھ سے پکڑ کے اُٹھائے تاکہ پانی میں بھیگ نہ جائیں۔ اور ساتھ ہی حضرت سلیمان کو نظر آ گیا کہ اُس کی پنڈلیوں پر بال ہیں۔ اس کے بعد آزمانے کے لیے اُس سے سوال کیا گیا کہ "آپ کا تخت ایسا ہی ہے؟" جس کے جواب میں وہ سوچ کے اور تامل ہو کے بولی "جو بہو وہی معلوم ہوتا ہے"! الغرض ملنے کے بعد حضرت سلیمان کو یقین آ گیا کہ جنوں کے بیان کے خلاف بلقیس ایک نہایت ہی عاقل اور سمجھدار ملکہ ہے۔ مگر ہاں اُس کے پاؤں میں بال البتہ ہیں۔ چنانچہ

بلقیس کا واقعہ کتب آسمانی مین بھی مذکور ہے مگر بہت مختصر۔ اور اُسکے حالات کا تکملہ قومی روایتون اور کہانیون سے کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے اُس کے متعلق اختلافات بھی بہت ہین۔ اور اُن کا اعتبار بھی نہین کیا جا سکتا۔

بعض اہل روایت کہتے ہین کہ اُس کا اصلی نام بلقمہ تھا۔ اور یشرح بن حارث بن قیس بن صیفی بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی بیٹی تھی۔ بعض اُس کے باپ کا نام یشرح بن تبع ذی الاغار بن تبع ذی المنار بن تبع رائش بتاتے ہین۔ مگر یہ در اصل کوئی اختلاف نہین۔ اس لیے کہ وہ قدیم شاہانِ یمن کی نسل سے تھی جو تبع کہلاتے تھے۔ اور ان بادشاہون کے نام کے ساتھ ایک لقب بھی ہوا کرتا تھا۔ جس کے اول مین اکثر لفظ "ذو" رہا کرتا۔ لہذا پہلی روایت مین اُن کے اصلی نام بتائے گئے ہین اور دوسری مین اُن کے شاہانہ القاب۔

ان ملوک تبع کا جو تبابعۂ یمن کہلاتے تھے بڑا زمانہ گذرا ہے۔ اپنے دَور مین وہ کسی سلطنت کو اپنے مقابل نہین سمجھتے تھے۔ اور ساری دنیا کا بادشاہ اپنے آپ ہی کو خیال کرتے تھے۔ قدیم فراعنۂ مصر کا مذاق۔ اُن کا سامانِ عیش اُن کا زیور۔ اُن کے ظروف۔ اور اُن کے قصر و ایوان تبابعۂ یمن سے اس قدر ملتے جلتے تھے کہ اہل بصیرت کو خیال ہو چلا ہے کہ مصر والے تہذیب و تمدن مین ان ملوک عرب ہی کے شاگرد تھے۔ اور اگر کبھی یمن کے کھنڈرون کو کھود کے وہان کی تاریخ کا پتہ لگایا جا سکا تو کیا عجب کہ یہ قیاس یقین کی صورت اختیار کر لے۔ الغرض انھین تبابعۂ یمن کی ایک وارثِ تاج و دیہیم ملکۂ بلقیس بھی تھی۔

اُس کے متعلق جو خارج از عقل واقعات بیان کیے گئے ہین اُن مین ایک یہ بھی ہے کہ اُس کی مان بادشاہ جن کی شاہزادی تھی جس کا نام رواحہ یا ریحانہ تھا۔ اور اُس غیر معمولی عقد شادی کے متعلق یہ روایت بیان کیجاتی ہے کہ بلقیس کا باپ یشرح اپنے خاندان کا چالیسوان فرمان روا تھا۔ ساری دنیا پر متصرف تھا۔ اور ہمارے جہان مین کسی شاہی خاندان کو اپنا کفو اور

اور ہرنبہ نہ سمجھتا تھا کہ اُس کی لڑکی کو اپنی ملکہ بنائے - اور آخر کار ر
لگا کہ جن انسانون مین شادی ہی نہ کرون گا -

وہ جنگل مین جاکے شکار کیا کرتا - اور ہرنون کی طرح شریر جنون
بھی شکار کرتا تھا - بہت سے شریر جن اُس کے ہاتھ سے مارے گئے تو خود باد
جن نے نمودار ہو کے اُس کا شکریہ ادا کیا - اور اس نے اُس کے عوض
اُس کی بیٹی کا پیام دیا - بعض کہتے ہین کہ یون نہین - بلکہ ایک دفعہ اُ
دیکھا کہ ایک کالا اور ایک سفید سانپ باہم لڑ رہے ہین - آخر لڑتے لڑ
کالا سانپ سفید سانپ پر غالب آیا - یہ بات اُسے پسند نہ آئی - ملازمو
حکم دیا کہ اُس کالے سانپ کو مار ڈالو - اور سفید جو نہایت مضمحل و ناتوان
ہو رہا تھا اُسے پانی چھڑک چھڑک کے ہوش مین لایا - یہان تک کہ وہ رینگ
کے چلا گیا - رات کو یشرح اپنے خلوت خانے مین تھا کہ ناگہان ایک خوش
نوجوان نمودار ہوا جس کی صورت دیکھ کے یشرح ڈرا تو اُس نے کہا آپ
دیکھا ہئے ہین وہی سفید سانپ ہون جس کی دن کو آپ نے جان بچائی تھی -
اس احسان کا جو معاوضہ کہیے کرنے کو تیار رہون کہیے تو روپیہ پیسہ لا کے
نذر کرون - یا کہیے تو آپ کو فن طب بتا دون - یشرح نے کہا روپیہ پیسہ
خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے - طب کی ضرورت بادشاہون کو نہین - حکمرا
کے ساتھ وہ طبابت بھی کرنے لگین تو لوگ نام رکھین گے - لیکن ہان میر
یہ آرزو البتہ ہے کہ اگر آپ کی کوئی بیٹی ہو تو اُسے میرے عقد نکاح مین د
اُس جوان جن نے کہا "ہان میری ایک بیٹی ہے - اور اُس کے لیے آپ کا
پیام قبول بھی کرتا ہون - لیکن اُسکی شرط یہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے آپ
اُس کے کامون مین دخل نہ دین اگر ذرا بھی دخل دیا تو وہ آپ کو چھو
کے چلی آئے گی" - یشرح نے یہ شرط منظور کی - اور شادی ہو گئی -

شادی کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جسے پیدا ہوتے ہی ماں نے دہکتی ہو
آگ مین پھینک دیا - باپ کو صدمہ تو بڑا ہوا مگر اپنے عہد کی پابندی مین خا
ہو رہا - پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی جسے ماں نے ایک کُتیا کے سامنے ڈال د

اور وہ اُسے جھپٹ کے اُٹھا لے گئی۔ اب کی بھی دل شکستہ باپ نے کلیجے پر صبر کی سِل رکھ لی۔ اس کے بعد کسی باغی نے سر اُٹھایا اور بادشاہ نے اُس کی سرکوبی کے لیے فوج کشی کی۔ پُر اسرار بی بی بھی اُس سفر میں ساتھ تھی۔ ایک منزل پر پہونچ کے جہاں رسد اور پانی ملنے کی کوئی اُمید نہ تھی کیا دیکھتا ہے کہ سارے غلہ اور کھانے کی چیزیں مٹی میں مل گئیں۔ مشکوں کے دہانے آپ ہی آپ کھُل گئے اور سارا پانی بہ گیا۔ یہ دیکھتے ہی بادشاہ کو اپنی اور اپنے لشکر کی ہلاکت کا یقین آ گیا۔ اور یہ بھی سمجھ گیا کہ یہ کارستانی جنّوں نے میری بی بی کے کہنے سے کی ہے۔ ابھی تک تو ضبط کیا تھا۔ مگر اب نہ ہو سکا۔ بی بی کے سامنے جا کے بیٹھا۔ اور بد عہدی کے الزام سے بچنے کے لیے زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا "تو نے میرے بیٹے کو جلا دیا میں نے دم نہ مارا۔ میری بیٹی کتیا کو دے دی اور میں نے آہ نہ کی۔ لیکن اب اس آفت سے تو کوئی بھی" فوراً جواب دیا "بہتر تھا کہ تم اب بھی صبر کرتے۔ تمھارے کھانے پانی میں دشمنوں نے زہر ملا دیا تھا۔ اگر وہ تلف نہ کر دیا جاتا تو ایک بھی زندہ نہ بچتا۔" یہ کہہ کے اُس نے ایک ایسے مقام پر پہونچا دیا جہاں کھانا پانی سب چیزیں کثرت سے مل گئیں۔ اس کے بعد وہ بولی "تمھیں اپنے بیٹے کا صدمہ ہے۔ اُسے میں نے ایک دائی کے سپرد کر دیا تھا مگر خدا کو زندگی نہیں منظور تھی مر گیا۔ رہی تمھاری بیٹی وہ جیتی جاگتی موجود ہے۔" اور اُس کے یہ کہتے ہی ایک حسین و خوبرو لڑکی زمین سے نکل کے باپ کے سینے سے لپٹ گئی۔ یہی بلقیس تھی۔ جس سے مل کے باپ بیحد خوش ہوا۔ خلاصہ یہ کہ بلقیس عرب کی شکنتلا تھی جو انسان اور پری کی آمیزش سے پیدا ہوئی۔

اس کے بعد بادشاہ نے اُس غنیم کو مغلوب کیا۔ اور انتظام سلطنت اپنی زندگی ہی میں بلقیس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور جب مرا تو وہی وارث تاج و تخت ہوئی۔ مگر اس میں بھی بعض اہل روایت کو اختلاف ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بلقیس کا باپ بغیر کوئی وصیت کیے مر گیا۔ اور اس کے بعد رعایا

میں جو [illegible] ایک زمانہ
چچا زاد بھائی کی۔ اُس کے اس ابنِ عم نے حکومت پاتے ہی طرح طرح کے ظلم کرنا شروع کر دیے۔ خصوصاً اُس کی شہوت پرستی اس درجے کو پہونچ گئی کہ ملک بھر میں جس کی بیٹی کو حسین و خوبرو سنتا بلوا کے بے آبرو کر ڈالتا۔ آخر لوگ عاجز آ کے اس فکر میں ہوے کہ اُسے تخت سے اُتار دیں۔ یہ باتیں بلقیس کو ناگوار گذر رہی تھیں کہ اُس نے بلقیس کو بھی بے عزت کرنے کے لیے بُلوایا۔ بلقیس نے کہلا بھیجا "میں نہیں بلکہ آپ خود مجھ سے ملنے کو یہاں آئیے"۔ وہ فوراً چلا آیا۔ اور یہاں دو شخص چھپا کے لگا دیے گئے تھے۔ اِدھر اُس نے مکان کے اندر قدم رکھا اور اُدھر اُنھوں نے اپنی تلواروں سے کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ہی بلقیس نے وزرا کو غیرت دلائی کہ تم میں سے ایک بھی نہ تھا جسے اپنی بیٹی کی بے عزتی پر غیرت آتی؟" پھر اُس کی لاش دکھائی اور کہا "اب جس کسی کو مناسب سمجھو اپنا بادشاہ بناؤ"۔ سب نے کہا "آپ سے بہتر حکمران ہمیں نہیں نصیب ہو سکتا۔ لہذا آپ ہی اپنے آبائی تخت کو اپنے جلوس سے زینت دیجیے"۔

بلقیس کی تخت نشینی کے متعلق اور ایک روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب اُس کا ابنِ عم بادشاہ ہو لیا۔ تو بلقیس نے خود ہی اُس سے شادی کی درخواست کی۔ اُس نے کہا "مجھے تو اس کی پہلے ہی سے آرزو تھی مگر اُمید نہ تھی کہ تم قبول کرو گی۔ اور اسی وجہ سے پیام دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔ بلقیس نے کہا "مجھے انکار کی کیا وجہ تھی؟ نسب اور خاندان میں تم میرے ہم رتبہ ہو۔ اچھا تو اب تمام اعزا و اقارب کو جمع کر کے نکاح پڑھوا لو"۔ اس قرارداد کے مطابق نکاح ہو گیا۔ رات کو جب وہ حجلۂ عروسی میں آیا تو بلقیس نے اتنی شراب اُسے پلائی کہ مدہوش ہو گیا۔ تب بلقیس نے اُس کا سر کاٹ لیا۔ اور اپنے گھر چلی آئی۔ اور اُس سر کو اپنے دروازے پر لٹکوا دیا۔ لوگوں کو جب اس کی خبر ہوئی تو بلقیس کے سامنے آ کے آستان بوس ہوے اور اُسے تخت پر بٹھایا۔

بلقیس نے سریر شہریاری پر قدم رکھتے ہی ایسی خوبی اور شان و شوکت سے حکومت کی کہ اُس کے کوکب اقبال کے سامنے تمام تابعین کا ستارہ گہنا گیا۔ اُن سب کے واقعات مشکوک و مشتبہ کہانیاں رہ گئے۔ اور بلقیس کی تاریخ اور اُس کے کارناموں کی یہان تک شہرت ہوئی کہ قرآنِ پاک کے مقدس اوراق مین بھی درج ہین۔

اُس کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کہتے ہین کہ اُس کے ۳۰۰ وزیر تھے جو دربار مین مؤدب و دست بستہ کھڑے رہتے۔ بارہ سپہ سالار تھے جو اطراف و جوانب مین فوج کشی اور سرکشون کی سرکوبی کرتے رہتے۔ اور چالیس ہزار لشکر ہمیشہ آستان سلطنت مین کمربستہ رہتا کہ اشارہ ہوتے ہی شمشیرزنی کے لیے روانہ ہو جائے۔ اسکے علاوہ ۴۰۰ تاجدار اُس کے باج گذار اور مطیع فرمان بتائے جاتے ہین۔

سب سے زیادہ شہرت اُس کے تخت کی ہے جسے اُس نے ایسے اہتمام اور تکلف سے آراستہ کیا تھا کہ آج تک دنیا مین کوئی تخت اسکے تخت کا ہم پایہ نہین خیال کیا جاتا۔ حتیٰ کہ قرآن مجید مین بھی وہ ایک حیرت انگیز چیز بتایا گیا ہے۔ اس پر نہایت خوش سلیقگی سے سونے چاندی کے پتر چڑھائے گئے تھے۔ اور اُن پر قیمتی جواہرات جڑے ہوے تھے۔ ایوان شہریاری سات عالیشان قصرون سے آراستہ تھا جو ایک دوسرے کے اندر واقع تھے۔ اور ساتوین قصر مین تخت تھا۔ لہذا ہر طرف سے انسان سات قصرون اور دہلیزون سے گذرنے کے بعد تخت تک پہونچ سکتا تھا۔ ان سب محلون کے در و دیوار اور چھت پر بھی چاندی سونے کا ملمع تھا اور جواہرات سے مرصع کر کے اُن مین نقش و نگار بنائے گئے تھے۔

مشرق جانب ایک روشن دان تھا اور آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اُسکی شعاعین آ کے تخت کے پایون پر پڑتی تھین۔ اور سمجھا جاتا تھا کہ ہر صبح سب سے پہلے آفتاب آ کے سجدہ کیا کرتا ہے۔ اس روشن دان کی آرائش و زینت مین بلقیس نے تین لاکھ اوقیہ سونا خرچ کیا تھا (ایک اوقیہ

۲ تولہ ۶ ماشہ اور ۶ رتی کا ہوتا ہے)

یہ ولادت سرورِ کائنات صلعم سے ۱۶۱۲ سال پہلے کا زمانہ تھا جبکہ ارضِ یہودا و فلسطین مین حضرت سلیمانؑ کی حکومت تھی - اور شیاطین واجنہ کے علاوہ وحوش وطیور تک آپ کے مطیع و منقاد تھے - اتفاقاً آپ کا لشکر کسی طرف سے گذرا جہان پانی میسر نہ آتا تھا - ہُدہُد کو بھیجا گیا کہ پانی کا پتہ لگائے - وہ جو اس تلاش مین گیا تو ایوان بلقیس مین گذرا جہان کی نزہت وشادابی دیکھ کے اُتر پڑا - اور یہان کی دلچسپیون کا ایسا گرویدہ ہوا کہ واپسی مین دیر ہو گئی - حضرت سلیمانؑ برہم بیٹھے ہوے تھے کہ ہُدہُد آیا اور بلقیس کی حکومت اور اُس کے قصر و ایوان کی خبر دی - آپ نے اُسی کے ذریعہ سے بلقیس کو ایک خط بھیجا جس مین ملت حنیفیہ بیضا کی طرف مدعو کیا تھا - یہ خط پڑھ کے بلقیس نے وزراء و امراء سے مشورہ کیا - لوگون نے کہا "ہماری سطوت و عظمت ایسی نہین کہ کسی سے دب جائین - ہم فوج کشی و جانبازی کو تیار ہین - مگر حضور کو اختیار ہے جو مناسب سمجھین حکم دین" بلقیس نے کہا مین اس بادشاہ کے پاس جو پیمبری کا دعوی کرتا ہے ایک ہدیہ بھیجتی اور اُسکے ذریعے سے اُسے آزماتی ہون - اگر سچا پیغمبر ثابت ہوا تو اُس کی اطاعت کرون گی ورنہ اُسے اس گستاخی کی سزا دون گی" اس قرارداد کے مطابق بلقیس کے دربار سے ہدیے بھیجے گئے جن مین ۵۰۰ خوبصورت غلام اور ۵۰۰ پری جمال لونڈیان تھین - لیکن غلام عورتون کا زیور اور لباس پہنا کے آراستہ و پیراستہ کیے گئے اور لونڈیان مردانے کپڑے پہنا کے خوبصورت اور بانکے ترچھے جوان رعنا بنادی گئین - دوسرے تحفے یہ تھے ایک ہزار سونے چاندی کی اینٹین - ایک مرصع و مکلل تاج - مشک اور عنبر - اور ایک ڈبّہ تھا جس مین ایک بیش بہا موتی اور ایک مہرہ تھا - مگر بیدھنے مین دونون کے سوراخ ٹیڑھے کر دیے گئے تھے - ان ہدیون کو لے کے دربار بلقیس کا معزز و محترم شخص منذر بن عمر مع اپنے چند معزز رفقا کے روانہ ہوا بلقیس نے چلتے وقت منذر سے کہا "اگر سلیمان نبی ہین تو لونڈی غلامون کو پہچان جائین گے - موتی

کا سوراخ سیدھا کردیں گے اور مُہرے کے سوراخ میں ڈورا ڈال دیں گے"
اور یہ بھی خیال رکھنا کہ اگر ان ہدیوں کو دیکھ کے سلیمان تمھاری طرف بڑھیں اور غصے کی نظر سے دیکھیں تو سمجھ جانا کہ وہ معمولی بادشاہ ہیں۔ اور اگر اُن کی خندہ جبینی و بشاشت میں فرق نہ آئے تو جان لینا کہ پیغمبر ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے حضرت سلیمان کو بذریعۂ وحی ان تمام باتوں کی پہلے ہی سے اطلاع دے دی۔

آپ نے اُن لوگوں کے دکھانے کے لیے ایسا سامان کیا جو انسان کی قوت و فہم سے بالکل باہر تھا۔ اجنہ کی مدد سے سات فرسخ تک زمین سونے اور چاندی کی بنادی گئی اور اسکے گرد ایک سونے کی دیوار تعمیر کی گئی۔ اور اُس میدان میں وہ طرفہ تمام عجیب و غریب جانور لاکے جمع کردیے گئے۔ پھر آپ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوے۔ اور تخت کے دونوں جانب تمام اہل دربار جن میں حیوانات جن و انس شریک تھے اپنے اپنے مرتبے سے کرسیوں پر بیٹھے۔ یمن کے سفیر جب اس میدان میں داخل ہوے تو یہاں کا منظر دیکھ کے اُن کے ہوش اُڑ گئے۔ سونے کی یہ بے قدری دیکھی کہ اُس کی زمین پر چوپائے لید کر رہے ہیں۔ لہذا سونے چاندی کی جو اینٹیں لائے تھے اُنھیں یہاں حقیر دیکھ کے راستے میں ڈال دیا۔ اور لونڈی غلام اور اُس ڈبیے کو لیے ہوے دربار میں حاضر ہوے۔ حضرت سلیمان اُن سے شگفتہ روئی سے ملے اور خود ہی کہا "وہ ڈبّہ جو تم لائے ہو کہاں ہے؟" اور اُنھوں نے جیسے ہی پیش کیا آپ نے ایک چونٹی کو اشارہ کیا جس نے سوراخ سیدھا کر دیا پھر ایک سفید کیڑے کو اشارہ کیا اُس نے مہرے میں ڈورا ڈال دیا۔ اسکے بعد آپ نے لونڈی غلاموں کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ منہ دھوئیں۔ اور اُن کے منہ دھونے کی وضع سے خود ہی کھل گیا کہ جو غلام نظر آ رہے ہیں دراصل لونڈیاں ہیں اور جو لونڈیاں دُلھن بنی ہوئی کھڑی ہیں نوخیز و امرد غلام ہیں۔ ان سب رموز کا انکشاف کرنے کے بعد حضرت سلیمان نے وہ ہدیے واپس کر دیے۔
ان سفیروں نے واپس آکے جب ساری سرگذشت بلقیس سے بیان

کی تو اُسے یقین آگیا کہ حضرت سلیمان صرف بادشاہ نہین پیغمبر آلہی ہین۔ فوراً خود جانے پر تیار ہوگئی۔ اور بارہ ہزار ہاتھیون کا پُرجلال جلوس ساتھ لے کے چل کھڑی ہوئی جب بیت المقدس کے قریب پہونچی تو حضرت سلیمان نے جنون کے ذریعے سے اُس کا تخت اُٹھوا منگایا اور محض اس غرض سے کہ بلقیس کو پہچاننے مین شبہہ پڑے اُس کے جواہرات جا بجا سے بدل دیے۔

بلقیس کی آمد آمد کی خبر سے جنون مین کھل بلی پڑ گئی کہ اگر سلیمان نے بلقیس سے عقد کر لیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو پھر ہم پر سے خاندان سلیمان کی حکومت کبھی نہ مٹے گی۔ کیونکہ بلقیس کی اولاد مین جنون کے خصائص بھی موجود ہون گے جو انسانون مین نہین ہوتے۔ لہذا اُنھون نے حضرت سلیمان کی سامنے بلقیس کے عیوب بیان کرنا شروع کیے۔ اور کہا "بلقیس ایک بدتمیز و بے عقل عورت ہے اور اُس کے پانوُن مین چوپاؤن کی طرح بال ہین"۔ حضرت سلیمان نے اس کا پتہ لگانے کے لیے ایک عالیشان شیشے کا محل بنوایا۔ جس کی زمین بھی شیشے کی تھی۔ مگر شیشے کے نیچے پانی دوڑایا گیا تھا اور اُس مین ہر قسم اور ہر وضع کے دریائی جانور لاکے چھوڑ دیے گئے۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ پانی نہ تھا بلکہ شیشے کا رنگ پانی کا سا تھا اور اُس کے نیچے دریائی جانورون کی تصویرین بنا دی گئی تھین۔ الغرض جو کچھ ہو۔ اوپر سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ زمین نہین بلکہ سمندر ہے اور اُس مین جانور چل پھر رہے ہین۔ اس محل مین حضرت سلیمان تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوے۔ بلقیس جیسے ہی یہان پہونچی سمجھی کہ یہان زمین نہین سمندر ہے۔ اور اپنے لباس کے دامن یا پائینچے ہاتھ سے پکڑ کے اُٹھائے تاکہ پانی مین بھیگ نہ جائین۔ اور ساتھ ہی حضرت سلیمان کو نظر آگیا کہ اُس کی پنڈلیون پر بال ہین۔ اس کے بعد آزمانے کے لیے اُس سے سوال کیا گیا کہ "آپ کا تخت ایسا ہی ہے؟" جس کے جواب مین وہ سوچ کے اور متامل ہو کے بولی "ہُو بہُو وہی معلوم ہوتا ہے"۔ الغرض ملنے کے بعد حضرت سلیمان کو یقین آگیا کہ جنون کے بیان کے خلاف بلقیس ایک نہایت ہی عاقل اور سمجھ دار ملکہ ہے۔ مگر ہان اُس کے پانوُن مین بال البتہ ہین۔ چنانچہ

کہتے ہین کہ اسی عیب کے دُور کرنے کے لیے اُس زمانے مین نُورے کا نسخہ ایجاد کیا گیا -

اب حضرت سلیمان نے بلقیس کو دین الٰہی کی طرف بلایا - اور وہ کلمۂ توحید پڑھ کے مسلمان ہوئی - پھر حضرت سلیمان نے اُس سے نکاح کر لیا اور آپ کی محبوب ترین ملکہ وہی تھی - عقد کے بعد آپ نے اُسے ملک یمن ہی حکومت پر برقرار رکھا - اور معمول تھا کہ ہر مہینے مین ایک بار جا کے آپ تین دن تک اُس کے وہان رہا کرتے - اُس کے بطن سے آپ کا ایک صاحبزادہ بھی پیدا ہوا جس کا نام داؤد رکھا گیا تھا مگر وہ باپ کی زندگی مین دنیا سے رخصت ہو گیا -

بعض لوگون کا اس کے خلاف یہ بیان ہے کہ حضرت سلیمان نے بلقیس سے خود نکاح نہین کیا بلکہ اُسے حکم دیا کہ اپنی قوم کے کسی مرد سے عقد کر لے مگر اُس نے انکار کیا - حضرت سلیمان نے فرمایا اسلام مین یہ غیر ممکن ہے - اگر مسلمان ہوئی ہو تو تمھین کسی سے نکاح بھی کرنا پڑے گا - یہ حکم سُن کے وہ بولی اگر اس سے مفر نہین تو پھر بادشاہ ہمدان ذوتبع کے ساتھ میرا نکاح کرا دیجیے آپ نے اُس کی یہ خواہش پوری کر دی - اور یمن کے جنون کو حکم دیا کہ اُسکی اطاعت و فرمان برداری کرین - چنانچہ اُس نے اور اُس کے شوہر نے جنون کی مدد سے متعدد قصر و ایوان تعمیر کرائے - منجملہ اُنھین قصرون کے یمن کے عالیشان ایوان سلحین - مرواح - فلیون - ہنیدہ - بیون - اور غمدان تھے -

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد جنون نے ذوتبع کی اطاعت چھوڑ دی - اور آپ کے انتقال کے ساتھ ہی اُن کی سلطنت کا بھی خاتمہ ہو گیا -

مگر بعض اہل روایت کہتے ہین کہ بلقیس نے جناب سلیمان کی زندگی ہی مین وفات پائی - اور آپ نے اُسے شہر تدمر (یعنی ملکۂ زنوبیہ کے شہر) کی خاک مین دفن کر کے قبر کا نشان مٹا دیا تا کہ لوگون کی نظر سے مخفی رہے -

———:—:—:———

سمی رامیس (ملکۂ بابل)

بابل کی نسبت تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگلی دنیا کا کوئی شہر اُس کی عظمت وشان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ جب ساری دنیا پر وحشت برس رہی تھی اور تمدن وتہذیب کا کہین پتہ نہ تھا اُس وقت دریاے فرات کے کنارے اس شہر کی رونق اور چہل پہل اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ توراۃ مین وہ سارے شہرون کی ملکہ بتایا گیا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ صدہا عجیب وغریب اور بارونق عمارتون نے زیور کا کام دے کے اسے واقعی دُلھن بنا دیا تھا۔ اس کا پہلا آباد کرنے والا اگرچہ نمرود بتایا گیا ہے جس کی بدولت حضرت ابراہیمؑ نے ترک وطن کیا اور جس نے پہلے پہل شاہی اور سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ مگر اس شہر کو اصلی عروج جس کی کوششون سے حاصل ہوا اور جس کی خوش سلیقگی کی طفیل مین اُسے "ملکہ" اور "دُلھن" کے لقب دیے جاتے ہین یہی ملکۂ سمی رامیس تھی جس کا نام آج ہمارے پرچے کا زیب عنوان ہے۔ اور جس کے حالات ہم تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین۔ سمی رامیس نے بابل کو ایسا سنوارا اور سجایا تھا کہ تمام عالم کے شہرون نے اُس کے عظمت وجلال اور اُس کی خوشنمائی وزینت کے آگے ادب سے سر جھکا دیے۔ اور بابل کے جس کنوئین مین ہاروت و ماروت کے سے فرشتے پھنس کے رہ گئے کوئی تعجب نہین کہ وہ اسی پرجمال ملکہ کا چاہ غبغب ہو۔ بابل کی خوشنمائی اور رونق کی داستانین اس بات کا ثبوت دے رہی ہین کہ کسی چیز کے بنانے سنوارنے اور آراستہ کرنے مین عورت کا سلیقہ مردون سے کس قدر بڑھا ہوا ہے۔

سمی رامیس ولادت سرورکائنات صلعم سے ۱۸۷۱ سال پیشتر اور حضرت موسیٰ جب بنی اسرائیل کو آزاد کرا کے مصر سے نکلے ہین اُس کے ۱۹۱ سال بعد تھی۔ اور حضرت سلیمان کی شان وشوکت اور بیت المقدس کی تعمیر سے ۸۴ سال پہلے دنیا سمی رامیس کے اوج وعروج اور جاہ وجلال کا تماشا دیکھ چکی تھی۔ بابل جس مملکت کا پایۂ تخت تھا وہ اشوریا یا انگریزون کے تلفظ

کے مطابق اسیریا کہلاتا ہے۔ اور جو قوم اس ملک مین آباد تھی اور جس نے دنیا مین سب سے پہلے تہذیب و تمدن کے کرشمے دکھائے بنی سام مین سے تھی۔ یعنی وہ لوگ سارے عربون اور اسرائیلیون کے اور ہمارے بنی اعمام تھے اور ہم کہہ سکتے ہین کہ اُن کا عروج بھی ہمارے ہی گذشتہ عروج کی ایک پُر لطف داستان ہے۔ ملک اشوریا کا قائم مقام فی الحال الجزیرہ کہلاتا ہے۔ جو دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ہے اور دولت عثمانیہ کی قلمرو مین شامل ہے۔ اس ملک مین اسی قوم کی ایک اور ملکہ بھی گذری ہے جو نی طوقریس کے نام سے مشہور تھی۔ اُس نے بھی بابل کی رونق بہت بڑھائی۔ مگر سمی رامیس اُس سے پانچ پشت پہلے سریرآرائے سلطنت تھی اور اُس کی سطوت وجبروت سے دنیا کانپ رہی تھی۔

سمی رامیس کے حالات قدامت کے دُھندلکے مین پڑکے ایسے مشتبہ ہوگئے ہین کہ اُس کے واقعات مین سے بہت سی باتون کی نسبت موجودہ مورخین کو شبہات پیدا ہوگئے ہین مگر یونانی مورخ ہیرودوطوس اور قطی سیاس نے اُس کے کارنامے بڑی تفصیل سے اور شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے ہین۔ گو دونون کے بیان مین اتنا اختلاف ہے کہ معلوم ہوتا ہے ہیرودوطوس کی سمی رامیس اور ہے اور قطی سیاس کی سمی رامیس اور۔ سمی رامیس سے پہلے اُس کا شوہر نی نوس اشوریاوالون کا تاجدار تھا۔ جب وہ مرا تو اگرچہ اُس کا بیٹا نی نیاس موجود تھا۔ جو خود سمی رامیس کے بطن سے تھا۔ مگر اُسے نابالغ اور ناتجربہ کار دیکھ کے سمی رامیس نے تاج شہنشاہی خود اپنے سر پر رکھ لیا۔ اور یہ نہین کیا کہ بیٹے کو تخت نشین کرکے خود اُس کی جانب سے انتظام کرتی بلکہ بیٹے کو محروم کرکے اور تاج شہریاری کو اپنے سر سے زینت دے کے عنان حکمرانی اپنے ہاتھ مین لے لی۔

وہ نہایت ہی حسین و صاحب جمال بتائی جاتی ہے مگر مورخین یونان کا بیان اگر صحیح ہے تو اُس کا حُسن عصمت و عفت کے زیور سے آراستہ نہ تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے شباب کے جوش اور جوانی کی عشرت پرستیون نے

عشقبازی و نازآفرینی کے عجیب عجیب کرشمے دکھائے۔ مگر اس اخلاقی عیب کے ساتھ وہ بڑی عقلمند۔ زبردست۔ مدبّر۔ نہایت ہی خوش سلیقہ۔ بہت بڑی دلیر و شجاع اور حد درجے کی اُولوالعزم و بلند حوصلہ تھی۔ اگر نظام مملکت مین وہ اپنے حسن تدبیر کا ثبوت دیتی تھی تو عرصۂ نبرد مین بڑے بڑے زبردست حملہ آورون سے زیادہ بہادر اور شجاع ثابت ہوتی تھی۔ جشن طرب و بزم عیش مین وہ اپنی نفاست مزاجی اور خوش سلیقگی کے کمالات ظاہر کرتی تھی تو شہر کی ترقی اور عالی شان عمارتون کی تعمیر مین اپنی خوش مذاقی و بلند حوصلگی کے ثبوت دیتی تھی۔ اُس کے شوہر نے اور خود اُس نے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے فوجکشی کر کے اشوریا کے پُرانے دار السلطنت شہر نینوا کو تباہ و برباد اور مغلوب و مقہور کر دیا۔ اور شوہر کے مرنے کے بعد فتحمندی و حملہ آوری کا سلسلہ جاری رکھنے کے ساتھ ہی اُس نے شہر بابل کی آراستگی شروع کی۔ جس مین اُس کے حسن کی کرشمہ سازیون کا اتنا اثر تھا کہ دنیا بھر مین بابل کے جادو کی شہرت تھی۔ اور سحر بابل آج تک مشہور ہے اور کوئی تعجب کی بات نہین اگر سحر بابل کی ابتدا سمی راہیس کی نرگس فتان اور اُس کی ساحرانہ نگاہِ نازہی سے پڑی ہو۔

اور سچ یہ ہے کہ بابل مین سمی راہیس نے جو عمارتین بنوائین ایسی حیرت انگیز تھین کہ اُن کا خیال کرنے سے بھی ایک پُراسرار جادو کا کارخانہ خیال کی آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ چیزین انسانی قوت سے باہر ہین۔ مثلاً اُس نے بابل کے گرد جو شہرپناہ بنوائی اتنی بڑی اتنی بلند اور ایسی مضبوط تھی کہ زمانہ اُس پہ قیامت تک حیرت کرتا رہے گا۔ دریائے فرات بابل کے بیچ سے ہو کے بہتا تھا جس کی وجہ سے آدھا شہر اُسکے مشرقی کنارون پر تھا اور آدھا مغربی کنارون پر۔ یہ شہرپناہ دونون حصون کو اپنے حصار مین لیے ہوے تھی۔ یہ شہرپناہ مربع تھی۔ اور اس کا پورا دَور ۶۰ میل کا تھا۔ جس کا ہر ضلع یا رُخ ۱۵ میل کا تھا۔ اور ۲۲۵ مربع میل زمین اُس کے رقبے مین آ گئی تھی۔ اس رقبے ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہر ہی نہین

بلکہ گویا پورے ایک ضلع کے گرد ایک زبردست حصار کھینچ دیا گیا تھا اورچاروں طرف سے قلعہ بندی کر دی گئی تھی جس کے اندر عالیشان قصر و ایوان اور بڑے بڑے یگانۂ روزگار مندروں کے علاوہ پھل لانے والے باغ۔ نزہت بخش چمن۔ سرسبز مرغزار۔ اور لہلہاتے ہوئے کھیت بھی جابجا موجود تھے۔ فصیل کی دیوار بھی کوئی معمولی دیوار نہ تھی۔ اُس کا آثار ۹۰ فٹ کا تھا۔ اور ۳۵۰ فٹ بلند بتائی جاتی ہے۔ اُس کی بلندی پر برابر برابر تین رتھین سہولت کے ساتھ دوڑ سکتی تھین۔ یکسان فاصلہ پر ناپ ناپ کے سو پھاٹک قائم کیے گئے تھے۔ جس پر ٹھوس برنجی پٹ چڑھے ہوے تھے۔ شہر کے ہر ہر پہلو پر پچیس پچیس پھاٹک تھے جن سے سڑکین نکل کے بہ خط مستقیم اُن کے مقابل و محاذی پھاٹکون تک چلی گئی تھین۔ اور چونکہ ان سڑکون کے تقاطع سے شہر کے اندر برابر کے مربع قطعات پیدا ہو گئے تھے لہذا یون سمجھنا چاہیے کہ شہر کے اندر ۶۷۶ جدا جدا کوارٹر اور حلقے بن گئے تھے۔ شہرپناہ کے اوپر برابر کی مسافت سے نہایت ہی خوشنمائی و تناسب کے ساتھ ۲۵۰ عالیشان برج بنائے گئے تھے جن مین رات بھر پہرے والے پہرہ دیتے اور شہرپناہ پر فوج گشت لگاتی تھی۔

دونون ناکے جہان سے دریاے فرات شہر مین داخل ہوا اور نکلا تھا وہ بھی بڑے زبردست بھاری پھاٹکون سے محفوظ کیے گئے تھے۔ یہ پھاٹک جو دریا کی سطح پر پھیلتے ٹوٹ کے تھے۔ یعنی جب کھولے جاتے تو ٹوٹ کے اور تہ ہو کے کنارون پر سمٹ آتے۔ اور جب راستہ روکنے کے لیے پھیلائے جاتے تو سارے دریا کے پاٹ کو باہر کی آمد و رفت سے روک دیتے۔ دریا کے کنارے کنارے ایک سرے سے دوسرے سرے تک عمدہ اور مضبوط پشتے بنائے گئے تھے۔ اور جہان دریا سڑکون کو قطع کرتا وہان سڑکون کا سلسلہ قائم رکھنے کے لیے پُل بنا دیے گئے تھے۔ اور کہتے ہین کہ ایک راستہ دریا کے نیچے سے بھی کھود کے اُس پار نکال دیا گیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی اور ایسی حیرت انگیز شہرپناہ اور ان پُلون کا بنانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔

اور باوجود اتنی ترقی علم و فن کے آج بھی دنیا کوئی ایسا شہر نہین تعمیر کرسکی ہے اگرچہ لندن والے اپنے شہر کو اس عہد کا بابل کہتے ہین مگر بابل کے جو حالات تاریخ کے صفحات پر نظر آتے ہین اُن سے لندن کو بھی کوئی نسبت نہین۔

شہر کے عین وسط مین بعل کا مندر تھا۔ جس کا مربع رقبہ ۴۲ ایکڑ زمین پر حاوی تھا۔ اُس کے ہر کونے پر ایک برج تھا۔ اور چونکہ ستارہ پرستی ان لوگون کا اصلی مذہب تھا۔ لہذا ہر بُرج مین تلے اوپر سات طبقے تھے جو ساتون سیارون کے سات حرم یا سات دربار تصور کیے جاتے۔ اور ہر سیارے کا رنگ بھی الگ الگ معین کر دیا گیا تھا۔ سُنہرا رنگ سورج کا تھا۔ رُوپہلا چاند کا۔ نیلگون مشتری کا۔ سیاہ زحل تھا۔ نارنجی عطارد کا۔ زرد زہرہ کا اور سرخ مریخ کا۔ سب سے پہلا طبقہ جو زمین سے قریب تر تھا زحل کا دربار قرار دیا گیا تھا جس مین ہر در و دیوار پر کالا رنگ پھرا تھا۔ اور زحل کے تمام علامات و شعائر یہان لا کے جمع کر دیے گئے تھے۔ اُس کے اوپر والے طبقے مین عطارد کا دربار تھا جہان ہر طرف نارنجی رنگ تھا۔ اُس کے اوپر مریخ کا دربار تھا جس مین ہر چیز سرخ تھی۔ اُس کے اوپر سورج کا دربار تھا جہان در و دیوار پر سونا پھرا تھا۔ اُس کے اوپر زہرہ کا دربار تھا جہان ہر چیز زرد اور بسنتی تھی۔ اُس کے اوپر مشتری کا دربار تھا جہان در و دیوار اور ہر چیز نیلگون تھی اور سب کے اوپر چاند کا دربار تھا جہان کے در و دیوار نقرئی تھے۔ اور چونکہ یہ مختلف رنگ اُن بُرجون پر باہر کی طرف بھی پھرے ہوے تھے۔ لہذا ان پُرلطف رنگ آمیزیون سے اُن بُرجون مین قوس و قزح کی سی رعنائی پیدا کر دی گئی تھی۔

اسی طرح کا ایک بڑا عظیم الشان مندر بیچون بیچ مین تھا جو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ لمبا چوڑا تھا۔ اس عالیشان مندر کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ دنیا مین آج تک اُس سے اونچی کوئی عمارت نہین تعمیر ہو سکی۔ مصر کے اہرام مین سے جو ہرم سب سے زیادہ بلند ہے یہ بُرج اُس سے بھی اونچا تھا۔ یہی وہ بُرج ہے جو "برج بابل" یا "تل نمرود" کے نام سے مشہور ہے

اس مین ویسے ہی طبقے ویسے ہی ستارون کے نام کے دربار اور ویسے ہی رنگ تھے - جیسے کہ چارون کونون کے چارون معبدون مین تھے - البتہ فرق اتنا تھا کہ یہان کی ہر چیز بہت بڑے پیمانے پر تھی

یونانی مورخ ہیرودوطوس نے اس بُرج کا نقشہ دکھانے کی کوشش کی ہے - وہ کہتا ہے کہ یہ عمارت تقریباً ۶۰۰ فٹ بلند تھی جس مین ایک دوسرے سے ملحق اور اُسی کے اوپر لگاتار سات برج بنتے چلے گئے تھے - ہر برج کی بلندی ۷۰ فٹ تھی - دوسرا برج جو اُس کے اوپر تھا وہ اُس سے ۷۰ فٹ بلند تھا - اسی طرح ساتون برج ایک دوسرے سے ۷۰ فٹ بلند ہوتے ہوتے ۵۲۵ فٹ کی بلندی پر پہونچ گئے تھے - پھر اُس کی چوٹی پر بعل کا مندر تھا - جہان ایک ۴۰ فٹ کی لمبی خالص سونے کی ٹھوس مورت قائم تھی - اُسکے پاس سونے کی ایک میز اور کرسی اتنی بڑی تھی کہ اُس کی قیمت کا اندازہ ساڑھے بائیس کروڑ پونڈ کیا جاتا ہے - اس بالائی معبد مین دو قربان گاہین تھین جن مین سے ایک سونے کی تھی - اور اُس مین خاص پرستش کے دنون اور عیدون کے موقع پر سون لوبان اور عود سلگایا جاتا تھا -

اس کے علاوہ سمی رامیس نے اور بہت سے قصر و ایوان تعمیر کرائے - اور سب سے زیادہ کمال یہ کیا کہ شہر کے متصل ایسے عمدہ اور پختہ تالاب بنوائے اور دریا سے کاٹ کے ایسی نہرین نکالین جن سے ایک طرف تو ملک کی زراعت کو بے انتہا ترقی ہوئی - اور دوسری طرف شہر والون کو دریا کی طغیانی سے بالکل اطمینان ہو گیا - ادھر فرات مین سیلاب آتا اور اُدھر اُن تالابون اور نہرون مین پانی کے بٹ جانے کی وجہ سے طغیانی کا سارا زور ٹوٹ جاتا - خاص دارالسلطنت کے علاوہ اپنی قلمرو مین بھی اُس نے بہت سے بڑے بڑے کام کیے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دشواری اُس کی ہمت اور حوصلے کے آگے آسان تھی - کہین پہاڑون کو کاٹ کے میدان کر دیا - کہین نہرین جاری کین - اور کہین بڑے بڑے محل تعمیر کرائے -

لیکن ان عمارتون اور بڑے بڑے کامون کو دیکھ کے حیرت معلوم ہوتی ہے

سمی رامیس کو کیونکر فرصت مل گئی کہ اُس نے میڈیا والون - فارسیون - لیبیا والون - اہل حبشہ اور ملک مصر پر چڑھائیان کین - جن مین وہ لاکھون خلقت کو اپنے ہمراہ رکاب لے گئی اور کامیاب و بامراد غانم و سالم واپس آئی - آخر مین اُس نے ہندوستان کی عظمت و قوت اور یہان کی دولت و حشمت کا شہرہ سُنا - اور فوج لے کے آمادہ ہوگئی کہ اس ملک کو بھی فتح کر کے اپنے قلمرو مین شامل کر لے - اور یہی مہم اُس کے زوال کا باعث ہوئی -

ع - قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند -

جب زبردست لشکر لے کے وہ ہندوستان کی مہم پر روانہ ہو چلی تو ہمراہی سرداران فوج نے عرض کیا کہ "ہندوستان کے راجاؤن کے پاس بڑے بڑے ہاتھی ہین - جو دم بھر مین ہزارون آدمیون کو پامال کر ڈالتے ہین - اور جو لوگ اُن کی پیٹھ پر سے تیراندازی کرتے ہین اُن تک کسی کی رسائی نہین ہو سکتی حضور وہان چلتی تو ہین مگر ان ہاتھیون سے بچنے کی کون تدبیر سوچی ہے؟" سمی رامیس نے اس آفت سے بچنے کے لیے یہ تدبیر کی کہ تین ہزار کالے بیلون کو ذبح کرا کے اُن کی کھالین کھنچوائین - اور اُن کھالون کو جوڑ جوڑ کے بہت سے ہاتھیون کی صورت کے خول بنوائے جو اونٹون کو پہنا دیے گئے - اس طریقے سے وہ اونٹون کو ہاتھی بنا کے میدان مین لائی - اور خوش تھی کہ دشمن ان مصنوعی ہاتھیون کو دیکھ کے ڈر جائین گے اور سمجھین گے کہ اُن کے زبردست حریف کے لشکر مین بھی بڑے بڑے ہاتھی موجود ہین -

لڑائی شروع ہوتے ہی ہندوستان کے راجہ نے اپنے اصلی ہاتھیون کے دَل بادَل کو لے کے حملہ کیا - اور ادھر سے سمی رامیس اپنے مصنوعی ہاتھیون اور بہادر سوارون کو لے کے بڑھی - جب دونون لشکر مل گئے اور جنگِ مغلوبہ ہو رہی تھی سمی رامیس کی فوج کے کسی ہاتھی کے نیچے کُچل جانے اور اونٹ کے بلبلا کے بھاگنے سے ہندو راجہ کو اشوریا والون کے ہاتھیون کی حقیقت معلوم ہوگئی - اور سمی رامیس کا سارا فریب کُھل گیا - اس راز کے فاش ہوتے ہی راجہ نے اپنے ہاتھی ریل دیے - جنھون نے اشوریا والون

کے مصنوعی ہاتھیون کو دم بھر مین کچل کے رکھ دیا۔ اور سارے اونٹ جو ہاتھیون کے غلاف مین تھے بلبلاتے ہوے بھاگے۔ اُن کا بھاگنا تھا کہ اہلِ بابل کو شکست ہو گئی۔ ہاتھیون سے ڈر ڈر کے بدحواس بھاگے۔ یہ دیکھ کے ملکہ سمی رامیس بزور آزمائی کے لیے بڑھی اور میدان جنگ مین آگے بڑی بہادری سے لڑی۔ مگر اُسکو کیا کرتی کہ تقدیر برسرِ خلاف تھی۔ آخر اُسے بھی سر سے پاؤن تک بہت سے زخمون سے چُور ہوکے اور کئی کاری زخم کھا کے میدان چھوڑنا پڑا۔ بابلی لشکر کا زیادہ حصہ قتل ہوا۔ بہت سے بھاگتے مین مارے گئے۔ اور سارا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ سمی رامیس کا گھوڑا چونکہ بہت ہی تیز دم تھا لہذا راہوار تیز پا کی بدولت جان بچا کے اُس بازار مرگ سے نکل آئی۔ اور بازی ہار کے ناکام و نامراد اپنے دار السلطنت بابل مین پہونچی۔ مگر دل شکستہ اور ملول و حزین۔ کیونکہ شکست و نامرادی سے اُسے اپنی زندگی مین یہی پہلا سابقہ پڑا تھا۔ دوسری طرف زخمون نے بھی نیم جان کر رکھا تھا۔ ان سب باتون کا ایسا اثر ہوا کہ گھر پہونچتے ہی دنیا ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئی۔

بابل کی اکثر باتین مشتبہ تھین۔ منجملہ اُن کے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ان لوگون کے مذہب مین ریاضت اور جسم کو آزار پہونچانے کا بہت رواج تھا۔ بتخانے کے متعلق ایک بڑا بھاری خفیہ تہ خانہ تھا۔ جس کی حالت ویسی ہی تھی جیسی کہ قرون وسطیٰ مین ننون کی خانقاہون کی تھی۔ یعنی اُس کے راز نہ کھلنے پاتے اور جہان بہت سی عورتین تارک الدنیا ہوکے اُس مین سکونت اختیار کرتین وہان بہت سی ایسی عورتین زبردستی بھی بھیجدی جاتین جن کو آزار پہونچانا منظور ہوتا۔ بتخانے کے پجاری اور کاہن وہان ساری دنیا کی نظر سے چھپا کے ان پر طرح طرح کے مظالم کرتے۔ سمی رامیس بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسی تہ خانے مین چلی گئی جس مین جا کے بہت ہی کم لوگ واپس آیا کرتے تھے۔ اس تہ خانے کی بانی بھی سمی رامیس ہی تھی۔ جس نے بہتون کو سزا دہی کے طریقے سے اس تہ خانے مین بھیج کے دنیا سے ناپید کر دیا تھا۔ اور آخر خود بھی آپ ہی اُس مین چلی گئی۔ اُس کے بعد عنان حکومت اُس کے بیٹے نی نیاس کے ہاتھ مین آئی جس کے

دل مین ان کی طرف سے بغض بھرا ہوا تھا - چنانچہ تخت پر قدم رکھتے ہی اُس نے کاہنوں اور مقتداؤن سے سازش کر کے سمی رامیس کو قتل کرا ڈالا - لیکن اُس پر اُس مخفی مقام مین چاہے جتنا بڑا ظلم ہوا ہو اور جس طرح قتل کی گئی ہو مگر اشوریا والون کے دلون پر اُسکی عظمت کا جو سکہ جما ہوا تھا اُس نے اُس کی غیبت کے ساتھ ہی اُسے اپنی قوم مین دیوی اور مظہر عظمت آلہی تسلیم کرادیا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بھی تناسخ کے قائل تھے - چنانچہ مقتدایان دین صابئی نے لوگون کو باور کرادیا کہ سمی رامیس نے انسانی جسم چھوڑنے کے بعد اپنے حسن و جمال کی رعایت سے ایک کبوتری کی صورت اختیار کر لی ہے - اسی بنا پر اُس کے نام سے خوبصورت کبوتری کی مورت بنا کے بتخانون مین رکھی گئی - در و دیوار پر بھی اُسی کبوتری کی تصویرین بنائی گئین اور دھڑلے سے اُس کی پرستش کی جانے لگی -

کہا جاتا ہے کہ جو پیٹر آمون نے جس کا بڑا مندر لیبیا ی مصر مین تھا ایک فال کے ذریعے سے یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ سمی رامیس کو جب ناکامی ہوگی اُس وقت وہ دنیا سے غائب ہو جائے گی - اور وہی ہوا -

مورخین کا بیان ہے کہ وہ ۶۲ سال کی ہو کے مری - اور ۴۲ سال تک تخت شہنشاہی پر جلوہ افروز ہو کے حکمرانی کرتی رہی - یعنی جب تاج شاہی سر پر رکھا ہے اُس وقت اُس کی عمر بیس برس کی تھی - جو نشۂ جوانی کا وقت تھا - اور اس نو عمری کی بیوگی نے اگر اُس مین بعض قسم کی بے اعتدالیان پیدا کر دی ہون تو کیا عجب ہے ؟

ارمن کا شہر وان ارمنیون مین سمی رامیس کا شہر کہلاتا ہے - جہان بعض پتھرون مین ایسے کتبے برآمد ہوے ہین جن مین سمی رامیس کے حالات لکھے ہوے ہین -

جون آف آرک

(فرانس کی مظلوم حامیۂ وطن)

یون تو ہر ملک اور ہر قوم مین صدہا نامور عورتین گذری ہین جنھون نے اپنے

اپنے حسن و جمال کی قوت سے زمانے کو مسخر کر لیا۔ اور بڑے بڑے کارہائے نمایان دکھا دیے مگر جون آف آرک کی شان و وضع کی عورت چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو بھی ساری دنیا مین نظر نہ آئے گی۔ اس کی سرگذشت جیسی دلچسپ اور حیرت خیز ہے ویسی ہی جگر خراش اور خون رُلانے والی بھی ہے۔

پندرہوین صدی عیسوی کے آغاز مین مملکت فرانس کی حالت نہایت ہی نازک ہو رہی تھی۔ شاہ چارلس ششم بالکل فاتر العقل اور مجنون تھا۔ نہ اُس کے سنبھالے نظام مملکت سنبھلتا تھا اور نہ بیرونی حملہ آورون کی روک تھام ہو سکتی تھی۔ اُس کا اکلوتا بیٹا ڈوفین نالایق خوشامدیون مین گھرا ہوا تھا۔ اور اُسپر طرہ یہ کہ لوگون کو اُس کی نسبت باپ کے حلالی بیٹے ہونے مین بھی شبہہ تھا۔ کیونکہ ایک معاہدے کی رُو سے سارے حقوق شاہی انگلستان کے بادشاہ ہنری پنجم کو دے دیے گئے اور وہ جائز وراثت سے محروم کر دیا گیا۔ ادھر ڈوفین یعنی چارلس ہفتم کے بنی اعمام اور بھائیون نے اپنے جتھے باندھ کے ارادہ کیا کہ خود ملک کے مالک بن جائین۔ خصوصاً ڈیوک آف برگنڈی جو انگریزون سے ملا ہوا تھا سلطنت کی ہوس کے ساتھ بعض خاندانی نزاعون کا انتقام بھی لینا چاہتا تھا مگر امرا کے سوا عام رعایا چارلس ششم کے بیٹے ڈوفین ہی کی طرفدار تھی اور اُسی کو حقیقی وارث سلطنت تصور کرتی تھی۔ ان سب امور کا نتیجہ یہ تھا کہ فرانس کے امرا اور شاہزادون مین جھگڑے چھڑے ہوے تھے۔ دوسری طرف سے انگریزون کے لشکر نے فرانس کی فوجون کو شکستین دین۔ اور یکے بعد دیگرے شہرون پر قبضہ کرتے چلے جاتے تھے۔ آخر کار انگریزون نے شہر اورلیان کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین کی حالت نازک ہو رہی تھی اور سلطنت کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔

ایسے نازک وقت مین ان تمام دشواریون کے دور کرنے اور فرانس کو تباہی سے بچانے کے لیے خدا نے یہ عجیب و غریب لڑکی جون آف آرک پیدا کی جو ساری دنیا مین آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

یہ فرانس کی ایک نوعمر و نوخیز حسین و نازنین گلفام و سیمتن دوشیزہ

لڑکی تھی - زلفیں مشرقی حسینوں کی طرح سیاہ تاب اور مشکیں تھیں - اور آنکھیں بھی بجائے نیلگوں اور نیلو فری ہونے کے جادو نگاہ مہوشان مشرق کی طرح خوب کالی اور نہایت چمکدار تھیں - اُس کے بے مثل حسن و جمال سے دلبری کا پورا کمال نمایاں تھا - اور اُس کی دلدوز آنکھیں اپنی دلربائی کی قوت سے سارے عالم کو مسخر کرنے کا دعوے رکھتی تھیں -

ملک فرانس میں دریائے لورین کے کنارے ڈومری نام ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اُس میں جیک آف آرک نام ایک کسان رہتا تھا - جو اپنی بی بی اِزابو کے ساتھ بستی کے دوسرے لوگوں کے دیکھتے کسی قدر معزز و ممتاز خیال کیا جاتا - کیونکہ اُس کے پاس تھوڑا سا غریبانہ سرمایہ تھا - مویشیوں کے دو ایک گلّے تھے - اور اس کے ساتھ خدا نے تین بیٹے دیے تھے اور دو بیٹیاں رکھیں دو بیٹیوں میں سے ایک جون آف آرک تھی - جسے بعض لوگ چھوٹی بہن بتاتے ہیں اور بعض بڑی -

جون آف آرک ۱۵ - جنوری ۱۴۱۲ع کو پیدا ہوئی تھی - جب ننھی بچی تھی اکثر باپ کی بکریاں چرانے کو گاؤں کے اطراف و جوانب میں چلی جاتی - اُسکی ماں اِزابو نے کسی خانقاہ میں تعلیم پائی تھی جس کی وجہ سے اُس پر مذہبی رنگ غالب تھا - اور وہی تعلیم اُس نے اپنی بیٹیوں کو بھی دی - سینا پرونا کاڑھنا - چرخہ کاتنا سکھانے کے ساتھ ساتھ اُس نے اُنھیں دعا و عبادت - زہد و تقوٰے - اور پاکدامنی و عفت شعاری کی اعلٰی تعلیم دی - خصوصًا ابتدائے شب کو بیٹیاں اُس کے پاس اپنا سینا پرونا لے کے بیٹھتیں تو وہ اُنھیں مسیحی ولیوں اور شہیدوں اور بزرگان دین کی داستانیں سنایا کرتی -

یہ باتیں دوسری بہن پر تو معمولی اثر کرتی رہیں مگر جون کے دل پر فطری استعداد کے باعث عجیب قسم کا اثر ہوا - پانچ ہی برس کی تھی کہ ان واقعات کی فکر میں اُس پر ایسا استغراق اور مراقبے کا سا عالم طاری ہو جاتا اور کبھی کبھی اُن بزرگوں کی صورتیں متشکل ہو کے اُس کے خیال کی آنکھوں کے سامنے آکے کھڑی ہو جاتیں - اور چند ہی روز میں اُسے بار بار نظر آنے لگا کہ عالم خیال

میں فرشتے اور روحیں آ آکے اُس سے ملتی اور باتیں کرتی ہیں۔ مگر ان کیفیتوں کو اُس نے اپنے پُراسرار سینے میں مخفی رکھا۔ اور ماں باپ یا کسی پر بھی کوئی بات نہ ظاہر ہونے دی۔

اب وہ تیرہ برس کی نوخیز و سرو قامت دوشیزہ تھی۔ ایک دن گاؤں کے گرجے کے قریب اپنے گلّے کی نگہبانی کرتی اور ہاتھ میں کوئی کپڑا لیے کاڑھ رہی تھی کہ ناگہاں آنکھوں کے سامنے ایک نور چمکا۔ پھر ایک نورانی پیکر آسمان سے اُترتا نظر آیا جس نے قریب آکے کہا "جون! اچھی لڑکی بن!" اس واقعہ سے وہ سہم گئی۔ اور نہایت حیران و پریشان اور بدحواس و ہیبت زدہ تھی۔ مگر ان روحانی سیروں کا سلسلہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ بار بار ایسی ہی چیزیں نظر آتیں جن کے ذریعے سے اُسے ہدایت کی جانے لگی کہ "اُٹھ! خدا نے جس کام کے لیے تجھے پیدا کیا ہے اُسے پورا کر! جا۔ اور بادشاہ فرانس کی مدد کر! کیونکہ تو ہی ملک کی پشت پناہی کرے گی۔" یہ باتیں سُن کے وہ اور زیادہ سہم گئی۔ بعض اوقات کانپتی۔ تھرتھراتی۔ اور اپنی بے بسی پر رونے لگتی۔ اور چشم تر سے آنسو پونچھ کے کہتی "مجھ سی غریب ناتوان و ناکارہ لڑکی کیا کر سکتی ہے؟ میں نہ گھوڑے پر سوار ہونا جانتی ہوں۔ نہ تلوار چلانا جانتی ہوں۔ پھر فرانس کی کیا خاک مدد کروں گی؟"

اب اُس میں ضبط کا یارا نہ تھا۔ دلی جذبات ظاہر کرنے کے لیے بیتاب تھی۔ مگر کسی سے کچھ کہتے بھی نہ بنتی تھی۔ آخر نہ رہا گیا۔ اور اپنے ایک عزیز ہمسن لڑکے سے جس کا نام جرارڈ تھا اور ایک ایسے گاؤں کا رہنے والا تھا جہاں کے لوگ شاہ فرانس کے خلاف اور ڈیوک آف برگنڈی کے طرفدار تھے۔ اُس نے دبی زبان میں کہا "اگر تم برگنڈی کے طرفدار نہ ہوتے تو میں تم سے ایک بات کہتی!" جرارڈ دل ہی دل میں جون کے رُخِ زیبا کا فریفتہ ہو رہا تھا یہ کلمات سُن کے خوش ہوا اور سمجھا کہ "غالباً میری طرح یہ بھی میری طرف مائل ہے شادی کا تذکرہ چھیڑے گی۔ مگر وہ ہزار پوچھتا رہا جون نے کچھ نہ بتایا۔ اور لب تک آئی ہوئی بات کو پھر دبا دیا۔

وہ نورانی صورتین جو اُس کے پاس آیا کرتین اُنھون نے اُسے یہ بھی بتایا تھا کہ مقام وو کولر کے کپتان کے ذریعے سے تو بادشاہ فرانس چارلس ہفتم سے مل - اسی فکر مین تھی کہ اس کپتان سے کیونکر ملون کہ اتفاقاً ڈیورنڈ لکزارٹ نام اُس کا ایک رشتہ دار اُس کے والدین سے ملنے کو آیا جو مقام وو کولر کے قریب ہی رہتا تھا - جون نے تنہائی مین موقع پا کے اُس سے التجا کی کہ چند روز کے لیے آپ مجھے اپنے ساتھ لیتے چلیے - اور ابا جان سے یہ بہانہ کر دیجیے کہ چچی اماں (آپ کی بی بی) نے مجھے بلایا ہے - ڈیورنڈ نے جون کی یہ خواہش پوری کر دی - اور اُسے اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گیا - وہان پہونچ کے ایک دن جون نے جی کڑا کر کے ڈیورنڈ سے کہا "آپ وو کولر کے کپتان کے پاس میرا اتنا پیغام پہونچا دیتے کہ مجھے بادشاہ چارلس ہفتم کے پاس پہونچا دین - اس لیے کہ مین اُن کی مدد کرنے اور انگریزون کو فرانس سے مار کے نکال دینے کی اہم اور عظیم الشان خدمت پر خدا کی طرف سے مامور ہوئی ہون" ڈیورنڈ یہ باتین سُن کے حیرت زدہ ہو گیا - پھر اُس کی حالت اور کیفیت دریافت کی - اور گو یہ باتین اُسے نہایت لغو نظر آتی تھین مگر اُس کا پیغام لے کے کپتان کے پاس چلا گیا - کپتان نے سنتے ہی ایک قہقہہ لگایا اور کہا "تمھاری عقل جاتی رہی ہے - اُس چھوکری کے دو دھولین لگا ڈالو اُس کے گھر بھیجدو - انگریزون کا مقابلہ اور ایک کنواری لڑکی! بھلا کوئی سمجھ مین آنے کی بات ہے؟" ڈیورنڈ نادم ہو کے واپس آیا - اور کپتان کا جواب صاف صاف جون سے بیان کر دیا -

اب جون بظاہر تو خاموش ہو رہی مگر دل کو کسی طرح قرار نہ آتا تھا - ناکام و نامراد باپ کے گھر مین واپس آئی - اب اس کا راز فاش ہو چکا تھا - باپ کو بھی خبر ہو گئی - اور اُس کے دل مین خیال گذرا کہ معلوم ہوتا ہے جون کے دل مین آوارگی کے خیالات پیدا ہوے ہین - اور بدکار و بد اخلاق فوجی سپاہیون مین رہنا چاہتی ہے - یہ خیال آتے ہی مارے غیرت کے پسینے پسینے ہو گیا - اور یہ حالت تھی کہ کبھی خودکشی پر آمادہ ہو جاتا اور کبھی بیٹی کی جان

لینے پر۔ مگر جون نے ان باتون کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ کیونکہ اُسے حمایت وطن کی دھن بندھی ہوئی تھی۔ اور روحانی قوت نے اُس مین ہمت۔ حوصلہ۔ جرأت۔ شجاعت۔ سپہگری۔ شہسواری۔ ملک گیری۔ اور علم وفضل کے تمام کمالات پیدا کر دیے تھے۔ آخر دو ایسے نوعمر ساتھی بھی مل گئے جو اُس کے طرفدار اور حامی ومددگار رہنے۔ اور اُنھین ساتھ لے کے ۲۳ فروری ۱۴۲۹ء کو جبکہ اُس کی عمر ہنوز ۱۶ یا ۱۷ برس کی تھی وہ گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ اہل وطن نے روکا کہ راستہ دشوار اور آج کل ملک مین انگریزی لشکرون کے پھیلے ہونے کے باعث خطرناک ہو رہا ہے۔ مگر اُس نے ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ "مین ایسے خطرون کے برداشت کرنے ہی کے لیے پیدا ہوئی ہون"۔ سفر پر قدم رکھتے وقت مردانے کپڑے پہن لیے۔ ہتھیار لگائے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوئی۔ اور وطن کو خیرباد کہدی۔

چارلس ہفتم اِن دنون شہر شیون مین تھا۔ جہان اُس کے گرد فضول مصاحبون۔ صدہا عورتون اور بہت سے تباہ کرنے والے ناعاقبت اندیش افسرون کا ہجوم تھا۔ راستے مین طرح طرح کے خطرے دیکھ کے جون راتون کو سفر کرتی اور دن کو کسی پناہ کی جگہ ٹھہر جاتی۔ گیارہ دن کی دشت نوردی کے بعد یہ سفر ختم ہوا۔ اور وہ شیون کے قریب فیربوا نام ایک گانون مین ٹھہر گئی۔ یہان سے اُس نے بادشاہ چارلس کو اپنے آنے کی خبر کی اور کہلا بھیجا کہ "مین آپ کے تخت کو بچاؤن گی۔ شہر اورلیان پر سے انگریزون کا محاصرہ اُٹھاؤن گی۔ اور مقام رائن مین آپ کو تاج شاہی پہناؤن گی"۔ جس سے وہ محروم کر دیا گیا تھا۔

جون کے قاصد نے بادشاہ کی باریابی حاصل کر کے جیسے ہی یہ پیغام پہونچائے بادشاہ کو غصہ سا آ گیا کہ ایک کمسن چھوکری اور میری امداد کا دعوی۔ پھر ایک زہرخند کے ساتھ بولا "اچھا مین اس بارے مین وزیرون سے مشورہ کر لون تو جواب دون"۔ وزیرون اور مشیرون کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا گیا تو ایک گروہ نے اس درخواست کا مضحکہ اُڑایا۔ اور ایک گروہ

کی رائے قرار پائی کہ اُسے اپنی تدبیرین عمل مین لانے کا موقع دیا جائے - کیونکہ اس مین کوئی مضائقہ نہین نظر آتا - تین دن تک ان لوگون مین کمیٹیان ہوتی رہین اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا - غنیمت یہ ہوا کہ خود بادشاہ موافق و مخالف گروہون کے بین بین تھا - آخر اُس کے دل مین آئی کہ اچھا کوئی امر طے کرنے سے پہلے مین اُس سے مل کے اُسے آزما تو لون - فوراً قاصد واپس گئے کہ جون کو لے آئین - اور اُن کے جانے کے بعد اُس عجیب و غریب حسینہ لڑکی سے ملنے کے لیے اُس نے دربار مرتب کیا تو اپنی جگہ اپنے افسر کو اپنے کپڑے پہنا کے صدر مین بٹھا دیا - اور خود نہایت ہی عام وضع کے کپڑے پہن کے درباریون مین مل گیا - جون آئی - حاضرین دربار کی صفین چیرتی ہوئی صدر مین آئی - صدر نشین کو دیکھا - پھر تمام حاضرین کے چہرون پر ایک اجمالی نظر ڈالی - اور لپک کے خود چارلس ہفتم کے سامنے پہونچی - ادب سے سر جھکا دیا - اور بولی "برد بار بادشاہ کی عمر دراز" - چارلس نے کہا "مین بادشاہ نہین - بادشاہ وہ صدر مین بیٹھے ہین" - جون نے ادب سے عرض کیا "بادشاہ تو آپ ہی ہین - اور مین ایک غریب لڑکی ہون جو روح القدس کی جانب سے اس خدمت پر مامور ہوئی ہون کہ آپ کی سلطنت کی بنیاد مضبوط کرون"۔

جون کی سادگی - خوبصورتی اور اُس کی باتون نے چارلس کے دل پر بڑا اثر کیا - امرائے دربار سے الگ تخلیے مین جا کے اُس سے ملا - اس تنہائی کے موقع پر جون نے ایسی باتین بتا دین جو چارلس کے خیال مین اُسکے سوا دنیا بھر مین کسی کو نہین معلوم تھین - اس ملاقات کے بعد بادشاہ دربار مین آید ہوا - اور تمام وزرا و امرا سے کہا "مجھے تو اس پاکدل لڑکی کی سچائی کا پورا یقین ہو گیا تاہم تم سب لوگون کے اطمینان کے لیے مین اس کا اور امتحان کرتا ہون" - یہ کہکے اُسنے شہر کے بڑے بڑے مقتدایان دین اسقفوں، عالمون اور مختلف علوم کے باکمالون کو جمع کر کے جون کو اُنکے سامنے پیش کیا کہ جس مسئلے کو چاہین اُس سے پوچھین - عالمون نے مشکل سے مشکل مسئلے چھیڑے اور سب کے ایسے صحیح و برجستہ جواب جون نے ایسے فصیح و بلیغ الفاظ مین دیے کہ سب اُسکے علم و فضل کے سامنے عاجز آ گئے - اور سارا دربار عش عش کر گیا۔

اب کسی کو اعتراض کی گنجائش نہین باقی تھی - اور چارلس تو اُس کا عقیدت کیش مُرید ہی بن گیا تھا - فوراً اپنا شاہی گارد اُس کے حوالے کر دیا۔ اور کہا "آپ کا جب جی چاہے فوج کشی کے لیے روانہ ہوجائیے" اور جوآن اُسکی افسرین کے فوراً روانہ ہوگئی - اب جوآن کی عجب شان تھی - ایک ہاتھ مین نیزہ تھا اور دوسرے ہاتھ مین شاہی علم - زرہ بکتر سے آراستہ - آہنی خود پہنے اور زلف مشکین کو پیٹھ اور شانون پر بکھرائے گھوڑے پر سوار فوج کے آگے آگے جا رہی تھی - سپاہیون کے دلون مین شاید یہ خیال گذرا ہو کہ یہ گھوڑے پر کبھی سوار نہین ہوئی دشمنون سے کیا مقابلہ کرے گی - مگر اُس نے تھوڑی ہی دیر مین چابک سواری کے ایسے کمالات دکھا دیے کہ کُل ہمراہی سوار مبہوت و حیرت زدہ رہ گئے۔

شہر آورلیان کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی - انگریز بہت ہی سختی سے محاصرہ کیے ہوے تھے - شہر والون مین ذرا بھی دم نہین باقی رہا تھا۔ اور جو فرانسیسی لشکر انگریزون سے مقابلہ کر رہا تھا اُس کے حوصلے پست تھے اور کچھ بنائے نہ بنتی تھی - اور سلطنت مین اتنی قوت نہین باقی رہی تھی کہ محصورین کی کمک کر سکے - ایسی حالت مین جوآن آف آرک شاہی گارد کو لیے ہوے جوش و خروش سے پہونچی - یہان پہونچ کے لڑائی کا آغاز اُس نے اس کارروائی سے کیا کہ اپنی فوج سے تمام زنانہ عورتون کو نکلوا دیا۔ سپاہیون کو زناکاری سے توبہ کرا کے اُن کے دل پاک و صاف کیے - پھر اُنکے دلون مین اُمید و رجا کی شمعین روشن کین - اور سب سے کہا "بس خدا ہی پر بھروسا رکھنا" اس کے بعد اُس نے ایسی سختی سے حملہ کیا کہ پہلے ہی دن کی لڑائی مین اہل شہر کی امیدین مضبوط ہوگئین - انگریزون مین گھبراہٹ پیدا ہوئی - اور لڑائی کا رنگ بدل گیا۔

لیکن سچ یہ ہے کہ اُن دنون فرانس والے نہایت نالائق ہو رہے تھے اور اس قابل نہ تھے کہ خدا اُن کی دستگیری کے لیے جوآن آف آرک کے ایسے فرشتۂ رحمت کو بھیجتا - انگریزون مین تو یہ خیال مشہور ہوا کہ یہ عورت

کوئی جادوگرنی ہے جس سے وہ ہیبت کھانے لگے۔ مگر فرانسیسی افسرون نے ناشکری کا پہلا اظہار یہ کیا کہ ایک عورت کی ماتحتی اور اُس کے مشورون پر عمل کرنے کو اپنی حقارت و ذلت سمجھے۔ اور خود بادشاہ کے شاکی ہوے کہ ایک گنوار چھوکری کو ہم پر سردار مقرر کیا ہے۔ اور ابتدا ہی سے اُن کی یہ وضع رہی کہ جون کی مخالفت کرتے۔ اُس کے احکام کی خلافت کارروائیان کرتے اُس کی تذلیل و تحقیر کے لیے سازشین کرتے۔ اور محض اُس کی عداوت کے خیال سے لڑائی کا رنگ بدلنے اور قومی سلطنت کے ذلیل کرانے مین کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھتے۔ جون ان سب باتون کو دیکھتی اور سمجھتی تھی۔ مگر حمایتِ وطن مین اُس کے قدم کو ذرا لغزش نہ ہوتی۔

بہر حال جون نے انگریزون سے مقابلہ شروع کیا تو اُن کے حواس جاتے رہے۔ اور آغاز جنگ ہی مین اُنھین اپنی کامیابی مشتبہ نظر آنے لگی سب کو یقین ہو گیا کہ یہ اگر جادوگرنی نہین تو کوئی فرشتہ ہے جو دشمنون کی مدد کے لیے آسمان سے اُتر آیا ہے۔ اب جون نے خود حملے کا قصد کیا۔ سفید براق کپڑے زیب بدن کیے۔ کالی کالی زلفین پیٹھ پر پھیلائین۔ نقرئی گھوڑے پر سوار ہوئی ایک ہاتھ مین نیزہ اور ایک مین علم لیا۔ اور شاہی گارد کولے کے یزن بول دیا یہ ایسا زبردست حملہ تھا کہ انگریزون کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور پریشان و بدحواس بھاگ گئے۔ اس کے بعد اورلیان مین اُس نے انگریزون کو تابڑ توڑ شکستین دین۔ یہان تک کہ انگریزون نے بہت نقصان اُٹھا کے محاصرہ چھوڑ دیا اور واپس گئے۔

اُس کی اس کامیابی پر فرانسیسی افسران فوج کے دلون مین آتشِ حسد اور بھڑکی۔ خصوصاً اس لیے کہ اُن کی مخالفت نے بھی جون کی فتحمندی مین فرق نہ آنے دیا۔ جون فتح حاصل کرکے شہر "بلوا" مین گئی کہ بادشاہ کو مژدۂ فتح سنائے۔ اب اُس کی اس قدر شہرت ہو گئی تھی کہ عام اہل فرانس اُس کے نام پر فریفتہ اور اُس کی زیارت کے مشتاق تھے۔ جدھر سے اُس کا گذر ہوتا ہزارہا خلقت کا انبوہ اُس کی صورت زیبا دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتا جو جوش

و خروش سے اُس کی تعظیم کے لیے جھکتے۔ اُس کے قدم چومتے ۔ جو خاک اُس کے پاؤں سے چھو جاتی اُسے چومتے اور متبرک خیال کرتے ۔ شہر والوں نے بڑی ہی گرم جوشی سے اُس کا استقبال کیا ۔ اور بادشاہ نے مژدۂ فتح سننے کے بعد اظہار شکر گذاری کے لیے اُسے اپنے ساتھ کھانے پر بلایا ۔ مگر جون نے قطعاً انکار کیا اور کہا "یہ وقت کوشش اور جان کھپانے کا ہے نہ مزے اُڑانے اور دعوتیں کھانے کا ۔ روح القدس نے مجھے یقین دلا دیا ہے کہ میرے سفر آخرت کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے ۔ اور دو سال سے زیادہ زندگی نہیں باقی ہے ۔ اس لئے فوراً شہر رائین میں چلئے تاکہ میں آپ کو اپنے ہاتھ سے تاج شاہی پہنا دوں ۔ اُس کے بعد خدا جو چاہے کرے۔" اس طریقے سے اُس نے چارلس ہفتم کو مجبور کر دیا کہ بہت جلد اُس کے ساتھ شہر رائین کی طرف کوچ کرے ۔

آخر چارلس ہفتم کو ساتھ لے کے وہ بڑے کر و فر اور عجیب شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوئی ۔ بادشاہ کے آگے آگے سفید کپڑے پہنے ۔ زلفیں بکھرائے ۔ سفید گھوڑے پر سوار ۔ اور فرانس کا علم ہاتھ میں لیے ہوئے وہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ انسان نہیں فرشتہ ہے جو مملکت فرانس کی حمایت اور شاہ چارلس کی پشت پناہی کے لیے آسمان سے اُتر آیا ہے ۔ یہ شاہی لشکر ایک قسم کی روحانی عظمت کی شان دکھاتا ہوا شہر جارجو کے قریب پہونچا جس پر انگلستان والوں کا قبضہ تھا ۔ انگریز تو پہلے اس قدر غالب آ چکے تھے کہ اپنے آپ کو سارے ملک فرانس کا مالک تصور کرتے تھے اور اُنھیں اپنی فتح میں ذرا بھی شک و شبہہ نہ تھا مگر اب جون کی کارروائیوں نے اُنکی کامیابی کی رفتار میں ایک ذہنی انقلاب پیدا کر کے اُنھیں پسپا کرنا شروع کر دیا تھا ۔ اور اُن کے دلوں پر جون کی ہیبت بیٹھ گئی تھی ۔ تاہم انگریزوں کی حمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ شہر کو بے لڑے فرانسیسیوں کے حوالے کر دیں ۔ وہ مزاحمت کے لیے تیار ہوئے اور جون نے اُن پر بلا تامل جوش و خروش سے دھاوا کیا ۔ اُس کی جانبازی نے فرانسیسی سپاہیوں کے مردہ دلوں میں نئی زندگی پیدا کی ۔ خصوصاً جب اُنھوں نے دیکھا کہ جون آفت

آرک بغیر اس کے کہ ذرا بھی ہچکچائے اور اُس کے قدم کو ذرا بھی لغزش ہو جھنڈے کو ہلاتی ہوئی سیڑھی لگا کے شہر پناہ پر چڑھ گئی تو سب نے جان پر کھیل کے چاروں طرف سے یورش کر دی۔

لیکن خود جون جب سیڑھی کے اوپر کے زینے تک پہونچی اور شہر پناہ پر قدم جمانے کو تھی کہ ناگہاں سیڑھی لڑھک کے نیچے آ رہی اور اُس کے ساتھ ہی جون آف آرک بھی کھائی کے اندر تھی۔ گرنے میں کچھ ایسی چوٹ کھائی کہ جون کو گرتے غش آ گیا۔ مگر ہوش آتے ہی اپنے آپ کو سنبھالا۔ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ گرد جھاڑ کے اوپر آئی اور فوج کو للکارا کہ "بہادرو! اسی حملے پر لڑائی ختم ہے۔ اور فتح تمہارے ہاتھ!" ان سحر آگیں الفاظ نے سب میں کچھ ایسا بلا کا جوش پیدا کر دیا کہ سر ہتھیلیوں پر لے کے بڑھے۔ اور آناً فاناً میں انگریزوں کو مغلوب کر دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد شہر فرانسیسیوں کے قبضے میں تھا۔

اس معرکے کے بعد انگریزوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اُنھیں کلیۃً مایوسی ہو گئی۔ چنانچہ اُن کے سپہ سالار اعظم ٹالبوٹ نے خود ہی مصلحت دیکھ کے فرانس کے تمام شہروں پر سے اپنا قبضہ اُٹھا لیا۔ اور سارے انگریزی لشکروں کو جو مختلف اطراف اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے یکجا کر کے دار السلطنت پیرس کا ارادہ کیا۔

دوسری طرف جون آف آرک برابر شکستیں دیتی اور فتوں پر فتحیں حاصل کرتی بڑھتی چلی جاتی تھی۔ اور اُس کے مقابل کسی جگہ انگریزوں کا قدم نہ ٹکتا تھا۔ آخر وہ شہر ریائن میں پہونچی۔ جہاں ۱۷۔ جولائی ۱۴۲۹ء کو اُس نے بڑے ہی اہتمام اور نہایت تزک و احتشام سے شاہ چارلس کو تاج شاہی پہنایا۔ تاجپوشی کے وقت حسب معمول سفید لباس پہنے اور علم ہاتھ میں لیے وہی تخت کے آگے کھڑی تھی۔ بادشاہ کو تاج مقتدائے دین نے پہنایا۔ اور جس کی کمر میں تلوار جون نے اپنے ہاتھ سے باندھی۔

ان سب باتوں کو وہ ایک عجیب خلوص اور جوش مسرت سے اپنے ایک دینی اور روحانی فرض کی طرح بجا لائی اور جب تمام رسوم تاجپوشی ادا ہو چکے تو اُس پر ایک رقت کا عالم طاری ہوا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فوراً جھک کے

چارلس کے قدمون سے لپٹ گئی - اپنے گرم آنسوؤن سے اُس کے قدم دھوئے اور نہایت جوش کے ساتھ بولی" اب حضور کی فتح پوری ہو گئی - اور مین نے جو کہا تھا کر دکھایا - بس اب مجھے اجازت دیجیے کہ خوش خوش اپنے گھر جاؤن - اپنے اُسی سنسان گاؤن اور گوشۂ تنہائی مین ٹھہر کے چرخا کاتون اور باپ کی بھیڑین چراؤن جس مشغلے مین کہ مین اس سے پہلے مصروف تھی" چارلس نے یہ کلمات سُن کے کہا" بھلا اب مین اپنے اُس حامی اور اُس پشت پناہ قوم کو چھوڑ سکتا ہون جس نے قوم کو ہلاکت سے بچایا ہے؟ اب مُلک کی ترقی اور قوم کی بہبود تمھارے ہی دم قدم سے وابستہ ہے - اور مجھ سے یہ نہ ہوگا کہ کامیابی کے بعد تمھارا دامن ہاتھ سے چھوڑ دون"

بادشاہ کا یہ جملہ ساری قوم کی آرزوؤن کا ترجمان تھا - اس لیے کہ اب فرانس کی ساری خلقت کو جوَن سے بیحد عقیدت تھی - اور سوا چند اُمرا اور فوجی افسرون کے جن لوگون کو جوَن کے ساتھ بغض و عناد تھا سارے اہل فرانس جوَن ہی کی رفاقت میں اپنی فلاح سمجھتے تھے - اُس کے جھنڈے کے گرد انھین تمام بزرگان سلف اور ولیون کی روحین نظر آتی تھین - بادشاہ کے روکنے سے وہ رُک تو گئی مگر اُسی گھڑی سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مسرت و شادمانی ہمیشہ کے لیے اُس سے رخصت ہو گئی اور گویا وہ بالکل بدل گئی - اب اُس مین نہ وہ قومی حمیت نظر آتی تھی اور نہ وہ اگلی جوانمردی و شجاعت - نہ وہ رویائے صادقہ تھے اور نہ وہ الہام اور روحانی مکاشفات - اُسکی سیرت و طبیعت اُس کے اوضاع و اطوار - اور اُس کے افعال و اقوال مین ایسا حیرت انگیز انقلاب ہو گیا کہ اُسکی باتین سُن کے اور اُسکی حالت دیکھ کے لوگون کو تعجب ہوتا تھا - اب بجاے اُس جوش اور اُولوالعزمی کے وہ طرح طرح کے اوہام اور رکیک خیالات مین مبتلا اور اپنی حالت پر آپ ہی متحیر نظر آتی - ہر وقت رویا کرتی - اور جیسے وہ ساری باطنی قوت اُس سے سلب ہو گئی تھی -

مگر یہ مزاجی انقلاب دیکھنے پر بھی بادشاہ نے اُسے اپنے پاس سے نہ جانے دیا - اور آخر اس نے ڑائن کے گرجے سے اپنے اسلحہ پھر لے کے جسم پر

آراستہ کیے ۔ شہسواروں کی وضع بنائی ۔ اور معرکہ آرائی کے لیے روانہ ہوئی لیکن خرابی یہ تھی کہ ادھر تو خود جوآن اس طرح بدل گئی تھی اور اُدھر امرائے فرانس کے دلوں میں اُس کا بغض اور بڑھ گیا تھا ۔ اس لیے کہ بادشاہ کو جوآن پر مہربان اور ہر بات میں اُس کا مطیع فرمان دیکھ کے وہ آتش حسد سے جلے مرتے تھے ۔ وہ اُس پر طعن و تشنیع کرتے ۔ روز اُس پر جھوٹے اتہام لگاتے ۔ اُس کے کارناموں کو برائی کے لباس میں دکھاتے ۔ اُسے بدنام کرتے ۔ اور لشکریوں کو اُس کی طرف سے بدظن کر کرکے نافرمانی اور سرکشی پر آمادہ کرتے ۔ یہاں تک کہ اسکے دامن پر بدکاری کے دھبے لگانے میں بھی محسن کش امرائے فرانس نے دریغ نہ کیا ۔ جوآن کا معمول تھا کہ اب سوا شریف و پاکدامن خاتونوں اور پاکدامن ننوں کے اور کسی کی صحبت میں نہ بیٹھتی ۔ کسی مرد سے خلا ملا نہ رکھتی ۔ معزز اور آبرودار عورتوں میں اپنی راتیں بسر کیا کرتی ۔ اور کسی کو اُس پر الزام لگانے کا کوئی موقع نہ مل سکتا ۔ مگر اس پر بھی بدطینت و ناسپاس امرائے فرانس نے اُسکے بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا ۔ وہ نہایت سختی کے ساتھ اُن کے الزاموں کی تردید کرتی ۔ مگر سچ یہ ہے کہ فرانس والوں نے اپنی افترا بندیوں اور ناحق شناسیوں سے اُس کے بے لوث اور پاک و صاف دل کو بڑے بڑے چرکے دیے ۔ اور جوآن کی نیک نفسی اس مزاجی انقلاب کے بعد بھی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے کسی کو آزار پہونچانا نہیں گوارا کیا ۔ بادشاہ اور لشکری سب اُس کے ساتھ تھے ۔ اور اُس کے اختیار میں تھا کہ جس افسر کو چاہتی قتل کی سزا دلواتی ۔ یا ایک معمولی اشارے سے مروڈالتی ۔ مگر اُس سے یہ نہ ہو سکا کہ چاہے کیسا ہی دشمن اور اتہام لگانے والا ہو اُس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگے ۔ اس بارے میں سخت سے سخت غصے کے موقع پر بھی اُس کی تسلیم و رضا میں فرق نہیں آیا ۔

اب جوآن نے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ خاص پیرس پر حملہ کر کے انگریزوں کو شکست دے اور فرانس کے دار السلطنت کو اپنے قبضے میں لائے ۔ اس ہدایت کے مطابق چارلس لشکر لے کے چلا اور جوآن ہمراہ رکاب ہوئی ۔

تابڑ توڑ لوچ کے شاہی لشکر پیرس کے گرد اُترا۔ راستے میں بھی کئی فتحین ہوئین اکثر شہروں نے خود ہی سر اطاعت جھکا دیا۔ آخر شاہ چارلس کے اشارے سے اُس نے مقام سینٹ اونورے پر دھاوا کیا جہان کہ دشمنون کا پڑاو تھا۔ اگرچہ جون نے کبھی کسی شخص کو اپنے ہاتھ سے نہیں قتل کیا اور نہ کسی پر تلوار۔ نیزے یا کسی حربے سے وار کیا مگر حملہ آوری میں ہمیشہ سپاہیون سے آگے رہتی اور سب سے پہلے حریف کے قلعے پر جا پہونچتی تھی۔ اس میدان میں وہ کئی بار زخمی ہو کے گری اور غش آ گیا۔ اور ہر بار معمول تھا کہ جب غش سے سکون ہوتا اور ہوش و حواس بجا ہوتے تو بادشاہ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگتی۔ مگر چارلس نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ اور آخر میں کہا "تمھارے اعلیٰ خدمات کے صلے میں تمھارے گانون کی مالگذاری معاف کر دی جائے گی۔ اور کوئی بہت اعلیٰ درجے کی عزت و خدمت تمھارے سپرد کی جائے گی" گو کہ ان وعدون کا اُس پر کوئی اثر نہ پڑ سکتا تھا مگر بادشاہ کے اصرار سے مجبوراً اُسے شاہی رفاقت اور درباداری کی زندگی اختیار کرنی ہی پڑی۔

اس کے بعد بہت سے واقعے پیش آئے جن میں اگرچہ کامیابی ہوئی مگر امراے فرانس کی فتنہ پردازیان اور جون کے بدنام کرنے کی کارروائیان بدستور جاری تھین بلکہ روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھین۔ یہان تک کہ ایک مرتبہ بادشاہ چارلس نے اُس کے ذمے یہ خدمت کی کہ فوج لے کے جائے اور انگریزون کو شہر کوم بین سے مار کے نکال دے۔ یہ شاہی حکم پاتے ہی وہ مسلح ہو کے روانہ ہوئی اور جوش و خروش سے حملے کی تیاریان کرنے لگی۔ اس موقع پر فرانسیسی افسرون کی ناپاک سازشون کا یہ اثر نمایان ہوا کہ اُس نے فوج کو حملے کا حکم دیا اور یورش کرنے کے لیے بڑھی تو فوج والون نے بجاے اسکے کہ اُس کے حکم پر عمل کرین انحراف کیا۔ اسی قدر نہین بلکہ وہ جون کی نسبت اہانت و اتہام کے الفاظ زبان پر لائے۔ جون نے اپنی توہین کا تو کچھ خیال نہین کیا مگر اُنھین حملے کے لیے اُبھارا اور خود دشمنون کی طرف بڑھی۔ اب وہ تنہا دشمنون کی طرف بڑھتی چلی جاتی تھی اور گویا تن تنہا قلعے پر قبضہ کرنے

کی آرزومند تھی - مگر ہمراہیون نے کسی طرح ساتھ نہ دیا - بلکہ شکست کھاکے بھاگی
ناگہان فرانسیسیون ہی کے ایک گروہ نے جو انگریزون کا طرفدار تھا - اُسے
گھیر لیا - اور گھوڑے سے کھینچ کے گرفتار کر لیا - اور کمال ناشکری و احسان فراموشی
سے انگریزون کے حوالے کر دیا - جو کہ جون کے خون کے پیاسے تھے اور اُسے بڑی
بھاری خطرناک جادوگرنی تصور کرتے تھے - جون کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوتے
ہی لوگ اُس کی زیارت کو آنے لگے - عوام مین تو ہمدردی کا جوش تھا اور غربا
اُس کی اسیری پر آہ وزاری کر رہے تھے مگر امرائے فرانس کی یہ حالت تھی کہ
گویا جون کے سب سے بڑے جانی دشمن وہی تھے - اُنھون نے فوراً انگریزون
سے صلح کر لی - بلکہ اپنی عجیب و غریب بے نفس محسنہ کو اُن کے حوالے کر کے
اُن کے مطیع فرمان بن گئے -

اب علانیہ دھڑلے سے جون کی ہر بات پر اعتراض ہو رہا تھا - اُس کی
ہر ایک کارروائی پر نکتہ چینیان ہو رہی تھین - اور اُس کے طرح طرح کے
نام رکھے اور اُسے ہر قسم کے الزام دیے جاتے تھے - اور وہ نہایت استقلال
و جوانمردی سے بغیر اس کے کہ تیوریون پر ذرا بھی میل آئے یا کسی قسم کی فکر بھی چہرے
سے ظاہر ہو اپنے قید خانے مین خاموش بیٹھی ہوئی تھی - اور تو اور قوم فرانس کی خباثت
و ذلت کا اس سے زیادہ ثبوت کیا ہوگا کہ خود شاہ چارلس جسے اُس نے بادشاہ
بنایا اب کمال ناشکری کے ساتھ اُس کا دشمن تھا - اور دیگر امرا کی طرح وہ بھی
جون کے نام کی توہین کرتا - اور اُسے طرح طرح کے عیب لگاتا تھا - پیرس والے
جون کے سب سے زیادہ خلاف تھے اور انگریزون کو بار بار اُبھارتے تھے کہ جون
زندہ نہ چھوڑی جائے - اور اُسے نہایت ہی سخت سزا دی جائے - چنانچہ وہ
اسیرون کی طرح فرانس کے قلعۂ جان دی لکس برگ مین رکھی گئی - انگریزی عدالت
کے سامنے اُس پر مقدمہ چلایا گیا - اور شاہ انگلستان ہنری نے اس مقدمے کی
سماعت کے لیے دو جج مقرر کیے - اس مقدمے کے دوران مین وہ ۱۷ مرتبہ اجلاس
کے سامنے لا کے پیش کی گئی - اور ہر بار اُس سے عجیب استقلال ظاہر ہوتا تھا - اور
تمام الزامات کا وہ ایسا معقول جواب دیتی کہ کسی کو جواب دیتے نہ بن پڑتا

آخر جب اور کوئی الزام نہ عائد کیا جا سکا تو صرف اس بنا پر کہ وہ جادوگرنی ہے اُسے حبس دوام کی سزا دے دی گئی۔ اور صرف روٹی اور پانی اُس کی غذا مقرر ہوئی۔

اسی سلسلے میں اُس سے قسم کھلا کے عہد لیا گیا کہ "اب کبھی مردانے کپڑے نہ پہنوں گی" اور حلف لینے کے دو چار روز بعد یہ چالاکی کی گئی کہ جب وہ سونے کے کپڑے پہن کے سو رہی تو کسی نے چپکے سے جا کے اُس کے کپڑے غائب کر دیے اور اُن کی جگہ ایک مردانہ جوڑا رکھ دیا۔ صبح کو جاگنے کے بعد جب اُس نے خوابگاہ کے کمرے سے نکلنا چاہا تو مردانہ کپڑوں کے سوا اور کوئی لباس نہ تھا۔ مجبوراً اُنھیں کپڑوں کو پہن کے خوابگاہ سے نکلی۔ ساتھ ہی چاروں طرف سے لوگوں نے نرغہ کیا کہ تم نے اپنی قسم اور اپنے عہد کے خلاف کیا اور اُسی لباس میں اُسے حاکم کے سامنے پکڑ لے گئے۔ اور اس بات کی شہادتیں پیش کیں کہ اس نے پھر مردانے کپڑے پہنے۔ اور حضور کے ملاحظے کے لیے ہم اُسے مع لباس کے لے آئے ہیں۔" مجسٹریٹ نے باضابطہ کارروائی کر کے غریب جون پر دروغ حلفی کا جرم عائد کیا۔ اور اُس کی سزا یہ تجویز کی کہ زندہ آگ میں جلا دی جائے۔ جو کہ اُن دنوں عموماً جادوگرنیوں اور ڈائنوں کی مروجہ سزا تھی۔ جون نے نہایت ضبط و تحمل اور صبر و استقلال سے یہ حکم سنا اور اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "تمھارے اس حکم کی اپیل اُس خدائے عالم و دانا کے عرش اعلیٰ کے سامنے پیش کروں گی۔"

اس قدر جلد قتل کی سزا کی وجہ یہ بھی تھی کہ اگرچہ فرانس والوں نے گرفتار کر کے اُسے انگریزوں کے حوالے کر دیا تھا مگر برابر اصرار کر رہے تھے کہ اُسے جلد قتل کی سزا دی جائے۔ انگریزوں کو اگرچہ جون کی کوششوں سے بے حد نقصان پہونچ گیا تھا۔ اور سچ یہ ہے کہ اگر جون آف آرک نہ اُٹھ کھڑی ہوئی ہوتی تو اُنھوں نے پورا ملک فرانس فتح کر کے چارلس کو ہمیشہ کے لیے تاج و تخت سے محروم کر دیا ہوتا۔ تاہم انگریز شاید بذاتِ خود اُسے ایسی بے رحمی کی سزا نہ دیتے۔ مگر فرانس والوں کی ناشکری۔ احسان فراموشی۔ اور نالائقی و بے حمیتی

نے انگریزون کو مجبور کرکے اُن کے ہاتھ سے ایسا یادگار زمانہ ظلم کرادیا جو خود اپنے طور پر اُن سے نہ ہو سکتا۔

اب اس سزا کی تعمیل کا انتظام ہونے لگا۔ فرنچ امرا سنگدل اور بے رحم تماشائیون کی طرح اکٹھا ہوے۔ فرانس کی بے بس رعایا اپنی بدبختی پر روتی اور آنسو بہاتی ہوئی جمع ہوئی۔ ایک بڑی بھاری چتا بنائی گئی اور اُس پر جون لاکے کھڑی کردی گئی۔ کہتے ہین کہ موت کی اس نازک گھڑی مین اُس کے ہاتھ سے صبرو تحمل کی باگ نکل گئی۔ خوبصورت اور نازک چہرے پر بجاے متانت و استقلال کے حسرت برس رہی تھی۔ اور بار بار لبون سے آہ نکل جاتی تھی۔ پھر جب اُس چتا مین آگ لگادی گئی اور شعلے اُس کے قریب پہونچے اور اُس کے بنڈے مین چرکے دینے لگے تو وہ ایسی درد بھری آوازین چیختی اور اُس حضرت رب العزت کی درگاہ مین فریاد کرتی تھی کہ پتھر کا کلیجا بھی موم ہوا جاتا تھا۔ عام تماشائی زاروقطار رورہے تھے۔ مگر نہ اثر ہوتا تھا تو بے رحم امراے فرانس کے دلون پر۔

یہ ایسا حسرتناک اور جگر پاش پاش کرنے والا منظر تھا کہ دشمنون کی آنکھون سے بھی آنسو جاری ہوگئے۔ خود کارڈنل بونور (نائب پوپ) جو تعمیل حکم کرانے کے لیے آیا تھا اُس کے دل پر بھی خدا کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ایسی پیاری صورت کے دم بھر مین مٹا دینے کا اس قدر اثر ہوا کہ اس منظر کو نہ دیکھ سکا۔ اور اُدھر سے مُنہ پھیر لیا۔ اور اُس کی آنکھون سے ایک سیلاب جاری تھا۔ جس چتا پر باندھ کے جون جلائی گئی وہ اتنی بلند تھی کہ اگر کسی مین کسی قسم کا ہمدردی کا جوش بھی پیدا ہوتا تو وہ اُس کی کچھ مدد نہ کر سکتا۔ آخر دم بھر مین شعلون نے اُس کی سینہ شگاف چیخین موقوف کرکے اُسے ہمیشہ کے لیے خاموش کیا۔ پھر اُسے جلا کے خاک کردیا۔ اور جلنے کے بعد اُس کی خاک دریاے سین کے اوپر ہوا مین اُڑا دی گئی۔ تاکہ اُس کے جسم کا ذرہ بھی کسی کے ہاتھ نہ آسکے۔ خیر اُس عہد کے سنگدل بے عقلون نے اُس کی فانی تصویر تو مٹادی مگر اُس کے روشن نام کا مٹانا امکان سے باہر تھا۔

بیگناہی کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوتی ہی ہے۔ اور ظالمون کو اپنا ظلم ضرور محسوس

ہو جاتا ہے۔ مگر اُس وقت سوا پچھتانے کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ جون آف آرک کے جلائے جانے کے ۲۰ برس بعد پیرس کے بشپ (لارڈ پادری) اور نیز روم تہ الکبریٰ کے بشپ نے آزادی سے یہ فتویٰ جاری کیا کہ جون کے حق میں جو فیصلہ کیا گیا وہ غیر منصفانہ اور سراسر ظالمانہ تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہی فرانس کے ادنیٰ و اعلیٰ سب لوگ جون کے بیگناہ قتل کیے جانے پر پچھتانے اور کفِ افسوس ملنے لگے۔

کی مرے قتل کے بعد اُسنے جفا سے توبہ ہائے اُس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

جو جو زمانہ گذرتا جاتا تھا فرانس والوں کو اپنے دامن پر اُس یادگار زمانہ خون ناحق کا دھبہ زیادہ اُبھرتا نظر آتا تھا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس ناحق شناسی کے بار کو اپنے سینے پر سے کیونکر ہٹائیں؟ آخر ۱۸۲۰ء میں جون کے وطن ڈومری میں اسکی ایک سنگی مورت بنا کے نصب کی گئی۔ پھر دوسری مورت خاص اُس مقام پر بنا کے قائم کی گئی جہان وہ چتا پر رکھ کے جلائی گئی تھی۔ اس کے چند روز بعد ایک مورت خاص پیرس میں ایک عمدہ موقع پر کھڑی کی گئی جو اُس کی سب مورتوں سے زیادہ عمدہ۔ اچھی اور مکمل تھی۔ اس کے بعد ۱۸۵۱ء میں تھسم ورلیان والوں نے جن کے علاقے میں جون کا وطن ڈومری میں واقع تھا اپنے وہان اُس کی ایک مورت بنا کے قائم کی اور ہر سال ۸ مئی کو اُس کی یاد تازہ کرنے کے خیال سے ایک میلا کرنے لگے جو آج تک جاری ہے۔ اس موقع پر جلسے کیے جاتے۔ اور اُن میں ظالموں کی مذمت و ہجو میں پُر جوش و پر سوز نظمیں پڑھی جاتیں۔ جنھوں نے کمال سنگدلی سے اُس حامیۂ وطن کو اس بے رحمی کے ساتھ قتل کیا تھا۔ اس سلسلے کے جاری ہوتے ہی اُس کی مظلومی کی تصویر دکھانے کے لیے ڈرامے تصنیف ہوے اور وہ یورپ کے تھیٹروں میں دکھائے گئے۔ ناول شایع ہوے۔ اور ہر طرف سے اُس سچی پاک نفس حامیۂ وطن کی طرفداری میں آوازیں بلند ہوئیں یہان تک کہ ساری دنیا نے تسلیم کر لیا کہ جون نہایت ہی پاک دل اور سچی شہید قوم تھی اور اُس کے قتل کرنے والے بدترین ظالم و سنگدل۔

اُمِ سلمہ زوجۂ سفّاح

یہ ایک خالص عربی معاشرت کا نمونہ تھا اور اُن کی بھی وہ معاشرت جو اُنکے متمدن بننے کے بعد کی ہے - یہ خاتون یعقوب بن ولید بن عبداللہ بن ولید بن مغیرۂ مخزومی کی بیٹی تھی اور اسی شریف قبیلے کی یادگار تھی جس کی ایک مشہور یادگار سیف اللہ خالد بن ولید تھے - وہ حسن و جمال کے علاوہ بڑی صاحب تمیز سلیقہ شعار اور شایستہ تھی اور خدا نے اُسے مال و دولت سے بھی بہرہ ور کیا تھا۔ پہلے عبدالعزیز بن عبدالملک بن مروان کے عقد نکاح مین تھی - پھر ہاشم نام ایک معزز دولتمند عرب نے اُس سے نکاح کیا - ہاشم کے بعد ایک دن اپنے مکان مین بیٹھی ہوئی باہر کا یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ سامنے سے ایک خوبرو و خوش جمال جوان رعنا کا گذر ہوا - اس جوان کی صورت دیکھتے ہی اُم سلمہ دل مین فریفتہ ہو گئی - اور ہم صحبت خاتونان قوم سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے - جواب ملا کہ "ان کا نام ابوالعباس سفاح ہے اور عم رسول اللہ حضرت عباس کی نسل سے ہین"

ان دنون بنی اُمیہ کی حکومت تھی اور بنی ہاشم عام اس سے کہ فاطمی ہون یا عباسی غربت و فلاکت مین مبتلا تھے - عہدہ داران سلطنت اور معزز سوسائٹی مین بھی اُن کی ایسی قدر و منزلت نہ تھی کہ کوئی دولتمند عورت اُن کی طرف توجہ کرتی - مگر اُم سلمۂ مخزومیہ ابوالعباس سفاح کی صورت پر کچھ ایسی فریفتہ ہوئی کہ کسی بات کا بھی خیال نہ کیا اور اپنی ایک لونڈی کو اُن کے پاس بھیج کے خود ہی نکاح کا پیغام دیا اور پیام کے ساتھ سات سو اشرفیان بھیجین کہ یہ آپ کی نذر ہین - لونڈی نے آکے سفاح کو یہ پیام دیا تو اُنھین اپنی اس خوش اقبالی پر حیرت ہوئی اور اُس سے کہا "مگر مین تو مفلس و نادار ہون" اُنھون نے ناداری کا شکوہ کیا تو اُس نے وہ سات سو اشرفیان پیش کر دین کہ "روپئے کی ضرورت ہے تو ہماری بی بی نے خود ہی یہ رقم تمھاری نذر کی ہے" اب کیا تھا سفاح خوش خوش اپنے گھر آئے۔ پھر اُم سلمہ کے بھائی کے پاس جا کے شادی کا پیام دیا - اُنھون نے قبول کیا اور

اور وہی چار روز مین پانچ سو اشرفی مہر پر نکاح ہوگیا۔

شب کو ابو العباس سفاح جب حجلۂ عروسی مین داخل ہوے تو دیکھا کہ دولھن ایک شہ نشین پر بیٹھی ہوئی ہے جس پر مغرق و مرصع فرش ہے۔ بال بال موتی پروئے ہوے ہین۔ اور سارے بنڈے مین کوئی جگہ نہین ہے جہان سے جواہرات ضو نہ دے رہے ہون۔ دولتمندی کا ایک ایسا نمونہ اور ایسا آنکھون کو خیرہ کر دینے والا منظر کبھی ان غریب کی نظر سے نہین گذرا تھا مبہوت و ششدر کھڑے رہ گئے اور کسی طرح قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ تب اُم سلمہ نے لونڈیون کو بُلا کے شہ نشین کے نیچے مسند بچھوائی اور گرمیون کے سادے کپڑے زیب بر کیے۔ مگر اب بھی امارت و حسن کا ایسا رعب تھا کہ سفاح کو ہاتھ لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آخر ان کا دل بڑھانے کے لیے دولھن نے خود ہی کہا "تم گھبراؤ نہین۔ آؤ پاس بیٹھو اور باتین کرو۔" غرض اُم سلمہ کی دلدہی سے سفاح مین اتنی جرأت پیدا ہوئی کہ دولھا دولھن ایک دوسرے سے مانوس ہوے۔

اس کے بعد سفاح کی یہ حالت تھی کہ نام کو تو شوہر تھے مگر حالت دیکھیے تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے بی بی کے غلام بے درم ہین۔ حلف اُٹھا لی کہ زندگی بھر تمھارا ہی رہون گا۔ نہ کوئی اور شادی کرون گا اور نہ کسی لونڈی سے کبھی سروکار رکھون گا۔ میان بوی مین حد سے زیادہ محبت تھی۔ ابو العباس کوئی کام بغیر بی بی کے مشورے کے نہ کرتے تھے۔ اور کبھی اُن کی مرضی کے خلاف نہ کرتے۔ الغرض نہایت ہی آرام و آسایش سے گذر رہی تھی۔ بی بی کی دولت نے سفاح کو بھی ایک رئیس اعظم بنا دیا تھا اور خدا نے مسرت کو اور ترقی دینے کے لیے اولاد بھی عطا فرمائی تھی۔ اس طرح ابو العباس کی اقبالمندی کا پہلا نمونہ اس صاحب مال و جمال بی بی ہی کی ذات سے نظر آیا۔

چند روز بعد انقلاب زمانہ نے بنی اُمیہ کا دفتر اُلٹ دیا۔ بنی عباس کا ستارۂ اقبال چمکا۔ خلافت اسلامیہ کا تاج سفاح کے سر پر رکھا گیا۔ اور دُنیا کا سب سے بڑا شہنشاہ وہی شخص بن گیا جسے اپنی طلاقت سے دولتمند بی بی کے بنڈے مین ہاتھ لگانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ جو افلاس کی کمزوری سے بی بی کا درم ناخریدہ غلام بنا ہوا تھا۔ اور اُس کی

صورت دیکھ کے ڈرتا اور سہما جاتا تھا مگر ہاشمی شرافت کے اثر سے مالک تاج و دیہیم ہونے کے بعد بھی سفاح کے تعلقات اپنی نازآفرین بی بی ام سلمہ سے ویسے ہی رہے۔ اور اب بھی مجال نہ تھی کہ کوئی کام اُس کی مرضی کے خلاف کرین یا کسی اور عورت کو آنکھ اُٹھا کے دیکھین۔ لیکن حکمرانی و جہان پناہی نے اب دربار اور صحبت مین بعض ایسے لوگ بھی پہونچا دیے جو امرا کے دلون مین طرح طرح کی خواہشین اور ہوسین پیدا کرکے اُن کی سیہ کاری و عیش پرستی سے خود فائدہ اُٹھایا کرتے ہین۔

چنانچہ ایک بڑے زبان آور اور لسّان مصاحب خالد بن صفوان نے موقع پاکے ایک دن تنہائی مین عرض کیا "امیر المومنین! مجھے حضور کی حالت دیکھ کے بڑا تعجب آتا ہے۔ اقتدارات خدا نے ایسے دیے ہین کہ چاہے کیسا ہی حکم ہو مجال نہین کہ اس کی تعمیل مین ایک لمحے کی بھی دیر ہو سکے۔ قلمرو اتنی بڑی ہے کہ ساری دنیا تابع فرمان ہے۔ اور باوجود اس سطوت و جبروت کے ایک عورت حضور پر حاکم ہے اور اُسکے بندۂ فرمان بنے ہوے ہین۔ وہ بیمار ہو تو حضور بیمار ہین۔ گھڑی بھر کو نظر سے اوجھل ہو تو حضور کپڑے مین نہین ہین۔ ایک اُسکے بس مین ہونے کی وجہ سے حضور نے ساری لطف اور دنیا کی تمام لذتین اپنے اوپر حرام کر لی ہین۔ حتیٰ کہ حضور کو یہ بھی معلوم نہین ہونے پاتا کہ حسینان عالم مین خدا نے کیسی کیسی نازآفرین دلربائین پیدا کی ہین۔ کوئی قیامت قامت ہے۔ کوئی ماہ طلعت ہے۔ کوئی گل رخسار ہے۔ کوئی چھریری اور نازنین ہے کوئی سانولی اور نمکین ہے۔ کوئی مدینے کی جادو بیان ہے جو اپنی پیاری پیاری باتون مین لبھا لیتی ہے۔ کوئی کوفے یا بصرے کی شیرین زبان ہے جس کی چتونین زہر کا اثر رکھتی ہین۔ کسی کی زلفین دل کو اپنے پھندے مین پھانس لیتی ہین کسی کی سُرمگین آنکھون کے تیر کلیجے مین اُتر جاتے ہین"۔

اسی طرح خالد بن صفوان دیر تک طرح طرح کے حُسنون کی تصویرین سفاح کی آنکھون کے سامنے کھینچتا رہا۔ یہان تک کہ اُس کا دل ڈانوا ڈول ہو گیا اور دل مین کہنے لگا "یہ سچ تو کہتا ہے۔ اپنی اس حماقت کے باعث مین کیسی کیسی لذتون سے محروم ہون"۔

اب خالد تو آگ لگا کے چلتا بنا اور دل مین خوش تھا کہ مین نے میدان مار لیا۔

اگر میری! تو ان میں آکے سفاح نے کسی دوسری عورت کی طرف توجہ کی تو پھر مجھ سے زیادہ کوئی خوش نصیب نہ ہوگا۔ اور سفاح کی یہ حالت تھی کہ ایک سوچ میں پڑا ہوا تھا۔ اور کوئی فیصلہ نہ کر چکا تھا۔ اسی حالت میں تھا کہ اُم سلمہ آئی اور اُسے ملول و حزین دیکھ کے سبب پوچھنے لگی۔ بار بار اُسے تسلی دیتی تھی اور کہتی تھی "آخر آپ کو کس بات کی فکر ہے؟ کسی بیرونی حریف نے سر اُٹھایا ہے؟ کسی نے بغاوت کی ہے؟ کوئی ہنگامہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے؟ آخر کون سی ایسی بُری خبر آئی ہے جو آپ اس قدر متفکر ہیں؟" سفاح "خیر و بد کوئی نہیں آئی" ام سلمہ "پھر وہ نگوڑی کون سی بات ہے جس کے لیے دشمن یوں پریشان ہو رہے ہیں؟" سفاح "کچھ نہیں" ام سلمہ "کچھ تو ضرور ہے"

سفاح "ایک یوں ہی سی بات ہے جو تم سے کہنے کی نہیں"

اُم سلمہ "اور میں بے پوچھے نہ رہوں گی"

آخر اُم سلمہ نے "بتاؤ" "لے جلدی بتاؤ" کی یہاں تک رٹ لگائی کہ مجبوراً سفاح نے ساری سرگذشت سُنا دی اور خالد نے جو کچھ کہا تھا بی بی کے سامنے دوہرا دیا۔ سنتے ہی اُم سلمہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور غصے کے تیوروں سے پوچھا۔ "اور تم نے اُس حرام زادے کو اس کا کیا جواب دیا؟" اس پر سفاح نے برآشفتہ ہو کے کہا "واہ! وہ تو مجھے نیک مشورہ دیتا ہے اور تم اُسے کوستی ہو!" شوہر سے یہ جواب پا کے اُم سلمہ طیش میں بھری ہوئی وہاں سے اُٹھ کے اپنی محلسرا میں گئی۔ اور دس چوبداروں کو بُلا کے حکم دیا کہ اسی وقت خالد بن صفوان کے مکان پر جاؤ اور اُسے اتنا مارو کہ اُس کا کوئی عضو صحیح و سالم باقی نہ رہے۔

میاں خالد گھر میں بیٹھے ہوئے شاہی انعام کے اُمیدوار تھے اور وہ راہ دیکھ رہے تھے کہ کوئی شاہی غلام خلعت اور نقد جواہرات لیے ہوئے آتا ہی ہوگا کہ ناگہاں ڈیوڑھی پر چوبدار نمودار ہوئے۔ اور دروازے پر پہونچ کے پوچھا "خالد بن صفوان کہاں رہتے ہیں؟" آپ لپک کے بے اختیار باہر نکل آئے۔ اور جوش مسرت سے از خود رفتہ ہو کے کہا "ہاں ہاں جی میں ہی ہوں۔ جو کچھ انعام لائے ہو دو" انھوں نے کہا "لو" اور بے تکان پیٹنا شروع کیا۔ یہ حالت دیکھی تو آپ گھبرا کے بھاگے۔

گھر مین گھس کے دروازہ بند کر لیا۔ اور زیادہ نہین ہٹنے پائے۔ مگر ڈر کے مارے گھر سے قدم باہر نکالنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

انھین گھر مین بند پڑے پڑے کئی دن ہو گئے اور سفاح کے غلام روز آ آ کے پلٹ جاتے تھے۔ یہان تک کہ تیسرے چوتھے دن اُنھون نے پکڑ پایا۔ اور کہا "چلو امیر المومنین بُلاتے ہین۔ کئی دن سے کہان بھاگے ہوے تھے کہ ہم روز آ آ کے پلٹ جاتے ہین" مگر اب خالد کا تون خشک تھا۔ اور دل مین موت کا یقین تھا۔ مارے باندھے سفاح کے دربار مین پہونچے۔ سفاح تنہا تھا۔ مگر اُس کے پیچھے ایک کھڑکی مین باریک زرنگار پردہ پڑا ہوا تھا جس کے اُدھر حرکت بھی محسوس ہوتی تھی۔ خالد دل مین سمجھ گیا کہ بادشاہ کے پیچھے بادشاہ بیگم بھی موجود ہین۔ سفاح نے صورت دیکھتے ہی کہا "تین دن سے کہان تھے؟" عرض کیا "حضور غلام بیمار تھا ورنہ ضرور حاضر ہوتا" سفاح نے کہا "پچھلی صحبت مین تم نے حسین و پُرجمال عورتون کی کچھ ایسی صفتین بیان کی تھین جیسی مین نے کبھی نہین سُنی تھین۔ تمھاری اُن باتون مین مجھے بڑا مزہ آیا تھا جو اس وقت تک یاد ہے۔ ذرا اُن باتون کو پھر میرے سامنے بیان کرو" خالد نے کہا "بہتر۔ مین نے عرض کیا تھا کہ جس کسی نے ایک بی بی کے ہوتے دوسری بی بی کی مضرہی اُٹھایا ـــــــ" سفاح نے برہم ہو کے کہا "ہائین! یہ تم نے کب کہا تھا؟" خالد "حضور خدا کی قسم یہی۔ اور عرض کیا تھا کہ تین بیبیون کا گھر بس ایک پتیلی ہے جو برابر اُبلے جاتی ہو" یہ سنتے ہی ابوالعباس بگڑ کے بولا "خدا کی قسم تو نے یہ نہین کہا تھا۔ اگر یہ کہا ہو تو مین قرابتِ رسول اللہ صلعم سے محروم ہون" خالد "اور حضور مین نے یہ بھی تو عرض کیا تھا کہ چار بیبیان شوہر کے لیے صریح آفت ہین۔ اُسے بوڑھا اور بیرفانی بنا دیتی ہین۔ اور بیمار ڈال دیتی ہین" سفاح "(جوش اضطراب مین) "خدا کی قسم مین نے یہ باتین کبھی سُنی ہی نہین نہ تجھ سے اور نہ کسی اور سے" خالد "جی خداوند۔ مین نے تو بس یہی عرض کیا تھا" سفاح "ارے کمبخت میرے مُنہ پر جھوٹ بولتا ہے!" خالد "(چلا کے)" تو کیا حضور میری جان لینا چاہتے ہین؟" سفاح "تو نے کہا تھا کہ ایسی ایسی حسین عورتین ـــــــ" خالد (بات کاٹ کے) "جی ہان مین نے عرض کیا تھا

کہ یہ حرم کی دوشیزہ لونڈیاں ایسی سنڈیاں ہیں کہ عورت ہونا گیا یہ تو سو امرد ہیں۔ اُن کے عورت ہونے میں بس ایک ہی بات کی کسر رہ گئی ہے۔" خالد کے اس فقرے پر پردے کے پیچھے سے ایک قہقہے کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی خالد نے کہا "اور حضور میں نے یہ نہیں عرض کیا تھا کہ بنی مخزوم قریش کا پھول ہیں۔ اور آپ کے پاس تو سارے پھولوں میں سے چُنا ہوا ایک اعلیٰ درجے کا خوشرنگ و شاداب مہکتا پھول موجود ہے اور باوجود اس کے آپ دوسری آزاد بہو بیٹیوں اور لونڈیوں پر نظر ڈالتے ہیں!" میرے اس جملے کے ختم ہوتے ہی پردے سے آواز آئی۔ "بیشک تم نے امیر المومنین سے یہی کہا ہوگا مگر اُنھوں نے اسکے عوض اپنے دل سے نئی نئی باتیں اپنی ہوس کے مطابق بنا لیں اور انھیں تمھاری جانب منسوب کر دیا۔" اب اُم سلمہ تو پردے کے پیچھے بیٹھی ہنس رہی تھی۔ اور سفاح کی یہ حالت تھی کہ خالد کو گالیاں دے رہا تھا "خدا تجھے غارت کرے! خدا تجھ سے سمجھے!" اُسے برہم دیکھ کے خالد سامنے سے کھسک گیا۔ خلیفہ کے سامنے جاتے وقت تو اُسے موت کا یقین تھا مگر واپسی میں ام سلمہ کی مہربانی سے زندگی کی امید پیدا ہو گئی۔ گھر پہونچا ہی تھا کہ اُم سلمہ کے خدام جو پہلے اُس کے زدوکوب کے لیے آئے تھے حاضر ہوے اُسے بادشاہ بیگم کی مہربانی کا یقین دلایا۔ اور دس ہزار درہم۔ خلعت کی ایک کشتی۔ ایک بڑے قدوقامت کا گھوڑا اور ایک غلام ملکۂ جہاں کی طرف سے اُس کے حوالے کیا۔ اور واپس گئے۔

پھر اسکے بعد نہ کبھی کسی کو سفاح کے بہکانے کی جرأت ہوئی اور نہ خود اُسے کسی دوسری عورت کا خیال آیا۔ زندگی بھر اپنی پُرانی بی بی ام سلمہ سے نباہی۔ اور اُس کا ویسا ہی تابع فرمان بنا رہا جیسا کہ پہلے تھا۔

کیتھرائن ملکۂ روس (اوّل)

مملکت روس میں اس نام کی دو ملکائیں گذری ہیں۔ مگر حُسن کی کرشمہ سازیوں کا سب سے زیادہ مکمل نمونہ پہلی کیتھرائن ہے جس کے دلچسپ حالات لکھنے کے لیے ہم نے قلم اُٹھایا ہے۔

جن لوگون نے نورجہان بیگم کے حالات پڑھے ہین وہ تعجب کرتے ہین کہ کس غربت و مصیبت اور فلاکت ومسکنت کی حالت مین پیدا ہوئی اور محض اپنے حسن وجمال کی قوت سے کس اعلیٰ عروج اور کس شان وشوکت اور عظمت وجبروت کے درجے کو پہونچ گئی۔ لیکن مقابلہ کرکے دیکھیے تو کیتھرائن کے حالات نورجہان سے زیادہ حیرت انگیز نظر آتے ہین جو گمنامی مین پیدا ہوئی۔ ایک معمولی سپاہی کے ساتھ نکاح ہوا۔ لونڈیون کی طرح گرفتار کرکے اپنے وطن سے لائی گئی۔ اور آخر اپنی خوش جمالی کی قوت سے پٹرس اعظم شہنشاہ روس کی ملکہ ہی نہین اُسکے دل و جان کی مالک ہوگئی۔ ان دونون مشرقی ومغربی شہنشاہ بیگمون مین یہ فرق بھی نظر آتا ہے کہ نورجہان بیگم باوجود اعلیٰ اقتدارات اور اپنے نام کا سکّہ تک جاری کرادینے کے نہایت ہی پاکدامن وعصمت شعار تھی اور ہرحال مین اُس کا دامن بےعصمتی کے دھبون سے پاک رہا۔ بخلاف اسکے کیتھرائن اپنے دامن کو بدکاری وبے عصمتی کی نجاست سے نہ بچا سکی بلکہ اُس کے عروج کا آغاز ہی بدکاری سے ہوا۔

یورپ کے انتہائی شمال مین اور قطب شمالی سے قریب ایک جزیرہ نما ہے جو ممالک سویڈن اور ناروے پر حاوی ہے۔ یہ جزیرہ نما نقشے مین ایسا نظر آتا ہے کہ گویا بر اعظم کے درخت سے بید مجنون کی سی ایک شاخ لٹک کے بائین طرف جھک پڑی ہے۔ اسی سرزمین مین ایک چھوٹا سا صوبہ لیو دنیا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو سویڈن کی قلمرو مین شامل ہے۔ سلطنت سویڈن کی فوج کا ایک ادنیٰ درجے کا افسر جان راب نامی لیو دنیا مین رہتا تھا جس کے گھر مین آج سے دو صدی پیشتر ۱۶۸۲ء مین ایک لڑکی پیدا ہوئی جو اُس وقت عزیزون اور ہموطنون کو نہایت ہی منحوس وبدقدم نظر آئی۔ ہنوز ماں کے پیٹ ہی مین تھی کہ باپ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ بیچاری ماں نہایت ہی افلاس و فلاکت کی حالت مین تھی کہ باپ دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اور بیوہ ایسی تباہی و مصیبت مین پڑ گئی کہ نہ کوئی خبرگیران تھا اور نہ کوئی پُرسانِ حال۔ تاہم فقر وفاقہ کے ساتھ بسر کرکے تین سال تک دودھ پلایا۔ مگر بمشکل رضاعت کی مدت بھی پوری کرنے پائی تھی کہ مصائبِ زمانہ کو نہ برداشت کرسکی۔ اور ایڑیان رگڑ رگڑ کے مرگئی۔

اب اس تین برس کی ننھی سی جان کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ گاؤن کے ایک اور شخص کو ترس آ گیا۔ اپنے گھر لے گیا اور چند سال رکھ کے پالا۔ اسکے چند روز بعد ایک پروٹسٹنٹ پادری نے اُسے شہر "مرین برگ" مین لیجا کے رکھا اور اپنے لڑکون کی خدمت پر مامور کیا۔ اب یہ لڑکی ذرا ہوشیار ہو چلی تھی۔ پادری صاحب کے لڑکون کی خدمت بڑی سرگرمی اور شوق سے بجا لاتی اور جہان تک بنتا اُنھین آرام پہونچاتی۔ پادری صاحب کے لڑکے تعلیم پاتے تھے۔ یہ لڑکی پاس بیٹھ کے اُنکو سبق یاد کرنے کا شوق دلاتی اور ساتھ ہی ساتھ اُن سے سیکھ سیکھ کے خود بھی لکھنے پڑھنے اور علم و فضل مین ترقی کرتی۔ یہ لڑکی جیسی حسینہ و جمیلہ تھی ویسی ہی ذہین و طباع۔ پادری صاحب کے لڑکون نے تو خیر کچھ نہ کچھ ترقی کی ہی ہوگی مگر اس نوخیز اور ذہین لڑکی نے چپکے ہی چپکے لکھ پڑھ کے علم و فضل مین جو مرتبہ حاصل کر لیا بہت غیر معمولی تھا۔

اب اس حسین و پری جمال دوشیزہ کا عہد شباب تھا۔ ع "جوانی کی راتین مرادون کے دن"۔ جوانی کی اداؤن نے حسن کی آب و تاب کو چمکا دیا اور شباب نے اُس کی نظر فتان کے تیرون پلکون کے خنجرون اور ابرؤون کی تلوارون پر باڑ رکھ دی۔ سویڈن کی کسی سپاہی کی اُس پر نظر پڑی اور نظر پڑتے ہی گھائل ہو گیا۔ اگرچہ اُس کے حسن کا آفتاب حسینان عالم کے چراغ گل کیے دیتا تھا مگر غربت و فلاکت کے باعث خود اُسے اپنی اور اپنے اُس زاہد فریب حسن کی قدر نہ تھی۔ اُسی پہلے قدردان حسن کے ساتھ نسبت ٹھہر گئی اور ۱۷۰۱ء مین نکاح ہو گیا۔

شادی کو مشکل سے پورا سال گذرا ہوگا کہ سلطنت روس نے سویڈن پر چڑھائی کر کے شہر مرین برگ پر قبضہ کر لیا۔ اس موقع پر بھی یہی نظر آیا کہ مصیبت اور بُری قسمت نے ابھی تک اُس غریب لڑکی کا ساتھ نہین چھوڑا۔ کیونکہ اُس کا شوہر وطن کی حمایت مین مارا گیا۔ اور روسی جنرل باور زبردستی پکڑ کے اُسے اپنے ساتھ روس لے آیا۔

یہی حسین لڑکی کیتھرائن تھی جو ایسی تباہیون اور بدقسمتیون کے ساتھ گرفتار ہو کے ملک روس مین آئی ہے۔ لیکن اُس کے یہان آنے کی شان اگرچہ نہایت ہی

بیچارگی و بے حرمتی اور بیکسی و بے بسی کی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ نحوست و بدقسمتی کو وہ اپنے وطن ہی مین چھوڑتی آئی - کیونکہ اُسی وقت سے نصیبے نے یاوری شروع کی - اور اب اُسے پستی سے بلندی اور ذلت سے عزت کی طرف عروج حاصل ہونا شروع ہوا - گرفتاری و اسیری سے پیشتر اُس کی زندگی ایسی گمنامی کی حالت مین گذری تھی کہ اُسوقت کے جو کچھ حالات ابھی بیان کیے گئے ہین افسانے سے زیادہ وقعت نہین رکھتے - مختلف راوی مختلف حالات بیان کرتے ہین اور اِس زمانے کے مورخون کو اُن کا بہت کم اعتبار ہے - تاہم جو کچھ واقعات ہم نے بیان کیے ہین وہی سب مین زیادہ معتبر تصور کیے جاتے ہین -

الغرض جنرل باور نے کیتھرائن کو لاکے اپنے گھر مین رکھا - چونکہ جنرل باور سے اور اُس عہد کے روسی رئیس اعظم لارڈ منیچی کوف سے دوستانہ تعلقات تھے لہذا کیتھرائن کی رسائی لیڈی منیچی کوف کے گھر مین ہوئی - یہ معزز خاتون ستم زدہ کیتھرائن کے حال پر مہربانی کرتی تھی اور اسے اپنے اوپر مہربان دیکھ کے کیتھرائن کبھی کبھی اُسکے وہان چلی جاتی تھی - اتفاقاً ایک دن اُس پر لارڈ منیچی کوف کی نظر پڑ گئی اور پہلی ہی نظر مین یہ عالم ہوا کہ ع "صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ" - مگر یہ لارڈ صاحب ابھی اپنی آرزوئین دل ہی مین چھپائے ہوے تھے کہ ایک دن اُنکے گھر مین شہنشاہ پٹرس اعظم آیا - اُس نے جو کیتھرائن کی بانکی چتونین دیکھین تو بے اختیار دل ہاتھ سے نکل گیا - پاس بلا کے کچھ پوچھا گچھا - جواب مین اُس کی میٹھی میٹھی باتون اور سُریلی آواز نے اور زیادہ سحر آفرینی کی - اور شہنشاہ زخمی دل کے ساتھ اپنے ایوان شہریاری مین گیا - مگر دل کی یہ حالت تھی کہ کیتھرائن کی صورت ہر وقت نظر کے سامنے پھرتی رہتی - آخر دل کے ہاتھون مجبور ہوکے شہنشاہ پٹرس نے کیتھرائن سے راہ و رسم پیدا کیا - تعلقات بڑھائے - اور اب یہ حالت تھی کہ کیتھرائن کی شوخ نگاہین اور چلبلی ادائین روز بروز زیادہ اثر کرتی جاتی تھین -

پٹرس چند ہی روز پہلے اپنی پہلی بی بی کو اختلاف مذاق اور باہمی نااتفاقی کی وجہ سے طلاق دے چکا تھا - اور اُس کا دل پیشتر ہی سے کسی ایسی حسینہ کو ڈھونڈھ رہا تھا جسے ہمدم و ہمراز بنا کے اپنے درد دُکھ مین شریک کرے - لیکن ایک ایسی ادنی

درجے کی مجہول الحال عورت کو یک بیک اپنا شریک سلطنت بنانے کی جرأت نہ ہوئی خفیہ طور پر کیتھرائن سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیے - کیتھرائن نے شہنشاہ کا دل اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد روز بروز ایسی جان ستان اداؤں اور دلربائی کے ناز و انداز سے کام لیا کہ چند ہی روز میں بادشاہ اُس کا درم ناخریدہ غلام تھا - آخر پٹرس کو اس میں بھی چین نہ پڑا کہ اپنے دل کی مالک معشوقہ سے مخفی تعلقات رکھے اور ظاہر پتہ نہ لگ سکے - پوشیدہ طور پر رومی گرجا میں لیجا کے اور پادریوں سے ساز کر کے اُس کے ساتھ بالکل مخفی طور پر نکاح پڑھوا لیا - اور کیتھرائن الکزینا اُس کا لقب قرار دیا - اب چپکے ہی چپکے تمام امرا میں نکاح کی بابت سرگوشیاں ہو رہی تھیں جن کا اثر یہ تھا کہ مخالفت کا ہنگامہ دبے ہی دبے سرد پڑ گیا - اور سب لوگ اس خبر سے مانوس ہو گئے کہ شہنشاہ کی بی بی ایک ادنیٰ درجے کی مجہول الحال عورت ہے - لیکن شہنشاہ کے دل کو ابھی تک چین نہ تھا - وہ اس بات کو بھی گوارا نہ کر سکتا تھا کہ میں تخت سلطنت پر بیٹھ کے دربار کروں اور میرے پہلو میں شہنشاہ بیگم کی حیثیت سے کیتھرائن نہ بیٹھی ہو - آخر جب کسی طرح صبر نہ آیا تو ۱۷۱۲ء میں اپنے اس نکاح کا اعلان کر دیا - اس وقت کیتھرائن کی عمر پورے ۳۰ سال کی تھی جبکہ نہ وہ ایک الھڑ عروس چاردہ سالہ تھی اور نہ ایسی سن رسیدہ کہ حسن و جمال کا اختلاط شروع ہو گیا ہو - خلاصہ یہ کہ اُس زمانے میں وہ ایک ایسی معشوقہ تیرِ ادا تھی جو دلربائی و دلبری کے فن میں پورا کمال رکھتی ہو - اب کیا تھا جلوت و خلوت میں ہر جگہ کیتھرائن شہنشاہ کے ہمراہ تھی - تمام مہمات سلطنت میں مشورہ دیتی تھی اور مُلک پر جیسی حکومت کیتھرائن کر رہی تھی خود پٹرس بھی نہ کر سکتا تھا -

اظہار نکاح کی محرک یہ بات ہوئی کہ ۱۷۱۱ء میں دولت عثمانیہ اور سلطنت روس میں لڑائی چھڑ گئی - فوج کشی کی ضرورت سے پٹرس کو میدان جنگ میں جانا ضروری تھا - مگر پیاری کیتھرائن کو چھوڑ کے جانا اُس کے امکان سے باہر تھا - کیونکہ بغیر اُس کے ایک دم کے لیے بھی چین نہ آ سکتا تھا - اور بہت غور و فکر کے بعد جب اُسے یقین ہو گیا کہ کیتھرائن کے فراق کو میں کسی طرح برداشت نہ

کر سکون گا تو اپنے اُس کے تعلقات عالم آشکارا کر دیے۔ اور بے تکلف نکاح کا اعلان کر دیا گیا۔ سارے امرائے ملک کو اپنی آزادی بچانے کی فکرین تھین کسی نے اُس نکاح کو سُن کے جس کی خبرین پہلے ہی پا چکے تھے ناراضی نہین ظاہر کی اور پٹرس اعظم کیتھرائن کو ایک عالی مرتبہ شہنشاہ بیگم کی شان سے ہمراہ لے کے جوش و خروش کے ساتھ میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوا۔

اس سفر نے کیتھرائن کو پٹرس کی نظر مین اور زیادہ عزیز بنا دیا۔ اپنے طرزِ عمل سے اُس نے خوب اچھی طرح ثابت کر دیا کہ وہ فقط ایک ناز آفرین و مہ جبین معشوقہ نہین بلکہ ایک انیس و ہمدرد بی بی۔ بلند حوصلہ و اُلوالعزم ملکہ اور صائب الرائے مشیر و مدبر بھی ہے۔ وہ ہر معاملے مین شہنشاہ کو اچھی اور صائب رائے سے مشورہ دیتی تھی۔ افکار و آلام مین اُس کی دلداری کرتی۔ بیماری میں اعلیٰ درجے کی تیماردار بن جاتی۔ میدان جنگ مین اُس کے گھوڑے سے گھوڑا ملائے رہتی اور خطرون مین کبھی اُس کے پاس سے جدا نہ ہوتی۔ یہی نہین۔ نیکی اور بھلائی کے کامون پر بادشاہ کو آمادہ کر کے اُس سے ایسے کام کراتی کہ فوج اور رعایا کے دلون پر اُس کی محبت کا نقش روز بروز زیادہ گہرا پڑتا جاتا۔ سپاہیون کے ساتھ وہ نہایت ہی لطف و محبت سے پیش آتی اور خود جا کے غریب سپاہیون کی خدمت کرتی اور تسلی و تشفی کے ساتھ اُنکے حوصلے بڑھاتی۔

مگر اس لڑائی مین ترک روز بروز غالب ہی آتے جاتے تھے۔ عثمانی عساکر بڑھتے چلے آتے تھے اور روک تھام کی کوئی تدبیر نہ بن پڑتی تھی۔ ترکی لشکریون نے شہنشاہ پٹرس کو نہایت عاجز کر دیا اور اُسے شکست و ناکامی کا بالکل یقین ہو گیا۔ ایسی نازک حالت مین وہ ملول و حزین متفکر و پریشان اپنے خیمے مین تن تنہا جا کے بیٹھ رہا اور روسیون کو حکم دے دیا کہ خبردار کوئی شخص چاہے کوئی ہو میرے خیمے کے اندر قدم نہ رکھنے پائے۔ کیتھرائن نے اُس کی یہ حالت سُنی تو بیتابی کے ساتھ دوڑی گئی۔ سپاہیون نے منع کیا مگر اُس نے پروا نہ کی اور بے تکلف خیمے کے اندر گھُسی چلی گئی۔ شہنشاہ اُس کی صورت دیکھ کے خوش ہوا۔ گویا یہ پیاری محبت بھری صورت دیکھ کے دل کو تسلی ہو گئی اور بولا "خوب آئین! اس وقت تمھاری

ہی ضرورت تھی - تمھاری رائے اکثر صائب ہوا کرتی ہے - اب بتاؤ کہ اس معاملے مین کیا کرون؟" کیتھرائن نے غور کرکے کہا "میرے نزدیک تو یہ مناسب ہے - کہ آپ ترکون سے صلح کرلین اور حکم دے دین کہ اُن کے جن جن شہرون پر ہم لوگون نے قبضہ کیا ہو چھوڑ دیے جائین - رہا یہ امر کہ آپ سمجھتے ہین اب ترک صلح پر راضی نہ ہون گے - اس کی مین ذمہ دار ہون - اور وعدہ کرتی ہون کہ آپ کا اشارہ پاتے ہی محمد پاشا سپہ سالار روم کو راضی کرلون گی۔" اس کی یہ تجویز سن کے پٹرس خوش ہوا اور اُسے صلح کی تحریک کرنے کی اجازت دی - کیتھرائن نے شہنشاہ کا اشارہ پاتے ہی ایک معتبر ہوشیار اور عقلمند روسی سردار کو بہت سے زر و جواہرا اور قیمتی تحفون اور ہدیون کے ساتھ محمد پاشا کے پاس روانہ کیا - یہ سفارت شہنشاہ کی مرضی کے موافق کامیاب ہوئی - شرائط صلح طے ہو گئے - اور دونون طرف کے لشکر واپس روانہ ہوے - بعض متاخر مورخین کا بیان ہے کہ اس صلح مین کیتھرائن کو دخل نہ تھا - خیر اُسے دخل ہو یا نہ ہو لیکن اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ خود پٹرس اعظم کو اس بات کا پورا پورا یقین تھا کہ ترکی سپاہیون کی دستبرد سے مجھے اور میرے لشکر کو ملکہ ہی نے اپنے حسن کارگزاری سے نجات دلائی - چنانچہ اسی زمانے مین کیتھرائن کے احسانات کے ادائے شکریہ کے طور پر پٹرس اعظم نے معزز و کارگذار خاتونون کی عزت افزائی کے لیے ایک زنانہ اعزازی تمغہ اور خطاب ایجاد کیا جو "سینٹ کیتھرائن" کے لقب سے آج تک مروج ہے -

اس صلح کے تین سال بعد کیتھرائن کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کی ولادت پر زار روس پٹرس نے بڑی خوشیان منائین - بی بی کی یاد تازہ رکھنے کے لیے اُس کا نام بھی کیتھرائن رکھا - اور جب تک زندہ رہا ہر سال ایک قومی عید کی حیثیت سے اُس کی سالگرہ منایا کرتا - یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ اس شاہزادی کے پیدا ہونے سے چند روز پہلے سویڈن کے ٹرن پر روسیون کو نمایان فتح حاصل ہوئی تھی اور وہان کا فرمانروا گرفتار کرکے سینٹ پیٹرس برگ مین لایا گیا - چنانچہ فتحیاب افسرون اور پابزنجیر قیدیون کا داخلہ بھی اُسی دن ہوا جس روز شاہزادی کی ولادت پر خوشیان منائی جا رہی تھین - لہذا اس تقریب کی دھوم دھام

اور شان و شوکت پیدا ہو گئی۔

پطرس اعظم نے اس سے پہلے خفیہ طور پر ممالک یورپ کا ایک سفر کیا تھا۔ جس میں اُس نے عالم کی نظر سے مخفی رہ کے وہاں کی ترقیوں اور تاجرانہ اُوالعزمیوں کو خوب غائر نگاہ سے دیکھا تھا۔ اس سفر نے دل میں شوق پیدا کر دیا تھا کہ یورپ کا ایک سفر علانیہ طور پر اور شاہانہ شان و شوکت سے بھی کرے اور وہاں کے انتظامات سلطنت کو دیکھے۔ چنانچہ اس آرزو کے پورا کرنے کا اب موقع ملا۔ اور ملکہ کیتھرائن کو ساتھ لے کے نہایت ہی کر و فر اور شوکت و حشمت سے روانہ ہوا۔

اثنائے سفر میں کیتھرائن کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جو صرف ایک ہی دن زندہ رہنے کے لیے دنیا میں آیا تھا۔ وضع حمل کی ضرورت سے ملکہ دو چار روز کے لیے ایک مقام پر ٹھہر گئی۔ اور زار روس آگے بڑھ گیا۔ مگر کیتھرائن کو صاحب تاج و سریر شوہر کی مفارقت اس قدر گران تھی کہ زچگی سے فراغت ہوتے ہی بغیر اس کے کہ اپنی کمزوری و معذوری کا کچھ بھی خیال کرے چل کھڑی ہوئی اور جلد جلد منزلیں طے کر کے اُس سے جا ملی۔

اب پطرس اعظم کو دنیا میں ملکہ کیتھرائن سے زیادہ محبت کسی سے نہ تھی۔ محبت ہی نہیں اپنے آرام اور دینی زندگی کو اس کی زندگی سے وابستہ سمجھتا تھا۔ بدنصیبی سے خدا نے اُسے کوئی وارث تاج و تخت بیٹا نہیں دیا تھا جس کے دم سے آیندہ کی اُمیدیں وابستہ ہوتیں۔ ان مجموعی باتوں نے دل پر اثر کر کے اُسے اس بات پر آمادہ کر دیا تھا کہ جان سے زیادہ پیاری بی بی کو باضابطہ طور پر تاج شہنشاہی پہنائے۔ اور اُس کو اپنا وارث سلطنت قرار دے۔ چنانچہ اُس نے ایک نیا عالیشان گرجا تعمیر کرایا جس کو اپنی شہنشاہ بیگم کے نام سے نامزد کیا۔ اور اُسی کنیسے میں سنہ ۱۷۲۴ء میں کیتھرائن کو بڑے جلوس اور نہایت تزک و احتشام سے لیجا کے تاج شہنشاہی پہنایا۔ ملکہ کے جلوس میں خود شہنشاہ ایک فوجی افسر کی طرح پاپیادہ گرجے تک گیا۔ وہاں اپنے ہی ہاتھ سے اُسے تاج قیصری پہنایا اور ملکہ کی تاجپوشی کے بعد اپنی طرف سے ایک اعلان پڑھ کے سُنایا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"از جانب شہنشاہ اعظم مالک دولت روس بنام جملہ مقتدایان دین و والیان

ممالک و سرداران فوج و امرائے وطن و بہی خواہانِ دولت و رعایائے ممالک محروسہ روس جو لوگ دیانت و امانت کی صفت سے متصف ہین - تم سب جانتے ہو کہ تمام ممالک مسیحی مین قدیم الایام سے رواج چلا آتا ہے کہ سلاطین اپنی شریکِ زندگی ملکاؤن کو تاج شاہی پہناتے ہین - جس طرح یہ دستور آج جاری ہے اُسی طرح یہ دستور اور منصفانہ طریقہ ازمنۂ ماضیہ مین مسیحی المذہب شرقی شہنشاہانِ روم مین بھی برابر جاری تھا - قیصر بازلندے نے اپنی ملکہ زنوبیہ کو - قیصر جسٹینین نے اپنی ملکہ لوئی سینا کو - قیصر ہرقل نے اپنی بی بی مرتینیہ کو - اور قیصر لیون فلسفی نے اپنی بی بی ماریہ کو اور دیگر قیاصرۂ روم نے اپنی شہنشاہ بیگمون کو تاج شہریاری پہنائے جن کی فہرست بتانے کی ضرورت نہین - اس کے ساتھ اس بات سے بھی سب لوگ بخوبی واقف ہین کہ اس پچھلی لڑائی مین جو مسلسل ۲۱ سال تک جاری رہی ہم نے ملک مین امن وامان قائم رکھنے کے لیے سخت سے سخت مصیبتون کا سامنا کیا اور بڑی دشواریون سے لڑتے رہے - بفضلہ تعالیٰ ان لڑائیون کا خاتمہ پوری کامیابی پر ہوا - اور جیسی باوقعت صلح اس موقع پر حاصل ہوئی ہے اس سے پہلے کبھی سلطنت روس کو نہین نصیب ہوئی تھی - اور نہ ہماری قوم کو کبھی ایسا فخر حاصل ہوا تھا جیسا کہ فی الحال اس موقع پر حاصل ہوا - ان مہمون مین ہماری بی بی ملکہ کیتھرائن نے نہایت خلوص دل اور مستعدی و دانشمندی سے ہماری مدد کی - اور بارہا نازک موقع پر جبکہ دریائے پرت کے کنارے عساکر عثمانیہ کے مقابل ہماری فوج کی حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی - اور ہمارے سپاہیون کو بہت اضطراب تھا - اُس موقع پر ہمارے پاس صرف بائیس ہزار سپاہی رہ گئے تھے - اور غنیم کی لشکر کی تعداد دو لاکھ ستر ہزار تھی - ان مواقع پر اُس سے بڑی بھاری ہمیت اور اعلیٰ درجے کی شجاعت ظاہر ہوئی جس سے ہمارے تمام سپاہی واقف ہین - اُس کے ان خدمات کا لحاظ کرکے اور نیز اُن اقتدارات کی بنا پر جو ہمین خدا کی عنایت سے حاصل ہین اس کی تاجپوشی کی رسم شہر ماسکو مین اس سال کے موسم سرما مین ادا کیا جاتا ہے جس کا اعلان ہمارے اور ہماری ملکہ کے بہی خواہ دوستون مین اس سے پہلے ہی ہو چکا ہے "

لیکن تعجب معلوم ہوتا ہے کہ اس درجۂ کمال تک ہوپنچنے اور کیتھرائن کے وارث تاج و تخت قرار پا جانے کے بعد یکایک پٹرس اعظم کو اُس کی جانب بدگمانی پیدا ہوئی اور دونوں کی باہمی محبت نفرت وحشت سے بدل گئی۔ جس کا ظہور یون ہوا کہ اس تاج پوشی کے برس یعنی ۱۷۲۴ء کے آخر مین پٹرس کو یقین ہو گیا کہ اُس کی ملکہ کو ایک شخص سے ناجائز تعلق ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ کی عظمت و سطوت کو حد سے زیادہ بڑھ جاتے دیکھ کے بعض امرائے روس کو حسد معلوم ہوا اور اُن کی سازشون نے شہنشاہ بیگم کو اپنے شوہر زار کی نظر مین متہم کر دیا۔ وہ شخص جس کی نسبت خیال تھا کہ ملکہ کا منظور نظر ہے اُسے تو پٹرس نے قتل کرا ڈالا۔ مگر ملکہ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ اس لیے کہ اُسے اُس بلند درجے سے گرانا جس پر وہ ہوپنچ چکی تھی آسان نہ تھا۔ شاید زار روس اس پر بھی آمادہ ہو جاتا کیونکہ اُس کے حکم سے سرتابی کرنے کی کسی مین جرأت نہ تھی۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور ۱۷۲۵ء کی ابتدا ہی مین وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔

پٹرس اعظم کی موت کی نسبت لوگون مین بڑا اختلاف ہے۔ بعض لوگ کہتے ہین کہ ملکہ کیتھرائن ہی نے اُسے زہر دے کے مار ڈالا۔ اس کا کوئی ثبوت نہین ہے اور نہ کوئی باوقعت شہادت موجود ہے کہ ملکہ کو الزام دیا جا سکے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ ایسا خیال کرنے کے قرائن موجود تھے۔ چونکہ اب زار روس اپنی اس ملکہ سے نہایت ناراض تھا لہذا ممکن نہین کہ اُس کے آزار پہونچانے کی فکر مین نہ کر رہا ہو۔ اور کیا عجب کہ اگر زندہ رہتا تو اپنے شہنشاہی اقتدارات سے جس طرح پہلی بی بی کو طلاق دی تھی اُسے بھی دے دیتا۔ اور کیتھرائن کو جو کچھ عزتین حاصل ہو گئی تھین آناً فاناً خاک مین مل جاتین۔ مگر باوجود ایسے قرائن کے ہمین بغیر کسی کافی ثبوت کے کیتھرائن کو متہم کرنے کا حق نہین حاصل ہے

پٹرس کے مرنے کے بعد کیتھرائن نے اُس کی موت کو کچھ زمانے تک مخفی رکھا۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ اپنے مقاصد کے مطابق تدابیر انجام دے لینے اور اپنے طرفدارون کی پارٹی تیار کر لینے کے بعد شہنشاہ کی وفات کو عوام پر ظاہر کرے۔ اس مقصد مین وہ پوری طرح کامیاب ہوئی۔ پٹرس اعظم کے مرنے کی خبر ظاہر ہوتے ہی تخت نشینی کے

کے متعلق لوگوں میں اختلاف پڑا۔ مگر لارڈ منسچی کوف اور دیگر امرائے ملک اعلیٰ عہدہ داران سلطنت آرچ بشپ بلاسکو وزیر جنگ اور بہت سے صاحب اثر لوگوں کی ایک زبردست جماعت نے بالاتفاق کہا کہ "پٹرس اعظم اپنی ملکہ کیتھرائن کے لیے تخت نشینی کی وصیت کر گیا ہے۔ اور صاف الفاظ میں بتا گیا ہے کہ اُس کی جانشینی کے لیے ملکہ سے زیادہ کوئی اہل نہیں ہے۔" اس جماعت میں اتنے اتنے بڑے لوگ شامل تھے کہ تمام مخالفوں کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی کو علم مخالفت بلند کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ سب نے ملکہ کی اطاعت و فرمانبرداری کا اقرار کیا اور اس طریقے سے لیو دینا کی وہی بدنصیب لڑکی جو اپنی ولادت کے وقت ہر طرح اور ہر بات میں بدقسمت نظر آتی تھی اور انتہا درجے کی مفلوک الحال تھی ۱۷۲۵ء میں سلطنت روس کے سریر شہنشاہی پر جلوہ افروز ہوئی اور دنیا کا ایک بڑا بھاری حصہ اُس کے زیر فرمان تھا۔

عنان فرماں روائی ہاتھ میں لیتے ہی اُس نے نظم ونسق سلطنت کی طرف توجہ کی اور اُس کے عہد کے اہم واقعات میں سے یہ امور ہیں کہ مجلس اعیان (ہاؤس آف لارڈ) کو اُس نے توڑ دیا۔ جس کی مملکت روس میں بیحد ضرورت تھی۔ کیونکہ روس میں امرا کا اثر بہت بڑھا ہوا تھا اور غریبوں کی فریاد بہت کم سُنی جاتی تھی۔ مذہبی لوگوں کا اثر اُس سے پہلے حکومت پر غالب تھا اس میں بھی اُس نے مناسب اصلاحیں کیں۔ مقتدایان دین کے خطاب والقاب بیکار کر دیے۔ اور اُنکی حکومت دائرۂ کتبِ مقدسہ ہی تک محدود کر دی۔ پادریوں کا زور کم کرنے کے ساتھ اُس نے مجلس تعلیمات کو تقویت دی اور کوشش کی کہ ملک میں آزادانہ تعلیم اور علم و فضل کو ترقی ہو۔ اُس نے اپنے مشیروں کی ایک مخفی مجلس شوریٰ مقرر کی تھی جو اُسی کی ذات تک محدود تھی۔ اور رعایا پر اُس کے ارکان کا اثر نہ پڑ سکتا تھا۔

لیکن افسوس کہ اُس کی زندگی نے بہت جلد بیوفائی کی۔ اور اپنے شوہر کے بعد کچھ کم تین ہی سال حکومت کرنے پائی تھی کہ بادِ فنا کے جھونکوں نے ۱۷۲۷ء میں اُس کی زندگی کا چراغ گُل کر دیا جبکہ اُس کی عمر ۴۲ سال سے زیادہ نہ تھی۔

اس روسی ہمیرا ئین کی زندگی کے کارناموں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ جیسی صاحب حسن و جمال تھی ویسی ہی عاقل و ہوشیار بھی تھی۔ اپنے حُسن کی قوت سے

اُس نے ایک زبردست ترین شہنشاہ کو اپنا غلام ہی نہین بنایا تھا بلکہ اپنی ہمدردی و محبت سے رعایا کے ہزاروں دل بھی اپنے ہاتھ مین لے لیے تھے۔ لیکن مورخین زندگی کے آخری ایام مین اُسے اچھا نہین تسلیم کرتے۔ وہ کہتے ہین کہ اُس کا رجحان کیّادی و مکاری کی طرف زیادہ تھا۔ ہم اس بارے مین کوئی فیصلہ کرنے کے لیے تیار نہین ہین۔ لیکن اس سے انکار نہین کیا جا سکتا تھا کہ وہ ایک عجیب و غریب عورت تھی جو بلند پروازی و مقصدوری مین نام کر گئی۔ اور انسانی ترقیون کا ایک حیرت انگیز نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر گئی۔

نوّار زوجۂ فرزدق

یہ آخر عہد صحابہ کی ایک شریف اور صاحب جمال و کمال خاتون اور اعین بن ضبیعہ مجاشعی کی بیٹی تھی۔ جیسی شریف النسب تھی ویسی ہی خوش سلیقہ اور صاحب خُلق و مروّت تھی۔ اور ویسی ہی فصیحہ و بلیغہ بھی تسلیم کیجاتی تھی۔ شرفاے عرب مین اُس کا وقار تھا۔ اور سب اُسے اُس عہد کی اعلیٰ ترین خاتونون مین شمار کرتے تھے۔ فرزدق شاعر نے دھوکا دے کے اُس سے نکاح کر لیا۔ اور یہ ایسی مصیبت تھی جسکے عذاب سے اس پاکدامن عورت کو زندگی بھر چھٹکارا نہ نصیب ہوا۔

فرزدق کے جال مین پھنسنے کی صورت یہ ہوئی کہ بنی عبداللہ بن دارم کا ایک شریف و خوش رو نوجوان فرزدق کی تولیت مین تھا۔ اُس نے نوّار کے حُسن و جمال اور اُس کی خوبیون کا شہرہ سُنا تو اُسے شادی کا پیام دیا۔ اور چونکہ وہ نوّار کے چچا کا بیٹا بھی تھا اس لیے اُسے یہ پیام بہت زیادہ پسند آیا۔ نوّار نے فرزدق کے پاس کہلا بھیجا کہ "فلان نوجوان جو آپ کی تولیت مین ہے میرے ساتھ عقد نکاح کا آرزومند ہے اور مجھے بھی یہ عقد پسند ہے۔ لہٰذا آپ ہم دونون کے دلون کی آرزو پوری کر دین تو بڑی عنایت ہو"۔ فرزدق نے کہلا بھیجا "مین تمھاری خوشی پوری کرون گا مگر پہلے علیٰ رؤس الاشہاد اس بات کا صاف صاف اقرار کر لو کہ فرزدق جس کسی کے ساتھ تمھارا عقد کر دے گا اُسکے عقد مین بے عذر چلی جاؤ گی"۔ نوّار نے کہلا بھیجا "مجھے منظور ہے"۔ اور بہت سے معزز لوگون کے سامنے اس بات کا

اقرار کر لیا - اب فرزدق نے کہلا بھیجا کہ " اچھا اپنے قبیلے والون یعنی بنی دارم کو جمع کرو
اور اُنکے سامنے اقرار کرو کہ تم اپنے عقد کا اختیار مجھے دیتی ہو" نوّار نے تمام شرفائے
قبیلہ کو وہان جمع کیا - اور اُنکے سامنے حسب وعدہ اقرار بھی کر لیا - جب ان سب
باتون کی تکمیل ہو چکی تو فرزدق نے کھڑے ہو کے خطبۂ نکاح پڑھنا شروع کیا - پہلے خدا
کی حمد وثنا کی اُسکے بعد کہا " آپ سب صاحب واقف ہین کہ نوّار نے مجھے اپنے عقد
کا اختیار دیا ہے - لہذا مین آپ سب صاحبون کو گواہ کر کے کہتا ہون کہ مین نے
نوّار کا عقد نکاح ایک سو سیاہ آنکھون والی سرخ اونٹنیون کے مہر پر اپنے ساتھ کیا"
یہ الفاظ سنتے ہی صحبت پر ایک سنّاٹا چھا گیا - اور نوّار گڑگڑ کے زور وشور سے کوسنے
دینے لگی - میان فرزدق تو مطمئن تھے کہ اب نوّار میرے پھندے سے چھوٹ کے کہان
جاتی ہے - مگر نوّار نہایت ہی پریشان تھی کہ کیا کرے اور کیونکر اس آفت سے پیچھا
چھوٹے - ایک ایک کے پاس جاتی مگر لوگ کہتے " اس بات کے سچے گواہ لاؤ کہ
فرزدق نے تمھین فریب دیا" لیکن گواہی کے لیے جس کسی سے کہتی وہ ٹالتا - کیونکہ
فرزدق اتنا بڑا ہجو گو شاعر تھا کہ زمانہ اُس سے پناہ مانگ رہا تھا - اور لوگ ڈرتے
تھے کہ ہم سے ذرا بھی بگڑا تو ہمین بدنام ورسوا کر دے گا - الغرض گواہ نہ ملتا تھا - اور
بغیر گواہ کے کوئی اُسے فرزدق کی زوجیت سے آزادی نہ دیتا تھا - آخر اُکتا کے
نوّار نے ارادہ کیا کہ عبد اللہ بن زبیر کے پاس جا کے فریاد کرے جو اُن دنون مکہ معظمہ
مین دعوائے خلافت کر رہے تھے - اور سارے عرب اور عراق پر قابض وحکمران تھے -
مگر خرابی یہ تھی کہ فرزدق کے ڈر کے مارے کوئی اُس غریب کو اپنے ساتھ مکہ معظمہ تک
لیجانے کی بھی جرأت نہ کرتا تھا - اتفاقاً بصرے مین جہان نوّار اور فرزدق تھے بنی
عدی بن عبد مناۃ کے چند نوجوان آئے جو " بنی اُم نسیر" کے لقب سے مشہور تھے اور
نوّار سے قرابت قریبہ رکھتے تھے - نوّار نے اُن سے ہمدردی کی درخواست کی
اور وہ ترس کھا کے اُسے اپنے ساتھ لے کے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوے یہ سُنتے
ہی فرزدق نے اہل بصرہ سے مدد چاہی - لوگون نے اُسے اونٹ دیے - سامان سفر
مہیا کر دیا - اور آخر تک ساتھ دینے کا وعدہ کیا - یہ مدد ملتے ہی فرزدق نے بھی نوّار
کے پیچھے پیچھے مکے کی راہ لی - اور جو لوگ نوّار کو لیے جاتے تھے اُن کی ہجو مین اشعار

کیے۔ مکے میں پہونچ کے فرزدق کو معلوم ہوا کہ نوار خاص عبداللہ بن زبیر کے گھر میں ٹھہری ہے اور اُن کی بی بی خولہ بنت منظور فزاریہ کی مہمان ہے۔ یہ چونکہ اُس عہد کا مشہور و مقبول سیف زبان و آتش بیان شاعر تھا۔ نام سنتے ہی اہل مکہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور نوار کی چوٹ پر وہ خاص عبداللہ بن زبیر کے بیٹوں کے پاس ٹھہرا۔ اور اُن کی مدح میں اشعار کہہ کے آخر اُنھیں اپنی سفارش پر مجبور کر دیا۔

اب عبداللہ بن زبیر عجب اُلجھن میں پڑے ہوے تھے۔ نہ کوئی رائے قائم کرتے بنتی تھی اور نہ کوئی فیصلہ کرتے بیٹے آ کے فرزدق کی سی کہتے اور وہ ظاہر میں ہاں ہوں کر دیتے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب اپنی بی بی خولہ کے پاس جاتے تو وہ نوار کی سی کہتیں اور فوراً اُنکی رائے اسی طرف ڈھل جاتی۔ آخر کھُل گیا کہ اُنکی رائے نوار کی طرفداری میں ہے۔ اس پر بگڑ کے فرزدق نے یہ دو شعر کہے جو اُس کی زبان سے نکلتے ہی ساری دنیاے اسلام میں پھیل گئے۔

اما بنوہ فلم تقتبل شفاعتہم و شفعت بنت منظور بن زبانا

(لیکن اُن کی سفارش نہیں مانی گئی لیکن ہاں منظور بن زبان کی بیٹی کی سفارش کارگر ہو گئی)

لیس الشفیع الذی یاتیک موتزراً مثل الشفیع الذی یاتیک عُریانا

(جو سفارش کرنے والا تمھارے پاس پائجامہ پہنے ہوے آئے اُس سفارش کرنیوالی کے برابر نہیں ہو سکتا جو تمھارے پاس برہنہ ہو کے آئے)

یہ اشعار ابن زبیر کے کانوں تک پہونچے تو اُنھوں نے نوار کو بلوایا اور کہا دو صورتیں ہیں ان میں سے تمھیں جو منظور ہو اُس پر عمل کیا جائے۔ تم کو فرزدق سے طلاق دلوانے کے بعد یا تو میں اُسے قتل کرا ڈالوں کہ پھر کبھی ہماری ہجو نہ کہے۔ اور یا دشمنان اسلام کے مُلک میں جلا وطن کر کے بھیجدوں جہاں وہ خود ہی مار ڈالا جائے گا۔“ عورت کو ہزار ستاؤ۔ لاکھ اُس کا دل دُکھاؤ۔ اُس کے ساتھ مکر و فریب کرو۔ اُسے دغا دو۔ مگر پھر بھی اُس کا دل نرم ہوتا ہے اور اُسے ترس آ ہی جاتا ہے۔ نوار کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا کہ فرزدق میرے باعث جان سے مارا جائے۔ جواب دیا کہ ”ان میں سے تو کوئی صورت مجھے منظور نہیں ہے“ ابن زبیر نے کہا ”اگر اُسکے حال پر

ترس بھی آتا ہے تو پھر وہ تمھارا ابن عم ہے اور تم پر فریضہ بھی ہے کیون نہین منظور کرلیتین کہ تمھارے ساتھ اُس کا نکاح دوبارہ کرکے اس رنجش کو مٹا دون" نوار بولی" ہان مجھے اپنی زندگی خراب کرنا منظور ہے اور یہ نہین منظور کہ وہ غریب بیگناہ جان سے جائے" اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے فرزدق کو بُلوایا اور کہا "نوار کے ساتھ جس مہر پر تم نے نکاح کیا ہے اُسے لا کے حاضر کرو ورنہ مین تمھارا نکاح باطل کردون گا" فرزدق نے کہا "مین یہان غریب الوطن ہون۔ بغیر گھر گئے اعلیٰ درجے کے سو اونٹ کہان سے لاؤن گا؟" ابن زبیر نے کہا "جس طرح بنے لاؤ۔ اور اگر نوار کی محبت ہے تو دو ہی گے" آخر فرزدق نے جھنجلا کے کہا "آپ اس لیے مجھ پر زور ڈالتے ہین کہ زبردستی نوار کو مجھ سے چھین کے اپنی بی بی بنا لین" ابن زبیر بھی نہایت ہی مغلوب الغضب تھے بولے "تم کو اور تمھاری قوم بھر کو اہل عرب نے اپنی برادری سے نکال دیا تھا۔ تمھاری ہستی ہی کیا ہے" اسکے بعد اُسے اپنی صحبت سے اُٹھوا دیا۔ اور جب وہ جا چکا تو حاضرین سے کہا فرزدق بنی تمیم مین سے ہے۔ اور اُن لوگون نے ظہور اسلام سے ڈیڑھ سو برس پہلے خانۂ کعبہ پر یورش کرکے اُسے لوٹ لیا تھا۔ اُن کی یہ بے اعتدالی دیکھی تو تمام اہل عرب نے اتفاق کرکے اُن کی ایسی بے وقعتی کی جیسی کسی کی نہین ہوئی تھی۔ اور اُنھین ارض تہامہ سے نکال دیا۔ یہ کہ کے فرزدق کے پاس کہلا بھیجا "نوار کا مہر لا کے حاضر کرو ورنہ بہت بُری طرح سے تمھین قتل کرون گا" فرزدق نے چند اور شعر کہے جن مین اپنی قوم کی تعریف کی اور اُن الزامون کی عذر خواہی کی جو ابن زبیر نے اُس پر لگائے تھے۔ اِن اشعار کو سُن کے ابن زبیر بظاہر خاموش ہو رہے مگر دل مین پیے رہے۔ اتفاقاً ایک دن وہ نماز کے لیے گھر سے نکلے تو راستے مین فرزدق کو دیکھا دیکھتے ہی لپک کے اُسکا ٹیٹوا لیا اور کہا "میرے حکم کی جس طرح بنے تعمیل کرو"

اب فرزدق نہایت پریشان تھا۔ ساری شاعری اور ہجو گوئی بھول گئی اور کوئی تدبیر بتائے نہ بنتی تھی کہ کسی نے کہا "تم سلم بن زیاد کے پاس چلے جاؤ جو قید خانے مین گرفتار رہتے۔ کیونکہ ابن زبیر اُس سے کچھ رقم طلب کرتے ہین اور وہ نہین

دیتا"۔ فرزدق سنتے ہی سلم کے پاس دوڑا گیا اور اپنی مصیبت بیان کی۔ سلم نے پوچھا "کتنے مین مہر ادا ہو جائے گا؟" کہا "چار ہزار دینار مین"۔ سلم نے فوراً چار ہزار دینار کی رقم نوار کے مہر کے لیے اور اسکے علاوہ دو ہزار دینار اُسکے سفر خرچ کے لیے۔ کل چھ ہزار دلوا دیے"۔ یہ رقم پانے کے بعد فرزدق کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی فوراً عبد اللہ بن زبیر کے پاس آکے سامنے وہ رقم لبا دی۔ اور کہا "لے۔ لایئے میری جورو کو"۔ اُنھون نے نوار کا ہاتھ اُس کے ہاتھ مین دیا۔ اور وہ رقم بھی واپس کی۔ فرزدق نے نوار اور اُس کے مہر کی رقم کو لے کے آگے سے بصرے کی راہ لی۔ اور جوش مسرت مین کہا "جب ہم دونون بصرے سے چلے ہین ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اور آج مکے سے چلے ہین تو باہم ایک دوسرے کے دوست ہین"۔ پھر نوار کی طرف متوجہ ہو کے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "اپنے ابن عم کے سامنے آؤ۔ اور اُس شخص کی سی نہ بن جاؤ جو گھوڑے کو چھوڑ کے گدھے کو اختیار کرے"۔

اس کامیابی کے بعد فرزدق اُسے لے کے بصرے مین آیا۔ مگر اس نکاح اور تعلق مین کسی قسم کا لطف نہ تھا۔ کیونکہ میان بی بی مین محبت و الفت ضروری ہے اور یہان مارے باندھے کا سودا تھا۔ نوار کی زندگی تلخ تھی۔ اور کسی بات مین لطف نہ آتا۔ فرزدق کی یہ حالت تھی کہ پورا شاعر اور رند مشرب تھا۔ وہ اپنے دلی جذبات کے آگے نہ سوسائٹی کی پروا کرتا نہ قوم کی۔ نہ سلطنت سے ڈرتا نہ دین سے۔ نہ کسی دوست کے بس مین تھا اور نہ کسی عورت کے۔ ایسے کے ساتھ نباہنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ لوگون کی ہجوین کہتا۔ ہمعصر شاعرون پر حملے کرتا۔ اور لوگ اُسے قتل کی دھمکیان دیتے۔ ان سب باتون کو نوار آنکھون ہی آنکھون مین دیکھتی اور دل مین کڑھ کے رہ جاتی۔ اس کے ساتھ وہ متقی اور پرہیزگار تھی۔ فرزدق رند مشرب تھا جسے شاعری کی دُھن مین نہ دین کی پروا رہتی نہ دنیا کی۔ نوار کے دل مین بار بار خیال آتا کہ فرزدق نے مجھے زبردستی پھانس لیا ہے۔ میرا اس کا عقد جائز طور پر اور سچے ایجاب و قبول سے نہین ہوا۔ اس لیے مین اس پر حرام ہون۔ پھر خیال آتا کہ شرع فرزدق کے موافق فیصلہ کر چکی ہے

الغرض عجب شش و پنج مین تھی - کبھی اُس سے ملنا ترک کر دیتی اور کبھی مجبور ہو کے ملنے لگتی - علاوہ دیگر اسباب اختلاف کے یہ بھی تھا کہ فرزدق بد وضعی کے ساتھ نہایت ہی بد صورت بھی تھا - اُس کا اصلی نام ہمام تھا - مگر بچپن ہی مین آپ کا چہرہ ایسا واقع ہوا تھا کہ باپ نے اُس پر فرزدق کی پھبتی کہی اور یہی اُس کا لقب پڑ گیا - فرزدق عربی مین سوکھی روٹی کے ٹکڑون کو کہتے ہین - چنانچہ ایک بار ایک شخص نے بنانے کے لیے فرزدق سے پوچھا "تمھارا نام کیا ہے؟" بولا "فرزدق" اُس نے قہقہہ لگا کے کہا "فرزدق کیا؟ یہ تو سوکھی روٹی کے ٹکڑون کو کہتے ہین" فرزدق بھلا کب دبنے والا تھا؟ بولا "الحمد للہ کہ خدا نے مجھے تمھاری جوروؤن کے پیٹ مین پہونچا دیا"

ایک دن ایک صحبت مین بنی حرام کے چند لوگ جمع تھے جن مین حضرت عثمان ذی النورین کا غلام عنبسہ بھی بیٹھا ہوا تھا - اتفاقاً فرزدق کا ادھر سے گذر ہوا - عنبسہ نے مذاقاً پکار کے پوچھا "اے ابو فراس (یہ فرزدق کی کنیت ہے) عالم آخرت مین کب جاؤ گے؟" فرزدق نے پوچھا "کیون؟ تمھارا وہان کوئی کام ہے؟" جواب دیا "ہان - تمھارے ہاتھ مین اپنے والد مرحوم کے پاس ایک خط بھیجون گا" فرزدق نے برجستہ کہا "تو پھر ریانوبہ یا اصطفانوس (کسی مجوسی یا عیسائی) کی معرفت بھیجو - کیونکہ تمھارے باوا دوزخ مین جہان ہین وہان میرا گذر نہ ہوگا"

محض نوار کے ستانے کے لیے فرزدق نے چند روز بعد جہیمہ نام ایک اور عورت کے ساتھ نکاح کر لیا - پھر اسی ضد مین ایک اور عورت سے نکاح کیا جس کا نام حدرا بنت زیق شیبانیہ تھا - اس پر نوار اس قدر جھنجلائی کہ آپے سے باہر ہو کے لپٹ پڑی اور فرزدق کی ڈاڑھی نوچ ڈالی - آپ نے گھر سے باہر نکل کے دو شعر کہے جن کا مطلب یہ تھا کہ "نوار میری ڈاڑھی نوچنے لگی اور جعیدہ خشخاش کی ڈاڑھی نوچتی ہے - دونون جب بگڑتی ہین شیرنیان بن جاتی ہین - اور راضی ہون تو بڑے مزے کی زندگی گذرتی ہے" خشخاش اُس زمانے مین ایک شخص تھا جس کی بی بی کا نام جعیدہ تھا - یہ شعر جب مشہور ہوے اور جعیدہ کے کان تک پہونچے

تو وہ نوار کے پاس دوڑی آئی - اور کہا "مین نے تمھارے میان کا کیا بگاڑا تھا جو اُنھون نے تمھارے ساتھ مجھے بھی لے ڈالا؟" نوار کیا جواب دیتی - کہا "مین نے بھی صبر کیا اور تم بھی صبر کرو۔"

حدراء کا مہر فرزدق نے حجاج سے مانگ کے ادا کرنا چاہا جس کی مقدار ایک سو اونٹ تھی - یہ اونٹ لے کے جب گھر مین آیا تو نوار نے کہا "ایک بدویہ نصرانیہ کالی کلوٹی دُبلی حقیر اور مچھر کی سی ٹانگون والی عورت کا مہر اور سو اونٹ!" مگر فرزدق مہر کے یہ اونٹ لے کے حدراء کے گھر گیا تو وہ مر چکی تھی -

فرزدق کا مقابل اُن دونون جریر شاعر تھا جو اُس کی خوب خبر لیا کرتا - اور فرزدق بھی دنیا مین اگر کسی سے ڈرتا تھا تو اُسی سے - آج تک عربی کے زباندانو اور سخن فہمون مین اختلاف پڑا ہوا ہے کہ ان دونون شاعرون مین کون افضل تھا - کوئی فرزدق کو زیادہ پسند کرتا ہے اور کوئی جریر کو - اس مین شک نہین کہ فرزدق کے کلام کو ترجیح دینے والے زیادہ ہین - لیکن اس مین بھی شبہہ نہین کہ جریر نے جس جس طرح فرزدق کی مٹی خراب کی ہے کوئی نہ کر سکتا تھا - خود فرزدق اس کا لوہا مانے ہوے تھا - اور اپنے شرمناک واقعات کو چھپاتا اور ساتھیون سے کہتا "بھئی اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا - جریر کو خبر ہو گئی تو میری مٹی پلید کر ڈالے گا۔"

عبداللہ بن عطیہ فرزدق اور جریر دونون کے اشعار کا راوی تھا - وہی اُس کے کلام کو محفوظ رکھتا اور مدوّن و مرتب کرتا - ایک دن فرزدق نے اُسے بُلا بھیجا اور کہا "مین نے ابن مراغہ (جریر) کی شان مین ایک شعر کہا ہے - اگر اُس نے اُس کا جواب دے دیا تو نوار پر طلاق ہے"۔ وہ شعر یہ تھا - عہ

فَاِنّی انا الموت الذی ہو نازل ... بنفسک فانظر کیف انت تحاولہ

پھر کہا "تم خود جا کے یہ شعر جریر کو سُنا دو اور کہو اب کیا کہتے ہو؟ عبداللہ سفر کر کے یمامہ مین گیا جہان جریر رہتا تھا - اُسے اس حال مین پایا کہ دروازے کے سامنے بیٹھا باؤسے کھیل رہا تھا - فرزدق کا یہ شعر سنا کے اُس کا پیام پہونچا دیا - سنتے ہی

عہ مین موت ہون جو تجھ پر نازل ہوئی ہے - لے سنبھل دیکھون تو کیسے اُس کا سامنا کرتا ہے -

جریر نے بالو پر لوٹنا سر پہ خاک ڈالنا اور سارے بدن میں بالو ملنا شروع کیا۔ مغرب کے وقت تک اسی مشغلے میں رہا۔ اور یکایک جوش کے ساتھ بولا "لو میں نے نوار کو طلاق دلوا دی۔" اور یہ شعر پڑھا

انا الدھر یفنی الموت والدھر خالد　　　فجئنی بمثل الدھر شئی یطاولہ

عبداللہ نے واپس آ کے جب یہ شعر فرزدق کو سنایا تو دم بخود رہ گیا اور بولا "تو اب اس واقعے کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

اُس کی اس کمزوری سے نوار نے بھی فائدہ اُٹھا۔ فرزدق نے اُسکے چھیڑنے اور ستانے کے لیے حدرا کی تعریف میں اشعار کہے اور اُن میں نوار کی تحقیر کی۔ نوار نے کہا "اب تم یون نہ مانو گے۔ اچھا دیکھنا اس کا کیسا مزہ چکھاتی ہون۔" پھر آدمی بھیج کے جریر کو اُس کے وطن سے بلا بھیجا۔ اور اُس سے فرزدق کی بیہودگیون کی شکایت کی اور کہا کہ وہ میری ہجو میں شعر کہتا ہے۔ جریر نے کہا "بیوی تم اپنا دل نہ کڑھاؤ۔ مین اُس سے سمجھ لون گا۔ چنانچہ اُس نے فرزدق کی خوب خبر لی۔ اور فرزدق نے بھی اُس کا جواب دیا۔

اسی طرح نوار نے اپنا دُکھ جا کے بنی قیس بن عاصم میں بیان کیا اور وہ لوگ اُس کے ساتھ ہمدردی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ فرزدق کو خبر ہوئی تو اُن لوگون کی ہجو مین دو شعر کہے۔ یہ شعر سُن کے اُن لوگون کو بڑا طیش آیا اور اُنھون نے فرزدق کے پاس کہلا بھیجا "اگر اس کے بعد تیسرا شعر تم نے کہا تو خدا کی قسم ہم تمھین مار ڈالین گے۔" یہ ایسی زبردست دھمکی تھی کہ پھر فرزدق کو کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

چند روز بعد فرزدق نے رہیمہ بنت غنی مزیہ سے عقد کیا۔ مگر دو ہی چار روز بعد اُس سے بگڑ گئی۔ اور ایسی بگڑی کہ طلاق کی نوبت آئی۔ اور فرزدق نے اپنے پُرانے حربے سے کام لیا یعنی اُس کی ہجو کہی۔ بنی نہشل کی ایک چھوکری سے بھی نکاح کیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا۔ وہ حاملہ ہوئی۔ اور وضع حمل مین مر گئی۔ فرزدق نے اُس کے غم مین مرثیہ کہا۔

سب کے بعد بُڑھاپے مین آپ نے ظبیہ بنت حالم مجاشعیہ کے ساتھ نکاح کیا۔

عہ مین زمانہ ہون جو موت کو مٹا کے برقرار رکھتا ہے۔ بھلا زمانے کی سی کوئی چیز تو بتا جسکی زندگی ایسی لانبی ہو۔

مگر چونکہ مہر دینے کے لیے کوڑی پاس نہ تھی اس لیے اُسے ایک سال تک اُسی کے سیلے مین جو صحراے عرب کے اندر تھا رہنے دیا - پھر عامل فارس ابان بن اسد بجلی کو لکھا تو اُس نے مہر کی رقم دلوا دی - اب آپ اُسے رخصت کرا کے گھر مین لائے تو آپ کے ضعف پیری کے باعث وہی نتیجہ ظاہر ہوا جو سعدی شیرازی نے گلستان مین بتایا ہے -

میان شوہر و زن جنگ و فتنہ خاست چنان · کہ سر بشحنہ و قاضی کشید و سعدی گفت
پس از ملامت و شنعت گناہ دختر نیست · ترا کہ دست بلرزد گہر چہ دانی سفت؟

گھر کی جوتی پیزار کے بعد یہ شرمناک مقدمہ جن قاضی صاحب کے اجلاس مین پیش ہوا اُن کا نام نامی تھا جابر تھا - مگر فرزدق کی ہجوون کا خوف اُن پر بھی اس قدر غالب تھا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے ہی کہدیا ظبیہ چاہے فرشتون ہی کو گواہی مین کیون نہ لائے مگر مین فرزدق کے خلاف مقدمہ نہین فیصل کر سکتا "

فرزدق کے پاس ایک اور عورت تھی جو حبشن تھی - جس کے بطن سے ایک لڑکی بھی ہوئی تھی جو لمیہ کہلاتی تھی - اس حبشن کی تعریف مین آپ نے چند شعر کہے تھے جن مین منجملہ دیگر محاسن کے اُس کی خوشبو کی بھی تعریف کی تھی - وہ اشعار سُن کے نوار بولی " ہان اُسی کی سی خوشبو تم مین بھی آتی ہے "

فرزدق کا اصلی حربہ اُس کی ہجو گوئی تھی - جس سے اُمرا و اعیان سلطنت شرفاے زمانہ اور اُس کے معاصر شعرا کانپ ڈرتے تھے - اسی قدر نہین بعض اوقات وہ اپنی رندمشربی اور آوارہ مزاجی مین بھی اسی حربے سے کام لیا کرتا تھا - چنانچہ آپ ایک خوبصورت شریف خاتون عرب پر فریفتہ ہو گئے - اور اُسے دھمکی دی کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ ورنہ ہجو کہہ کے سارے زمانے مین بدنام کر دون گا - جب کئی بار اُسے اسی طرح کی دھمکی دی تو وہ مجبوراً نوار کے پاس آئی اور کہا " خدا کے لیے اپنے میان کو روکو - وہ میری آبرو لینے کے درپے ہین - اور مین کوئی بدکار عورت نہین ہون " نوار نے کہا " فرزدق کے سیدھا کرنے کی تدبیر یہ نہین ہے - تم اُس سے وعدہ کر لو - اور جس دن کا وعدہ ہو مجھے بلا بھیجو - پھر دیکھو کیسی دل لگی ہوتی ہے " اُس خاتون نے یہی کیا - وعدے کی شب کو آپ خوش خوش پہونچے - اُس نے

کہا "مین تم کو اپنے خلوت کے کمرے مین لیے تو چلتی ہون مگر وہان چراغ نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ میرا کوئی عزیز آجائے۔" آپ نے جوش محبت مین منظور کر لیا۔ کمرے مین گئے۔ اندھیرے مین وہ خاتون تو چل دی اور اُس کی جگہ نوار آکے بیٹھ گئی لطف صحبت اُٹھانے کے بعد یہ ابھی اطمینان سے نہین بیٹھنے پائے تھے کہ نوار نے ایک دوہتڑ مارا۔ اور چلائی کہ "موے شہدے تیری یہ حرکتین ہین!" آواز پہچانتے ہی آپ بلے فی البدیہہ کہا" اخاہ! یہ تم تھین!" یا اطیب حراماً وادنک حلالاً"

"بھئی واہ! احرام مین تم کیسی اچھی ہو اور حلال مین کیسی بُری تھین!"

مگر باوجود ان سب باتون کے جانتا تھا کہ میری اصلی بی بی اور مجھ پر حق رکھنے والی نوار ہی ہے۔ چنانچہ ایک بار فرزدق کہین باہر تھا۔ ملکیہ کی مان حبشن نے اُسے نوار کی شکایت لکھی کہ میرے ساتھ اچھا سلوک نہین کرتین۔ اُدھر نوار نے بھی اُسے اُس حبشن کی شکایت لکھ بھیجی۔ اس کے جواب مین فرزدق نے تین شعر لکھ کے اُس حبشن کے پاس بھیجے جن مین ملکیہ کی مان کو ڈانٹا اور لکھا تھا کہ "نوار کو کوئی معمولی عورت نہ سمجھنا۔ وہ شریف ہے اور بڑے باپ کی بیٹی ہے۔"

مگر باوجود اس کے نوار کے دل مین فرزدق کی جانب سے روز بروز نفرت بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ وہ اس کو جائز شوہر نہین خیال کرتی تھی۔ جب اور کسی طرح زور نہ چلا تو اُس نے فرزدق کی خوشامد درآمد شروع کی۔ ہر بات مین اُس کی خوشی پر چلتی۔ کوئی فعل اُس کی مرضی کے خلاف نہ کرتی۔ یہان تک کہ بہزار خرابی اُسے طلاق دینے پر راضی کر لیا۔ لیکن اب بھی فرزدق نے اُس سے اتنی شرطین کرا لینی (۱) طلاق کے بعد بھی تمھارے گھر سے نہ جاؤنگی۔ (۲) تمھارا ساتھ کبھی نہ چھوڑون گی (۳) کسی اور شخص کے ساتھ نکاح نہ کرون گی۔ (۴) اور میرے مال و اسباب اور میری جائداد پر تم جو تصرف چاہو کرو۔ تمھین اختیار رہوگا۔ مین کسی بات مین کبھی تمھارا ہاتھ نہ پکڑون گی۔ تب اُسے لے کے اُس زمانے کے امام دین حسن بصری کے سامنے گیا۔ اور کہا "اے ابوسعید (یہ حسن بصری کی کنیت ہے) آپ گواہ رہیے کہ مین نے نوار کو طلاق دی۔" حسن بصری نے سُن کے کہا "ہان مین گواہ ہون۔" اس طلاق کے وقت گواہون کی حیثیت

سے راویِ اشعار فرزدق ابو شفقل اور ایک دوسرا راوی فرزدق کے ساتھ تھے۔ خود نوار بھی موجود تھی۔ جس کے ہمراہ بہت سے لوگ گئے تھے۔ مگر فرزدق نے ابو شفقل سے کہا "بھئی میں تو اپنے کیے پر پچھتاتا ہوں۔ جی نہیں چاہتا کہ نوار کو طلاق دے کے آزاد کر دوں۔" ابو شفقل نے کہا "ایسا ہے تو خدا کی قسم تم اپنی جان دیا چاہتے ہو کیونکہ کس کو اپنے طلاق کا گواہ بنا چکے ہو؟ اگر حسن بصری نے اشارہ بھی کر دیا تو مسلمان تمہیں سنگسار کر کے مار ڈالیں گے۔" تاہم فرزدق نے اس افسوس میں چند شعر کہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے نوار سے سچی محبت تھی۔ اُن میں کا ایک شعر یہ ہے

وکانت جنتی فخرجت منہا　　کآدم حین اخرجہ الضرار

اور وہ (نوار) میری جنت تھی۔ جس سے میں ویسے ہی نکلا جس طرح حضرت آدم کو بھوٹ اور نفاق نے نکالا تھا۔ اور نوار کا طلاق لینا بھی محض دینداری کے خیال سے تھا۔ نہ اور کسی وجہ سے۔ اپنے دل میں وہ اپنے لیے فرزدق کی صحبت کو حرام و ناجائز خیال کرتی تھی۔ بس اسی سے بچنے کے لیے اُس نے ہزار دشواری آزادی حاصل کر لی۔ ورنہ جو شرطیں وہ فرزدق سے کر چکی تھی۔ اُن کی رُو سے نہ کسی سے نکاح کر سکتی تھی نہ فرزدق کو اپنے روپے پیسے پر تصرف کرنے سے روک سکتی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کیسی پارسا و پاک طینت بی بی تھی۔

مرنے سے پہلے اُس نے فرزدق کو وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کی نماز حسن بصری آکے پڑھائیں۔ فرزدق نے انھیں اس وصیت کی خبر کی تو فرمایا "اگر نوار نے مجھ سے پہلے سفر آخرت کیا تو میں ضرور اُس کی نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔" اتفاقاً یہی ہوا کہ نوار رہگرائے عالم جاودان ہوئی۔ اور حسن بصری زندہ موجود تھے۔ فرزدق نے جا کے اطلاع کی تو وہ فوراً چلے آئے۔ یہاں پہونچ کے دیکھا تو بہت سے لوگ بھیڑ لگائے کھڑے تھے۔ پوچھا "یہ کیوں کھڑے ہیں؟" فرزدق نے کہا "یہ لوگ سب سے اچھے شخص اور سب سے بُرے شخص کے انتظار میں تھے" اُس کی مراد تو اچھے سے حسن بصری اور بُرے سے خود اپنی ذات تھی مگر حسن بصری نے دونوں جملوں کو اپنے ہی سے متعلق کیا اور کہا "نہ میں سب سے اچھا ہی ہوں اور نہ سب سے بُرا ہی ہوں۔" اس کے بعد نماز پڑھا کے نوار کو دفن کر دیا۔

اور قبر کی طرف اشارہ کرکے پوچھا "اس خواب گاہ کے لیے کیا سرمایہ جمع کیا ہی؟" فرزدق نے کہا "ستر برس کا یہ عقیدہ کہ لا الہ الا اللہ"۔ اس سے پتہ چل جاتا ہے کہ فرزدق بھی دل سے سچا شیدائے توحید تھا۔ اور توحید ہی کو ذریعۂ نجات جانتا تھا اور اسی لیے ہم اُن دونوں میاں بیبیوں کی نسبت کہتے ہیں کہ "اللھم اغفر لھما"۔

ہُند بنت نعمان

یہ عرب کی ایک صاحب جمال اور پاک نفس و پاک دل شاہزادی تھی جس کا عہد خاص طلوع نیر اسلام کے زمانے میں تھا۔ اُسکے شباب کا زمانہ جاہلیت میں تھا اور اُس نے وفات اُس وقت پائی جبکہ اُس کے آبائی ملک پر صحابہ کا قبضہ ہو چکا تھا۔

عرب کا جو حصہ عراق سے ملا ہوا ہے جس سرزمین پر بصرہ و کوفہ آباد کیے گئے۔ اور جس کے قرب میں اب کربلا اور نجف وغیرہ کی آبادیاں ہیں۔ یہ ملک عہد جاہلیت میں عرب کی ایک متمدن سلطنت کے زیر فرمان تھا جو "سلطنت حیرہ" کہلاتی تھی تاجداران حیرہ اگرچہ خسروانِ عجم کے ماتحت تھے مگر یہ ماتحتی صرف برائے نام تھی اس لیے کہ اُن کے نظم و نسق اور اُن کی آمدنی و محاصل سے دارائے عجم کو کوئی تعلق نہ تھا۔ یہاں نعمان ابن منذر کا خاندان حکمران تھا۔ جس سے خسروان عجم سے پُرانے تعلقات چلے آتے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جو قوانین سلطنت عجم کے دستور العمل تھے وہ اگلے فرمان روایان حیرہ ہی کے مدوّن کیے ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ کبھی سلطنت عجم کے وزیر اعظم ہوتے تھے کبھی شاہزادگان عجم کے اُستاد و اتالیق اور کبھی وہاں کے نابالغ تاجداران کے اتالیق اور نگہبان۔ الغرض یہاں کے فرماں رواؤں نے سلطنت عجم سے خاص قسم کے تعلقات قائم کر لیے تھے۔ جن کا بہت کچھ لحاظ کیا جاتا تھا۔ خاصۃً ان کے مورث اعلیٰ نعمان اول کا تو خسروان عجم بڑا ادب کرتے تھے۔ یہ سلاطین حیرہ قبیلۂ بنی لخم میں سے تھے۔ اور بڑی شان و شوکت اور رعب و تمکنت کے لوگ تھے۔ عرب کے تمام حضری و بدوی قبائل میں انکی شان و شوکت کی دھوم تھی اور شعرائے عرب اُنکی مدح میں بڑے بڑے

پُر زور قصیدے کہتے تھے۔

انھیں مین کا آخری فرمانروا النعمان بن منذر بن امرأ القیس تھا جس کی بیٹی ہند بنت نعمان عرب کی وہ مشہور و معروف شاہزادی تھی جس کے حالات کو ہم اس موقع پر بیان کرنا چاہتے ہین۔

ہند اپنے زمانے کی حسین ترین عورتون مین شمار کی جاتی تھی۔ اُس کی ماں عرب کے ایک دوسرے شاہی خاندان بنی کندہ کی شاہزادی "ماریہ" تھی۔ جو مذہب مسیحی کی پابند تھی۔ اور اسی وجہ سے ہند بنت نعمان کا مذہب بھی عیسوی تھا۔

مگر بجاے اس کے کہ ہند کا نکاح کسی شاہی خاندان مین ہو عرب کے عبادی قبیلے کے مشہور شاعر عدی بن زید کے ساتھ ہوا جو اُس کے رُخ زیبا کا دیوانہ ہوگیا تھا۔ اس عشق کی بنیا دیون پڑی کہ ہند اپنی عمر کے گیارہوین برس جبکہ حیرہ کے تخت پر اُس کا دادا منذر حکمران تھا مسیحیون کی عید فسح (ایسٹر) کے موقع پر ایک کنیسہ کی زیارت کو گئی۔ بہت سی حسین و ہم عمر خواصین اور لونڈیان ہمراہ رکاب تھین۔ اور اُنھین خواصون مین ماریہ نام ایک حسینہ بھی تھی۔ ہند ان سہیلیون کے ساتھ گرجے کے ہر حصے مین جاتی اور بے تکلفی و بے باکی سے ہر چیز کو دیکھتی تھی۔

اتفاقاً عدی بن زید بھی جو کسراے عجم کے دربار سے انھین دنون ہدیہ اور انعام و اکرام کی چیزین لے کے منذر بن نعمان کے پاس آیا ہوا تھا اسی وقت اسی کنیسے کی زیارت کو آیا۔ اور ہند کی بے تکلفیون اور ناز آفرینی کی حرکتون کو شوق و محویت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ عدی بھی ایک بہت ہی حسین خوش رُو جوانِ رعنا تھا۔ چنانچہ اُس کے دل پر ہند کے حسن و جمال کا اتنا اثر نہین پڑا تھا جتنا کہ اُس کی زیبائی و رعنائی کا اثر ہند کی سہیلی ماریہ کے دل پر پڑ گیا۔ وہ بے اختیار عدی پر عاشق و فریفتہ ہوگئی۔ دیر تک یہی کیفیت رہی کہ ماریہ عدی کو شوق کی نظر سے دیکھ رہی تھی اور عدی ہند کی بھولے پن کی حرکتون اور طفلانہ بے تکلفیون کو۔ ماریہ کا فرض تھا کہ ہند کو ہوشیار کر دیتی کہ دیکھو تمھین ایک

غیر شخص شوق کی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ گر وہ عدی کے باغ حسن سے آنکھوں ہی آنکھوں میں گلچینی کر رہی تھی۔ اُسے ہوش کہاں تھا کہ اپنی شاہزادی کو اُس کی بیباکانہ حرکتوں سے روکے۔ ناگہاں خود ہند کی نظر عدی پر پڑی۔ اور اُسے ہمہ تن اپنی طرف مصروف دیکھ کے شرما گئی۔ پھر ساتھ والیوں کو ڈانٹا کہ "ایک اجنبی شخص کی نظریں مجھ پر پڑ رہی تھیں اور تم سے اتنا نہ ہوا کہ مجھے ہوشیار کر دیتیں"۔ بلکہ جھنجلا کے ایک آدھ خواص کو مارا بھی۔ ان اداؤں نے عدی پر اور زیادہ اثر کیا۔

اگرچہ اس پہلے دیدار نے عدی کے دل پر ہند کے حسن کا نقش ڈال دیا تھا لیکن ابھی اس نقش کو زیادہ استقلال نہ تھا۔ اور ممکن تھا کہ چند روز بعد یہ خیال اُس کے دل سے مٹ جاتا۔ مگر ماریہ عدی کی محبت کا جو نقش اپنے دل میں لے کے آئی تھی وہ بہت گہرا تھا۔ وہ اس ہوس میں بیتاب تھی کہ اُس جوان رعنا سے ملنے کا پھر کوئی اچھا موقع ہاتھ آئے۔ اُس کا نام اور پتہ تو اُس نے لوگوں سے دریافت کر لیا تھا تعارف کے لیے کوئی بہانہ ڈھونڈھ رہی تھی۔

اب اس واقعے کو ایک سال گذر گیا۔ اور شاہزادی ہند بالکل بھول گئی کہ فلاں کنیسے میں کوئی مجھے گھور رہا تھا۔ اُسے غافل پا کے ماریہ نے اُسکے سامنے ایک اور بڑے رومی کنیسے کی تعریف کی۔ کہا "وہاں بڑے بڑے عابد و مرتاض راہب خدا کے پاک عابد وزاہد بندے اور بڑی بڑی خدارس راہبہ عورتیں رہتی ہیں۔ اُس کی فلک رفعت عمارت کا مقابلہ نہ کوئی شاہی قصر کر سکتا ہے اور نہ کوئی ایوان عالی شان۔ حیرہ کی تمام عورتیں خصوصاً کنواری لڑکیاں اُس کی زیارت کو جاتی ہیں۔ وہاں بڑا بھاری میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ہر وقت بڑے لطف کا مجمع ہوتا ہے"۔ الغرض ایسا شوق دلایا کہ ہند اُس کنیسے کی زیارت کی بے حد مشتاق ہو گئی۔ اور اپنی ماں سے وہاں جانے کی اجازت چاہی۔ ماریہ نے اُس کی ماں کو پہلے ہی سے تیار کر رکھا تھا۔ لاڈلی بیٹی کی زبان سے شوق زیارت سنتے ہی اُس نے اجازت دے دی۔ اور قرار پا گیا کہ فلاں تاریخ شاہزادی شان و شوکت سے فلاں گرجے کی زیارت کو

جائے گی۔
یہان کا بندوبست کرنے کے بعد ماریہ عدی کے پاس دوڑی گئی اور کہا "اگر آپ شاہزادی ہند کے جمال جہان آرا کی زیارت کرنا چاہتے ہین تو فلان تاریخ فلان کنیسے مین آیئے۔ آپ کو اُس روز شوق کی نگاہ سے دیکھتے دیکھا تھا۔ مین نے ترس کھا کے بندوبست کر دیا کہ آپ پھر اُنھین دیکھ لین۔ مگر اتنا خیال رہے کہ ذرا بن ٹھن کے امیرانہ ٹھاٹھ سے آیئے گا۔ تاکہ اُن کے دل پر بھی کچھ اثر پڑے" عدی نے احسانمندی کا اظہار کر کے وعدہ کیا اور پہلے دیدار کا مزہ اگر لطف بھول بھی گیا تھا تو پھر یاد آ گیا۔ روز مقررہ پر اُس نے ایک زربفت کی بہت بھاری اعلیٰ درجے کی شاہانہ قبا زیب بر کی جو ایران کے ایک شاہی خاندان کے معزز رکن رکین "فرخان شاہ مرد" سے خلعت کے طریقے پر ملی تھی۔ نہایت ہی نفیس و روح افزا خوشبو لگائی۔ چند حسین و خوبرو اور بذلہ سنج و شوخ طبع نوجوانون کو مہذب مصاحبون کے طریقے سے ساتھ لیا۔ اور ٹھیک وقت پر کنیسہ مین آ پہونچا۔
"اتنے مین شاہزادی ہند بھی اپنی سہیلیون کے ساتھ آئی۔ اسوقت عدی کو اس وضع مین دیکھ کے ماریہ کے دل پر ایسا بے اختیار کر دینے والا اثر پڑا کہ اُسکی طرف اشارہ کر کے شاہزادی سے کہا "حضور دیکھیے وہ کیسا جوان رعنا ہے۔ یون تو یہان جتنی چیزین ہین سب ہی دلچسپ ہین مگر دیکھنے کے قابل اگر کوئی چیز ہے تو یہ نوجوان ہے" ہند کی نظر جو اُس پر پڑی تو وہین کی ہو گئی۔ مبہوت رہ گئی۔ اور کسی اور طرف نظر ہٹانے کو جی چاہتا ہی نہ تھا۔ جہان کھڑی تھی وہین کھڑی رہ گئی۔ اور نظر عدی کے رُخ زیبا پر جمی ہوئی تھی۔ جب شوق نے اور زیادہ بیقرار کیا تو ماریہ سے کہا "میرا جی چاہتا ہے کہ اس جوان کو پاس سے جا کے دیکھون۔ یہ مجھے پہچان تو نہ لے گا؟" ماریہ نے کہا "پاس جانے مین مضائقہ ہی کیا ہے۔ اور وہ کیا جانے کہ آپ کون ہین؟" اب ماریہ کے کہنے سے ہند عدی کے قریب گئی۔ اور اُس کے حرکات کو دیکھنے اور اُس کی باتون کو سننے لگی۔ عدی نے عمداً اُسکی طرف سے نظر ہٹا لی اور اپنے دوستون سے مذاق اور شوخ مزاجی سے باتین کرنے لگا۔ ہند کی پُرشوق آنکھون کو نظر آیا کہ نہ اُس سے زیادہ کوئی حسین و خوبرو ہے

نہ کسی کی وضع و لباس مین ایسا بانکپن ہے۔ نہ شوخ طبعی و خوش مزاجی مین کوئی اُس سے بڑھا ہوا ہے۔ اور نہ فصاحت و بلاغت مین کوئی اسکو جواب دے سکتا ہے۔ اُس کے دل پر ان باتون کا ایسا اثر پڑا کہ ہوش جاتے رہے۔ اور آنکھین محوِ دیدار ہوگئین۔ اور شوق دل کی بیقراریان اُس کے بھولے چہرے سے نمایان ہونے لگین۔ ماریہ سمجھ گئی کہ اسکے دل پر پورا اثر پڑ گیا ہے۔ جھک کے کان مین کہا "آپ چاہین تو اس جوان پری تمثال سے باتین بھی کرسکتی ہین" ہند تو اس کی آرزومند تھی ہی۔ عدی سے دو چار باتین بھی کین۔

الغرض اس ملاقات کا یہ اثر ہوا کہ عدی اور ہند دونون گرجے سے واپس چلے تو بیتاب و بیقرار تھے۔ اور ماریہ کا عشق تو اعتدال سے گذر کے بے شرمی و بیحیائی کے درجے کو پہونچ گیا تھا۔ عدی اس سے پہلے ماریہ کو منہ نہ لگاتا تھا لیکن اب اُس کا بیحد گرویدۂ احسان تھا اور درد دل کا علاج سوا اُسکے اور کسی سے ممکن ہی نہ نظر آتا تھا۔ جس کی وجہ سے اُس کا دوست ہی نہین بن گیا بلکہ اُسکے آنے اور اُس سے دو باتین کرلینے کو اپنی خوش قسمتی تصور کرتا تھا۔ گرجے کی ملاقات سے دوسرے دن وہ اُس کے پاس گئی تو ہاتھون ہاتھ لیا اور اُس کا مزاج پوچھا۔ ماریہ نے کہا "میری آپ سے ایک تمنا ہے" عدی نے کہا "تمھاری جو تمنا و آرزو ہوگی اُسے سر آنکھون سے بجالاؤن گا۔ تمھارے منہ سے نکلے تو سہی" ماریہ آنکھون پر بیحیائی کی ٹھیکری رکھ کے بولی "مین تمھارے شوق مین بیتاب ہون۔ اور آتش فراق مین جل کے خاک ہوئی جاتی ہون۔ اگر اتنا احسان کرو کہ مجھے اپنی خلوت مین جگہ دو تو وعدہ کرتی ہون کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دون گی۔ اور جس طرح بنے گا تمھین ہند سے ملاؤن گی" کوئی اور چارۂ کار نہ دیکھ کے عدی نے اقرار کرلیا اور جب یہ شرط پوری ہوگئی تو ماریہ کو اپنا اقرار پورا کرنے کی فکر ہوئی۔

عدی سے رخصت ہوکے ماریہ حیرہ کے ایوان شہریاری مین آئی تو دیکھا کہ ہند نہایت ہی بیقرار ہے۔ اور اس درجہ بیتاب ہے کہ کسی حال مین قرار نہین آتا۔ ماریہ کی صورت دیکھتے ہی حسرت کے ساتھ بولی "اب سینے مین یہ آگ تم نے لگائی ہے تو تمھین بجھاؤ بھی۔ اگر تم نے کوئی تدبیر نہ کی تو مین تڑپ تڑپ کے مرجاؤنگی"

ماریہ بولی "ہاں ہاں - میں جہاں تک بنے گا آپ کی آرزو پوری کروں گی- آپکے محل کے پچھواڑے فلاں مکان ہے میں اُسی میں عدی کو لا کے ٹھا دوں گی- اور آپ کا جب تک جی چاہے کوٹھے پر کھڑی ہو کے اُس سے باتیں کرلیجیے گا" ہند نے شکر گذاری کے ساتھ پوچھا " تو کب ؟" بولی " اب جاتی ہوں اس کا بندوبست کروں گی"

دوسرے ہی دن اُس نے عدی کو اُسی لباس و وضع میں لاکے اُس مکان میں ٹھایا- اور محل میں آکے ہند کے کان میں کہا " لے جاکے اپنے عاشق سے مل آئیے - وہ آپ کا منتظر ہے" ہند فوراً کوٹھے پر دوڑی گئی - دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا - اور دیر تک اشاروں ہی اشاروں میں اپنا ذوق و شوق ظاہر کرتے رہے- اس ملاقات نے آتش عشق کو اور تیز کردیا- اور ہند کی یہ حالت ہوگئی کہ ماریہ سے کہا " اب اگر تم مجھے عدی کے پاس نہ پہونچا دوگی تو دو ہی تین دن میں مرجاؤنگی"

ماریہ نے اب عدی کے پاس جاکے ہند کی یہ بیتابی ظاہر کی- اور کہا " اگر آپ اُس سے شادی نہ کریں گے تو وہ تڑپ کے مرجائے گی" اور آپ پر اُس کا خون ہوگا" عدی بولا " بھلا میرے لیے اس سے بڑھ کے کوئی خوش نصیبی کی بات ہوسکتی ہے ؟ لیکن بھلا میری مجال ہے کہ بادشاہ نعمان کو اُس کی شاہزادی کے لیے اپنا پیام دوں ؟" ماریہ نے کہا " اس نسبت کو منظور کرانا میرا کام ہے- تم پیام تو دو - اور جس طرح میں بتاتی ہوں اُس طرح پیام دو" عدی " تم جس طرح کہوگی پیام دوں گا مگر ڈرتا ہوں کہ وہ بگڑ نہ جائیں" ماریہ نے کہا " ایک کام کرو تم ایک عام دعوت کرو- اور اُسی سلسلے میں ایک دن نعمان کو بھی بلاؤ - اُسے کھلا پلا کے خوب شراب پلاؤ- اور جب نشے سے بدمست ہو اُس وقت پیام دو- اور یقین جانو کہ وہ انکار نہ کرے گا" عدی نے کہا " خوب سوچ لو- یہ جان جوکھم کا معاملہ ہے- اگر برہم ہوگیا تو مجھے اُسی وقت قتل کرا ڈالے گا" ماریہ نے کہا " محل کے اندر میں نے اپنے طور پر پورا انتظام کرلیا ہے تب تم سے کہا ہے- تم بے اندیشہ پیام دو"

اس قرارداد کے مطابق عدی نے ایک فرضی تقریب قرار دے کے تمام اہل شہر

کی دعوت کی۔ پھر بادشاہ نعمان کو مع اُسکے اہل دربار اور خدم وحشم کے مدعو کیا۔ نفیس پُرتکلف غذائیں کھلا کے شراب پلائی۔ اور جب دیکھا کہ نشے سے چُور ہو رہا ہے شادی کا پیام دیا۔ مگر اُسے حیرت ہوگئی جب دیکھا کہ نعمان نے فوراً شادی منظور کرلی۔ اُسی صحبت مین نکاح کر دیا۔ اور تیسرے دن بیٹی کو رخصت بھی کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد نعمان بن منذر نے جب بجائے خود سوچا تو اپنے کیے پر پچھتایا۔ دل مین خیال گذرا کہ عدی نے شراب پلا کے میرے ساتھ دغابازی کی۔ اور اُسے بیٹی دینے سے میری بڑی توہین ہوگئی۔ مگر اس بغض کو دل مین لیے رہا۔ اور موقع ڈھونڈتا رہا۔ اُس نے کبر ونخوت کے جوش مین یہ معمول مقرر کرلیا تھا کہ ایک دن تو شفقت ومرحمت کا دن قرار دیا تھا اور ایک دن غیظ وغضب کا۔ اہل دربار توان دونون دنون سے واقف تھے۔ غیظ وغضب کے دن دُور ہی دُور رہتے۔ مگر دور دراز کے ملکون سے جو شامت زدہ اُس دن آجاتا۔ نہایت بے رحمی سے قتل کر ڈالا جاتا۔ اتفاقاً شامتِ اعمال سے اُسی غیظ وغضب کے دن عدی اور نعمان کا سامنا ہوگیا۔ بس کیا تھا؟ نعمان کو موقع ہاتھ آگیا۔ فوراً اُسے گرفتار کرکے قتل کرا ڈالا۔ جس کا انتقام عدی کے ایک بیٹے زید بن عدی نے یون لیا کہ خسرو عجم کو اُس کا دشمن بنا دیا۔ اور نعمان مدتون تاجدار ایران کی قید مین رہ کے قتل کیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل دیکھنا ہو تو ناظرین ہمارے ناول ایّام عرب کو ملاحظہ فرمائین۔

شاہزادی ہند کو اپنے مظلوم شوہر کے مارے جانے پر بڑا صدمہ ہوا۔ باپ سے تو کیا کہہ سکتی تھی؟ کس کی مجال تھی کہ اُس سراپا نخوت فرمان روا کے سامنے شکایت کا ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ مگر ہند کچھ ایسی شکستہ دل ہو رہی تھی کہ مصداق ع "اُس پہ قابو نہین دل پر تو ہے قابو اپنا" تارک الدنیا ہوگئی۔ اور عرب کی شریف زادیون کے عام مذاق کے خلاف تمام لذتون اور مسرتون سے کنارہ کش ہو کے مسیحی راہبون کی ایک خانقاہ مین بیٹھ رہی جو اُسی کے نام سے منسوب ہو کے "دیر ہند" مشہور ہوگئی۔

ہند کی شادکامی وکامرانی کی زندگی تو بہت ہی تھوڑی تھی مگر راہبہ عورتون کے ساتھ بیٹھ کے عبادت کرنے کے لیے اُس نے بڑی طولانی عمر پائی۔ اس خانقاہ مین بیٹھے بیٹھے اُس نے کمال بے تعلقی کے ساتھ تقدیر کے بڑے بڑے فیصلے۔ اور دنیا کے حیرت انگیز انقلاب دیکھے۔ اُس نے دیکھا کہ اُس کے مرحوم شوہر عدی کے بیٹے آیاسے خسرو پرویز کے دربار مین رسوخ پیدا کر کے اُسے نعمان بن منذر کے گھرانے کی عورتون کا شوق دلایا۔ اور جب ایوان کسرے سے نعمان کی بیٹیان طلب ہوئین تو وہ اپنے کنبے کی تمام عورتون کو بنی شیبان کی حمایت مین چھوڑ کے خسرو پرویز کے دربار مین حاضر ہوگیا۔ جہان قید ہوا اور اُسی قید مین مرگیا۔ اب اسکے باپ کا تاج وتخت ایاس بن قبیصۂ طائی کو ملا جو بنی طے کا سردار تھا۔ اور پرویز نے بنی شیبان سے نعمان کی عورتون کو مانگا۔ اُنھون نے انکار کیا۔ اور نتیجے مین "یوم ذی قار" کی عظیم الشان لڑائی ہوئی۔ جس مین عربون نے ایرانیون کو شکست دی۔ ایاس طائی کے بعد ہند کے باپ کی قلمرو پر ہمدان کا ایرانی سردار آزادبہ عجمی والی ملک کی حیثیت سے حکومت کرنے لگا۔ جب وہ بھی ایک مدت دراز تک فرمان روائی کر چکا تو ہند کے بھائی منذر بن نعمان بن منذر کو آبائی حکومت ملی۔

اب حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہو چکے تھے۔ اور عرب کی اُجلی ریگ روان کا نورانی غازہ دنیا کے منور کرنے کے لیے کرۂ ارض کے تاریک چہرے پر لگایا جا رہا تھا۔ سیف اللہ خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) علم اسلام کو لیے ہوے یہان پہونچے اور ارض حیرہ کے ساتھ تمام صوبجات عجم اسلام کے پرچم ہدایت کے سایہ مین تھے۔ اب یہان کی حکومت صحابۂ رسول اللہ کے ہاتھ مین تھی۔ کبھی ابوموسیٰ اشعری حاکم تھے اور کبھی ابوہریرہ۔ کبھی شمشیر حکمرانی ابوبکرہ کے پنجۂ قدرت مین تھی اور کبھی مغیرہ بن شعبہ کے ہاتھ مین۔

ہند ان سب حیرت انگیز انقلابون اور تقدیر کے کرشمون کو اپنی خانقاہ کے حجرے سے خاموشی کے ساتھ دیکھتے دیکھتے بوڑھی ہو گئی۔ مغیرہ بن شعبہ اپنی حکومت کے زمانے مین ایک بار اُس دیر (خانقاہ) کی طرف سے گذرے۔ اور

اُس کی عالیشان عمارت دیکھ کے لوگوں سے پوچھا "یہ کون سی خانقاہ ہے؟" لوگوں نے کہا "دیر ہند - جس مین نعمان بن منذر کی تارک الدنیا شاہزادی رہتی ہی اور وہی یہان کی ساری راہبہ عورتوں کی سردار ہے" یہ سُن کے مغیرہ خانقاہ کے دروازے پر گئے - اور اپنے آنے کی اطلاع کرائی - نام سُن کے ہند نے اندر بُلالیا - اخلاق سے ملی - ہرن کی ایک کھال اُن کے بیٹھنے کے لیے بچھوادی - اور پوچھا "آپ نے کیون تکلیف کی؟" مغیرہ نے کہا "مین تمھین نکاح کا پیام دینے آیا ہون - اور چاہتا ہون کہ تم میرے عقد مین آنا قبول کرلو" یہ سُن کے ہند نے ذرا تامل کیا - پھر بڑی متانت کے ساتھ صلیب کی طرف اشارہ کرکے کہا "مین اسی کی قسم کھاکے کہتی ہون کہ اگر مجھے ذرا بھی گمان ہوتا کہ حسن وجمال اور شباب کی زندہ دلیون کا کچھ بھی حصہ مجھ مین باقی ہے تو آپ سے ضرور نکاح کرلیتی - غالباً مجھ سے شادی کرنے کا خیال آپ کے دل مین اس لیے پیدا ہوا ہوگا کہ مین نعمان بن منذر کے ملک پر قابض ومتصرف ہوا ہون تو اُس کی بیٹی کا شوہر بھی ہوجاؤن - تاکہ اپنے اقران و امثال پر فخر کرسکون - آپ جس خدا کو مانتے ہون اُسی کی قسم کھاکے کہیے کہ ہے نہ یہی بات آپ کے دل مین؟" مغیرہ نے کہا "بے شک یہی آرزو میرے دل مین ہے" اُن کی زبان سے تصدیق کے یہ الفاظ سنتے ہی ہند بولی "مگر یہ قیامت تک نہ ہوگا - گو آپ کی آرزو کے خلاف ہے"

اپنے اس شوق مین مایوس ہوکے مغیرہ نے اُس سے بعض قبائل عرب کی شرافت اور اُن کی فوقیت کے بارے مین نعمان بن منذر کا خیال پوچھا جس مین ہند نے اُن کی مرضی کے موافق اطمینان بخش جواب دیے اور اُنکی تشفی کردی - آخر مغیرہ بن شعبہ اُس سے رخصت ہوکے چلے آئے - اور اُس کی تعریف مین تین شعر پڑھے جن کا مضمون یہ تھا کہ "نسل سلاطین مین جو خوبیان سُنی تھین وہ بیشک صحیح ہین" بس پھر اسکے بعد پتہ نہین چلا کہ ہند کتنے دنون تک اس خانقاہ مین زندہ رہی اور کب اور کس زمانے مین اُس نے سفر آخرت کیا -

سجاح

بنی اسرائیل مین صدہا پیغمبر پیدا ہوے مگر کوئی ایسی عورت نہین نظر آتی جس نے کبھی جھوٹون بھی نبوت کا دعوی کیا ہو - بت پرست اقوام مین دیویان تو ہزارون بن گئین مگر نبیہ کوئی نہین بنی - بابل مین سمیرامیس ملکہ تھی جو مظہر آلہی قرار پاکے قوم کی قابل پرستش دیوی بن گئی - یورپ مین ہزارہا ننون اور ولیہ ورتون مین سے اکیلی ایک جون آف آرک ایسی عورت ہے جس پر الہیات کا اتنا زیادہ اور ایسا گہرا اثر پڑا کہ اُس سے پیمبری کی شان سی نمایان ہونے لگی مگر صاف الفاظ مین نبوت کا دعوے اُس نے بھی نہین کیا - لیکن عرب کے خصائص مین ایک بات یہ بھی ہے کہ اُس مین ایک ایسی عورت پیدا ہوئی جو صریح الفاظ مین نبوت کی دعویدار تھی - اور جس کا نام سجاح تھا

یہ حارث بن سوید بن عقفان کی بیٹی تھی - ہوازن کے مختلف قبائل مین سے بنی تمیم مین پیدا ہوئی تھی - اور قبیلۂ بنی تغلق سے ننہالی قرابت رکھتی تھی - عرب کے شمال ومشرق مین اُس سرزمین مین اُس کا نشو ونما ہوا تھا جو میان دوآب یعنی دجلہ اور فرات کے بیچ مین واقع ہے جسے یونانی اگلے دنون سوپوٹامیا کہتے تھے اور فی الحال دریاؤن کے وسط مین ہونے کے باعث الجزیرہ کہلاتی ہے -

سجاح بڑی عاقلہ - حکیمہ - عالمہ اور فصیحہ وبلیغہ تھی - اور اسی کے ساتھ اولو العزم بلند حوصلہ اور نہایت ہی مستقل مزاج تھی - اُسکے حسن وجمال کے متعلق ہمارے پاس کوئی خاص شہادت نہین موجود ہے - لیکن اُس کی باتون مین اگلے زمانے کی کاہنہ عورتون کی ایسی تحکم کی شان پائی جاتی تھی - اور ایسے خوبصورت جملے مُنہ سے نکلتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پھول جھڑتے ہین - جو لوگون کو گرویدہ کرلیتے - اور جو شخص اُس کی گفتگو سنتا مطیع ومنقاد ہوجاتا - اور اُس کے ساتھ ستم یہ تھا کہ ابھی شباب کا زمانہ تھا - جبکہ الفاظ کو دلبری ودلربائی مین اُس کے ناز وانداز اور چشم وابرو سے بھی مدد مل جاتی -

انھی دنون عرب کی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی - جناب سرور کائنات

صلعم سفر آخرت فرما چکے تھے۔ تمام صوبجات عرب اور تقریباً کل قبائل دینِ اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور ایک روحانی تہذیب کے ساتھ سارے عربوں میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو چکا تھا۔ جن کے ذمّے یہ فرض عائد کیا گیا تھا کہ بجائے کسی قسم کے خراج کے زکوٰۃ کی رقم مدینۂ طیبہ میں بھیجا کریں تاکہ وہ رقم ملکی مصالح اور تمدنی ضرورتوں میں خرچ ہوا کرے۔ جناب ابوبکر صدیقؓ جو خلیفہ ہوے تو مختلف قبائل عرب میں یہ شک پیدا ہوا کہ اب حضرت رسالتؐ کے بعد بھی زکوٰۃ کی رقم مدینے میں بھیجی جائے یا نہ بھیجی جائے۔

اس شک کے ساتھ ہی مختلف مقامات میں کئی شخص پیدا ہو گئے جنھوں نے بجاے خود نبوت کا دعویٰ کیا اور جو لوگ رقم زکوٰۃ کے بھیجنے میں تامل کر رہے تھے اُنھیں مخالفت پر اُبھار دیا۔ اور سارے عرب میں بغاوت کی آگ سی لگ گئی۔ صرف ایک مکۂ معظمہ تو سرِ اطاعت جھکائے رہا جو مخالفت کا پورا جوش ابتدائے بعثت ہی میں دکھا چکا تھا۔ باقی تمام بلادِ عرب بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ صاف صاف کہنے لگے کہ "ہم تو زکوٰۃ نہ دیں گے" اور پھر مدعیانِ نبوت نے اس آتش فساد پر اور تیل ڈالنا شروع کیا۔

یہاں مدینے کی یہ حالت تھی کہ اس عام شورش اور ہر طرف پھیلی ہوئی بغاوت کو خطرناک تصور کر کے تمام صحابہ اور بڑے بڑے صائب الرائے لوگ دب جانے پر آمادہ تھے۔ حضرت عمرؓ کا سا سخت مزاج شخص بھی ابوبکر صدیقؓ کو یہی مشورہ دیتا تھا کہ فی الحال یہی مصلحت ہے کہ جو لوگ ادائے زکوٰۃ میں عذر کرتے ہیں اُن سے تعرض نہ کیا جائے۔ مگر ابوبکر صدیقؓ اپنی ضد پر اڑے ہوے تھے کہ "خدا کی قسم میں تو جُوتے کا ایک تسمہ بھی جسے یہ لوگ آن حضرت صلعم کی زندگی میں دیتے ہوں اور اب نہ دیں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اور اس کے لیے لڑوں گا۔ تم اگر ساتھ نہ دو گے تو اکیلا جا کے مقابلہ کروں گا مگر اسے گوارا نہ کروں گا کہ اسلام کا ایک رکن ٹوٹ جائے۔"

جبکہ مدینے میں یہ حالت تھی۔ طلیحہ ایک طرف۔ اسود عنسی ایک طرف اور مسیلمہ کذاب ایک طرف نبوت کے دعوے کر کے اپنے اپنے ہم وطنوں اور

قبیلون کو توڑ توڑ کے مدینے کے مخالف بنا رہے تھے - سجاح بھی اپنے وطن الجزیرہ سے بنی تمیم - دیگر قبائل ہوازن - اور اپنے ننہالی قرابت داروں بنی تغلب کا ایک لشکر عظیم لے کے روانہ ہوئی کہ حجاز کے پیغمبر اُمّی (صلعم) کے مقابلے مین اپنی نبوت کا آوازہ بلند اور ابوبکر صدیق رضی سے مقابلہ کرے - ہذیل بن عمران جو بنی تغلب کا ایک نامور سردار اور عیسوی المذہب تھا - دین مسیحی کو چھوڑ کے سجاح پر ایمان لے آیا - اور اُسکے ساتھ ہی دیگر قبائل کے اور بھی بہت سے صاحب اثر سردار اُس کے مطیع و منقاد بن کے اُس کا کلمہ پڑھنے لگے - زیاد بن ہلال بنی ایاد کے لوگون کے ساتھ - عقہ بن ہلال بنی نمر کے ساتھ - سلیل بن قیس بنی شیبان کے ساتھ آکے اُس کے لشکر مین مل گئے - اور سجاح کے جھنڈے کے نیچے ایک بڑا بھاری لشکر جمع ہو گیا - لیکن ان لوگون مین باہمی رقابت و عداوت ایسی تھی کہ سب کا ساتھ آخر تک نبھ نہ سکا - اور یہ حالت تھی کہ اگر اُس کے کہنے پر عمل کیا گیا تو وہ بگڑ گیا - اور اِس کی بات مانی گئی تو یہ بگڑ کھڑا ہوا -

آخر اُن سب کے مجمع مین سجاح نے ایک پُر اثر اور فصیح و بلیغ تقریر کر کے اُنھین اُبھارا کہ بنی رباب پر حملہ کرین - بنی رباب بھی مقابلے کو تیار ہو گئے - اور ایک سخت لڑائی ہوئی جس مین دونون طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے - مگر قتل و خون کے بعد اُن لوگون سے صلح ہو گئی - اور سجاح اپنے لشکر کو لے کے مقام نباج مین پہونچی - یہان یہ مصیبت آپڑی کہ اوس بن خزیمہ جہمی نے اُس کے لشکر پر ناگہان حملہ کر کے اُسکے کئی زبردست اور اعلیٰ درجے کے افسرون کو گرفتار کر لیا - لیکن سجاح کی حکمت عملی اب بھی کامیاب ہوئی - اُسکے قیدیون کو رہائی ملی - اور اس شرط پر صلح ہو گئی کہ سجاح اُس سرزمین کو چھوڑ کے کسی اور طرف کا قصد کرے -

اب سجاح اپنے عظیم الشان لشکر کو لے کے آگے بڑھی تو ارض یمامہ مین پہونچی -

یمامہ مین قبیلۂ بنی حنیفہ آباد تھا - جن لوگون کو مسیلمہ کذاب نے بہکا کے اپنی نبوت کا معتقد بنا لیا تھا - اُنھین وہ عجیب عجیب وحیان سناتا تھا اور نئے نئے احکام

جاری کرتا تھا اور نبوت کی نقل کرنے مین اپنے تمام معاصر مدعیان رسالت پر تفوق لے گیا تھا۔ چنانچہ اُس کی شریعت کا ایک حکم یہ تھا کہ جس کسی کا کوئی جیتا جاگتا بیٹا موجود ہو اُسے دوسری شادی کرنا درکنار اپنی منکوحہ بی بی سے بھی مقاربت کرنا حرام ہے۔ ہان اگر بیٹا مرجائے تو اُس وقت تک جائز ہے جب تک دوسرا بیٹا نہ پیدا کرلے۔

مسیلمہ نے جب سجاح کی نبوت اور اُسکے لشکر عظیم کے سر پر آپہونچنے کی خبر سُنی تو بہت گھبرایا۔ اور ڈرا کہ ایسا نہ ہو میرے گرد و پیش کے قبائل اُس سے جا ملین اور میری کرکری ہو۔ اپنی قوت کو سجاح کے مقابلے مین کم پاتا تھا۔ اور مقابلے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ کیا دی و مکاری مین کمال رکھتا تھا اسلئے دوسری وضع پر چلا۔ سجاح کے پاس تحفے اور ہدیے بھیج کے اُس کی استمالت کی۔ اور اُس سے دوستی پیدا کرنے کا ڈھنگ ڈالا۔ اور جب اُسے یون راضی کرچکا تو پیام بھیجا کہ "مجھے تم سے ملنے کی آرزو ہے۔ اگر اجازت دو تو حاضر ہون"۔ سجاح نے اجازت دی۔ وہ بنی حنیفہ مین کے چالیس ہوشیار آدمیون کو ساتھ لے کے سجاح کے پاس گیا۔ اس سے محبت کے ساتھ ملا۔ اُس کی صورت و سیرت پر غور کیا۔ اُس کی حالت کا اندازہ کیا۔ اور دل مین سمجھ گیا کہ یہ عورت اس بلا کی ہے اور اپنے پیرو ون پر ایسا اثر رکھتی ہے کہ فوج کشی کے ذریعے سے پیش پانا دشوار ہے۔ یہ ظالم فوج کشی سے نہین بلکہ حُسن و عشق کے کھیل مین زیر ہونے والی ہے۔ اُس کی اس کمزوری کا راز دریافت کرکے مسیلمہ نے خواہش کی کہ آپ میری دعوت قبول کرین۔ اور میرے خیمے مین تشریف لاکے مجھے سرفراز فرمائین۔ مگر شرط یہ ہے کہ میرے آپ کے دونون گروہوں کے آدمی خیمے سے دور رہین۔ سجاح نے وعدہ کیا۔ اور مسیلمہ وعدہ لے کے چلا آیا۔

اب یہان آکے اُس نے دلھنون کا سا ایک پُر تکلف سرخ خیمہ کھڑا کرایا۔ اپنے مذاق اور امکان کے مطابق اُسے اُسی طرح بنا چنا کے حجلۂ عروسی بنایا جس طرح زلیخا نے حضرت یوسف کے دل پر فتح پانے کے لیے اپنا کمرہ آراستہ کیا تھا۔

مسیلمہ نے اس خیمے کو خوب سجا۔ اُس مین خوب خوشبوئین سلگائین۔ عطر

لگا یا - اور اُس خیمے کو ایسا بنا دیا کہ پاس بھی کھڑے ہو جائیے تو خوشبو کی لپٹیں چلی آتی تھیں -

یہ حجلۂ عروسی تیار تھا کہ سجاح ملنے کو آئی - اُسے ہاتھوں ہاتھ لیا - نہایت نرم اور گدگدے فرش پر بٹھایا - اور اپنی نبوت سے عشق بازی کا کام لینے لگا - کہا "بتائیے آپ پر کیا وحی اُتری ہے ؟" سجاح بولی "نہیں - آپ پہلے اپنی وحی سنائیں - میں پھر عورت ہوں - اور آپ مرد ہیں" - اس جواب سے مسیلمہ سمجھ گیا کہ سجاح اپنی نبوت میں کمزور ہے - اور میرا کچھ نہ کچھ دباؤ ضرور مانتی ہے - بولا "مجھ پر تو وحی اُتری ہے ' الم تر کیف فعل ربک بالحبلی - اخرج منہا نسمۃ تسعٰی - من بین صفاق وحشا عـلـه" - چونکہ یہ وحی کسی حد تک سجاح کے مذاق کے مطابق تھی بولی "اور کوئی وحی بھی سنائیے" - مسیلمہ نے جب دیکھا کہ سجاح نے اتنی نوک جھوک کو گوارا کر لیا تو حوصلہ اور بڑھا - اور بولا "اور خدا نے مجھ پر یہ آیتیں بھی نازل کی ہیں" الم تر ان اللہ خلق النساء افواجا - وجعل الرجال لہن ازواجا - فنولج فیہن ایلاجا - ثم نخرج ماشیاء اخراجا - فینتجن لنا انتاجا عـلـه - اس بے تکلف سورۃ اور دل کو ہیجان میں لانے والی وحی نے سجاح پر پورا اثر کیا - بولی "اشہد انک نبی اللہ" (میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ پیغمبر ہیں) اب کیا تھا - مسیلمہ کو منہ مانگی مراد ملی - بولا "سنو خدا تعالیٰ نے آدھی زمین مجھے دی تھی اور آدھی قریش کو - مگر قریش نے ناانصافی کی - جس کی وجہ سے خدا نے اُن کا وہ نصف حصہ تمہیں عطا کیا - اور اب میں کمال اشتیاق سے کہتا ہوں کہ کیا مناسب نہ ہوگا کہ ہم تم دونوں شادی کر لیں ؟ اگر ہماری یہ دونوں فوجیں مل گئیں تو ہم سارے عرب پر قبضہ کر لیں گے" -

---

عـلـه کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیرے پروردگار نے حاملہ کے ساتھ کیا کیا ؟ اُس میں سے ایک زندہ جان نکالی جو دوڑتی پھرتی ہے - اور جھلی اور احشا میں سے نکل کے آتی ہے -

عـلـه کیا تو خدا کو نہیں دیکھتا کہ غول کے غول عورتوں کے پیدا کیے - مردوں کو اُن کا جوڑا بنایا جو اُن میں دخول کرتے ہیں - پھر اُن میں سے چلتا پھرتا بچہ نکالتا ہے - اور وہ ہمارے لیے نتیجہ بخش ثابت ہوتی ہیں -

سجاح کے دل پر مسیلمہ کا جادو پورا چل چکا تھا بولی "مجھے منظور ہے" مسیلمہ نے مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو کے کہا "تو پھر دیر کاہے کی ہے - آؤ" - اور اب گستاخی کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اُس نے چند نہایت ہی فحش شعر پڑھے جنھون نے سجاح کو بھی اُس کی طرح بالکل مست و دیوانہ بنا دیا - اور مہر اور ولی کی رضا مندی سے "جھٹ منگنی پٹ بیاہ" کی مثل پوری کر دکھائی - اور سجاح نے بغیر کسی سے پوچھے گچھے اکیلے ہی مین عقد نکاح کر لیا - ان دونون پیمبرون کی اُمتین ملاقات کے فیصلے کا انتظار کر رہی تھین - اور یہان دونون پُرشوق صاحبان اُمت دولھا دولھن بنے حجلۂ عروسی کے فرش پر لوٹ رہے تھے - اور شوق وصال ایسا بڑھا ہوا تھا کہ تین دن تک خیمے سے باہر نہ نکلے - تیسرے دن سجاح رخصت ہو کے اپنے معتقدون مین گئی تو اُن لوگون نے جو انتظار کرتے کرتے بے صبر ہو رہے تھے - صورت دیکھتے ہی پوچھا "مسیلمہ سے کیا ٹھہری؟" بولی "وہ نبی برحق ہے اس لیے مین نے اُس کی نبوت تسلیم کر کے اُس سے شادی کر لی" لوگون نے حیرت زدہ ہو کے پوچھا "اور مہر کیا قرار پایا؟" گھبرا کے بولی "یہ پوچھنا تو مین بھول گئی" ساتھیون نے کہا "تو اسی وقت جا کے اپنے مہر کا فیصلہ کیجیے" - سب کے مجبور کرنے سے اُسی وقت پلٹی - لیکن یہان آ کے دیکھا تو مسیلمہ بھاگ کے اپنے قلعے مین ہو رہا تھا - اور دروازہ بند کر لیا تھا - وہ دل مین سہما ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو میرے اس فعل کو سجاح کے ساتھی اپنی تحقیر و توہین خیال کر کے مجھ پر یورش کر دین - سجاح نے اطلاع کرائی اور بُلوایا تو اُسکو اس قدر خوف غالب تھا کہ باہر آنے کی جرأت نہ ہوئی - کوٹھے پر آ کے سامنے کھڑا ہوا اور پوچھا؟ "اب کس لیے آئی ہو؟" سجاح نے کہا "میرا مہر تو بتاؤ - آخر مہر مین کچھ دو گے یا نہین؟" بولا "ہان مہر ضرور ملے گا - تمھارا موذن کہان ہے؟ اُسے بُلواؤ" فوراً سجاح کا موذن شبیث بن ربعی ریاحی حاضر ہوا - جس سے مسیلمہ نے کہا "جاؤ تمام مومنین مین پکار دو کہ محمد (صلعم) خدا کے پاس سے جو پانچ نمازین لائے تھے اُن مین سے دو عشا اور فجر کی خدا نے سجاح کے مہر مین مومنین پر سے معاف کر دین" •

یہ ٹھہرا کے سجاح واپس چلی تو اُس کے اصحاب کبار میں سے عطارد بن حاجب عمرو بن اہیم۔ غیلان بن خرشہ اور وہی اُس کا موذن شبیث بن ربعی ہمراہ رکاب تھے اور خاموش تھے۔ عطارد نے اپنی حالت پر غور کیا تو استعجاب سا معلوم ہوا اور یہ شعر پڑھا۔

أَمْسَتْ نَبِيَّتُنَا أُنْثَى نَطُوفُ بِهَا ۔۔۔ وَأَصْبَحَتْ أَنْبِيَاءُ النَّاسِ ذُكْرَانَا

اب مسیلمہ سے صلح تو ہو ہی گئی تھی۔ صلح کے شرائط میں گفتگو شروع ہوئی مسیلمہ نے کہا کہ تم علاقۂ یمامہ کا ایک سال کا محصول لو اور چلی جاؤ۔ اُس میں سے نصف میں اسی وقت دیتا ہوں اور نصف کے لیے تم اپنا کوئی مختار چھوڑ جاؤ۔ چند روز میں وہ بھی دے دیا جائے گا"

سجاح نے یہ شرط قبول کی۔ اپنے معتمد علیہ لوگوں میں سے ہذیل۔ عقہ۔ اور زیاد کو یمامہ میں چھوڑا اور خود اپنے تمام لشکر کے ساتھ ارض جزیرہ کی طرف واپس روانہ ہوئی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب وہ مدینے پر چڑھائی کرنے اور حضرت صدیق رضؓ سے لڑنے کے لیے آئی تھی تو مسیلمہ سے شادی کر کے واپس کیوں چلی گئی۔ حالانکہ خود مسیلمہ بھی اسی دُھن میں تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ شادی کے بعد اُسے یہ خیال ہوا کہ اب ساری ذمہ داریاں مسیلمہ کے سر ہیں۔ اور اُسی کا کام ہے کہ سارے عرب پر قبضہ کر کے جو ملک میرے نامزد کیا ہے میرے حوالے کرے۔

گر وہ اُدھر گئی ہی تھی کہ حضرت صدیقؓ کی جانب سے خالد بن ولید علم اسلام لیے ہوے یمامہ میں آ پہونچے۔ اور اگرچہ نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی جس میں بعض وقت صحابۂ رسول اللہؐ کو ناکامی کی جھلک نظر آنے لگتی تھی۔ لیکن آخر میں اسلام ہی کی فتح ہوئی۔ مسیلمۂ کذاب مارا گیا۔ اور جن لوگوں کو سجاح ملک کی نصف آمدنی لینے کے لیے چھوڑ گئی تھی وہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوے۔

مسیلمہ کے بعد ہی باقی تمام مرتدوں اور مدعیان نبوت کا خاتمہ ہوا۔ اور پھر سارے عرب پر ویسی ہی حکومت قائم ہو گئی جیسی کہ جناب سرور کائنات صلعم

ــــ
ہماری پیغمبر ایک عورت ہے جسے ہم لیے لیے پھرتے ہیں حالانکہ اور سب لوگوں کے پیغمبر مرد ہیں۔

وفات کے وقت چھوڑ گئے تھے۔

سجاح کو پھر کبھی فوج جمع کرنے یا سرکشی کرنے کی جرأت نہین ہوئی بنی تغلب مین ٹھہر کے نہایت ہی امن وامان اور خوشی کی زندگی بسر کرنے لگی۔ یہان تک کہ جناب معاویہ کا زمانہ آیا۔ اور ایک سال قحط پڑا جس مین معاویہ نے بنی تغلب کو بصرے مین آباد کرا دیا جن کے ہمراہ سجاح بھی بصرے مین آ کے مقیم ہوئی۔ اور اُس نے اور اُس کی ساری قوم نے دینِ اسلام قبول کر لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد سجاح سے پوری دینداری ظاہر ہوئی۔ اور خاتمہ بالخیر ہوا۔ سُمرہ بن جُندُب نے جو صحابۂ رسول اللہ مین تھے اور اُن دنون بصرے کے حاکم تھے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بہرحال سجاح تو نہ رہی۔ مگر دنیا مین نام کر گئی۔ اور وہ کام کیا جو آج تک دنیا کی ساری عمر مین کسی عورت سے نہ ہو سکا تھا۔

ہلینا (قسطنطین اعظم کی ماں)

اس کی ابتدائی زندگی بالکل تاریکی مین ہے۔ کسی کو یہ بھی نہین معلوم کہ اُسکے ماں باپ کون تھے اور کس درجے کے لوگ تھے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ وہ نہایت ہی حسین و نازنین بڑی جمال و طلعت تھی۔ اور ایسی حسینہ تھی کہ جس کی نظر پڑ جاتی فریفتہ ہو جاتا۔ ایشیاے کوچک کے شہر شنینہ مین جسے اہلِ عرب شہر رہا کہتے ہین ۲۴۷ع کے قریب پیدا ہوئی۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قیاصرۂ روم عیسائیون پر ظلم کرتے کرتے تھک گئے تھے اور نظر آتا تھا کہ اس نئے دین کی جس قدر روک کی جاتی ہے اُسی قدر بڑھتا جاتا ہے۔ اکثر غربا حضرت مسیح پر ایمان لاتے جاتے تھے اور اندر ہی اندر اُنکی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ مسیحیون مین جوش بھی سچا تھا اور بلا کا تھا۔ جن کے مقابل تمام پُرانے بُت پرستان روم کا جوش پھیکا پڑ گیا تھا۔ وہی روز جو مسیحیون کی تعداد بڑھا رہی تھی اُس نے اس حسین لڑکی کو بھی مسیحیت کا شیدا بنا دیا۔ اور شنینہ کے اُسقف کے پاس جا کے اُس کے ہاتھ پر ایمان لے آئی۔

اور مذہبی کتابوں کی تعلیم پا کے ایک تعلیم یافتہ لڑکی بن گئی۔
قسطنطین کلورس جو قیصر وقلطیانوس کا معتمد علیہ افسر تھا۔ حملہ آوری کے سلسلے میں ادھر آیا۔ اتفاقاً اُس کی نظر ہلینا پر پڑ گئی۔ اور دیکھتے ہی سو جان سے عاشق ہو گیا۔ فاتح کو ایک مفتوح شہر کی لڑکی پر وہ چاہے کیسی ہی حسینہ ہو دسترس پانا کون مشکل تھا؟ اُسے ساتھ لے کے بزنٹائن (موجودہ قسطنطنیہ) میں گیا۔ اور اپنی نازآفرین محبوبہ بنا کے رکھنے لگا۔ ہلینا مسیحیہ ہو چکی تھی مگر اُس کے رومی نژاد شوہر کا مذہب وہی شہر کا پرانا مذہب بُت پرستی تھا۔ وہاں اُس کے بطن سے ایک بچہ پیدا ہوا جس کی ولادت کے ساتھ نجومیوں نے وقلطیانوس قیصر سے کہا "یہ لڑکا عنقریب سارے روم کا مالک ہو جائے گا اور اہل روم کے مذہب کو بھی بدل دے گا۔" یہ سنتے ہی وقلطیانوس اُسکے خون کا پیاسا ہو گیا۔ باپ نے سوا اسکے اور کچھ نہ بن پڑا کہ بی بی کو مع بچے کے اُسکے میکے میں بھیجدیا۔ ہلینا اگرچہ اپنے مذہب پر مستقل تھی مگر اسکی جرأت اُسے مشکل سے ہو سکتی تھی کہ بیٹے کو بھی اپنے مذہب کی تعلیم دے۔ مگر بچے کو باپ سے جدا اور ماں کے وطن میں رہنے سے اور کچھ نہیں تو اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ اُس کے دل میں اگر مسیحیت کی نہیں تو مسیحیوں کی ایک گونہ محبت ضرور پیدا ہو گئی۔ چند روز بعد جب وقلطیانوس قیصر مرگیا تو اقبالمند بیٹا باپ کے پاس جا کے رہا۔
قسطنطین کلورس نے ہلینا کو یا تو اُس کی مسیحیت کی وجہ سے یا اور کسی بنا پر طلاق دے دی۔ اور مقسیمانوس ہرقل کی بیٹی سے عقد کر لیا۔ جس سے ہلینا مصیبت اور تنہائی میں پڑ گئی۔ مگر اپنے بچے کی اُمید پر مصیبت کے ایام صبر و سکون سے کاٹتی رہی۔ اب یہ لڑکا رومی رواج کے مطابق اپنے باپ کے نام قسطنطین کا وارث ہوا۔ اور اپنے کارناموں اور اپنی بے نظیر کامیابیوں اور اقبالمندیوں کی بدولت قسطنطین اعظم کے لقب سے مشہور ہوا۔ اُس کا باپ آخر زمانے میں مغربی قلمرو روم کا حاکم تھا۔ اور اُسکے مرنے پر وہی اُس کی حکومت کا جانشین ہوا۔

ان دنون روم مین ایک ہی زمانے مین دو شہنشاہ رہا کرتے تھے - چنانچہ مغربی قلمرو روم کا حاکم قسطنطین تھا جو علاقہ گالیا (فرانس و جرمنی) مین رہتا - اور دوسرا فرمان روا مقسنطیوس تھا جو خاص رومۃ الکبریٰ مین تھا - دونون مین رقابت و عداوت بڑھتی گئی - اور قسطنطین اپنے لشکر کو روز بروز زیادہ زبردست اور مضبوط بناتا رہا - لیکن جس طرح خلافت عباسیہ مین امین اور مامون کے جھگڑون مین عرب اور بنی عباس امین کے طرفدار تھے اور عجمی مامون کو چاہتے تھے اور اُسے اپنا بھانجا کہتے تھے کیونکہ اُس کی مان مراجل عجمیہ تھی - اُسی طرح یہان روم مین دقیانوسی بُت پرست مقسنطیوس کے طرفدار تھے - اور مسیحی لوگون کو قسطنطین سے زیادہ محبت تھی جسے وہ اپنا بھانجا بتاتے کیونکہ اُس کی مان مسیحیہ تھی - قسطنطین نے دیکھا کہ جیسا سچا جوش اور صلیبی مستعدی و جانبازی آج کل عیسائیون مین ہے بُت پرستون مین نہین مسیحیون کی استمالت شروع کی - اور آسمان پر ایک نورانی صلیب دیکھ کے صلیبی جھنڈا بنایا جس کے آگے دوڑ دوڑ کے مسیحی سر جھکا دیتے تھے اس سے پیشتر مسیحیون نے صلیب کو اپنا دینی شعار نہین قرار دیا تھا - مگر قسطنطین کی روحانی آنکھون نے رومیون ہی کے مذاق کا ایک بُت آسمان پر دیکھ کے عیسائیون کو دکھایا - اُنھین دیکھتے ہی حضرت مسیحؑ کی شہادت و مصلوبی یاد آگئی اور دوڑ دوڑ کے اُس کے آگے جوش و خروش سے سر جھکانے لگے - یہ ۳۱۲ء کا واقعہ ہے -

آخر قسطنطین صلیبی علم اور مسیحیون کا زبردست لشکر لیے ہوے رومۃ الکبریٰ پر چڑھ آیا - حریف کو شکست دے کے قتل کیا - اور اُٹھ بڑھ کے رومۃ الکبریٰ مین داخل ہوا - مگر یہان کے لوگون نے جو اپنے قدیم مذہب کے دلدادہ تھے اُسکا استقبال نہایت سرد مزاجی سے کیا - اور اُن سے وہ گرمجوشی نہین ظاہر ہوئی جس کو قسطنطین چاہتا تھا - یہ دیکھ کے اُسے رومۃ الکبریٰ سے نفرت ہوگئی - اور مشرق کا سفر کر کے پُرانے شہر بزنطیم مین آیا - اور اُسے خوب آباد کرنا شروع کیا - جس کا نام اُس کی یادگار مین قسطنطنیہ قرار پایا -

اب قسطنطین ساری مملکت روم کا شہنشاہ تھا اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسکی

برابری کا دعویٰ کر سکے۔ اُس کی ماں جو باپ کے زمانے سے نکالی ہوئی تھی قصر شہنشاہ میں آ کے "والدۂ سلطانہ" بنی۔ جس کا قسطنطین نہایت ہی ادب احترام کرتا تھا۔ اور قسطنطنیہ میں آج تک جو یہ طریقہ جاری ہے کہ شہنشاہ کی ماں اصلی مالک سلطنت اور ملک بھر میں سب سے زیادہ واجب التعظیم تسلیم کی جاتی ہے غالباً یہ ہلینا ہی کے زمانے کی سنت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دین اسلام کے رُو سے بھی ماں کی ویسی ہی تعظیم ہونی چاہیے جیسی کہ قسطنطنیہ میں کی جاتی ہے لیکن کسی اور اسلامی سلطنت و مملکت میں بادشاہ کی ماؤں کو ویسا امتیاز نہیں حاصل ہوتا جیسا کہ وہاں دیکھا جاتا ہے۔

اب تخت و تاج حاصل کرنے کے بعد قسطنطین کو اپنا سب سے بڑا فرض پیش نظر آتا تھا کہ عیسائیوں کے احسان کا معاوضہ کرے جن کی جاں بازی سے اُسے سلطنت ملی تھی۔ اس بارے میں اُسکی مشیر اُسکی ماں ہلینا ہی تھی جو کھُلی مسیحیہ تھی۔

قسطنطین اعظم کی نسبت بعض لوگوں نے لکھ دیا ہے کہ وہ عیسائی ہو گیا تھا مگر اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ بیشک اُس نے عیسائیوں کی بے حد طرفداری کی۔ بیت المقدس میں جگہ جگہ اُن کے لیے کنیسے اور عبادت خانے تعمیر کرائے۔ سلطنت روم کے قوانین میں عیسائیوں کے متعلق جو سختیاں تھیں دُور کر دیں۔ اس سے بھی بڑھ کے یہ کیا کہ عیسائیوں کی حالت اُس وقت تک بالکل بحیر منتظم تھی۔ ان کے عقائد و مسائل میں باہم سخت اختلافات پڑ گئے تھے۔ قسطنطین نے نیقیہ میں عیسائیوں کی سب سے پہلی ویجی کونسل منعقد کی جس میں تمام ملکوں کے اُسقف اور پوپ شریک ہوے اور قرار دیا گیا کہ ایک سچے مسیحی کے کیا عقائد ہونا چاہییں۔ اور تثلیث کا مسئلہ اسی کونسل نے طے کیا۔ اور جو اسقف موحد تھے اور تثلیث کے مخالف تھے ملحد و بے دین قرار دے گئے۔ اس کونسل میں قسطنطین خود بھی شریک ہوا مگر اُسی طرح جیسے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں بھی لفٹنٹ گورنر بہادر آ جاتے ہیں۔ باوجود عیسائیوں کی ایسی طرفداری کے اُس نے رومیوں سے اپنے تعلقات منقطع نہیں کیے تھے۔ سینٹ صوفیا جو آج کل مسجد اور اس سے پہلے کنیسہ تھی اسی قسطنطین کی بنائی ہوئی ہے جسے اُس نے مسیحیو[ں]

کے لیے نہیں بلکہ علم کی دیوی کے مندر کی حیثیت سے تعمیر کرایا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے قسطنطین کا نام اپنے سینٹوں (ولیوں) کی فہرست میں درج کرلیا اور بُت پرستوں نے اُسے خوشی سے اپنا ایک دیوتا تسلیم کرلیا۔

بیت المقدس اور ارض فلسطین میں مسیحیوں کے خوش کرنے کے لیے اُس نے جو کچھ کیا اپنی ماں ہلینا کے ذریعے سے کیا۔ وہ ایک عقیدت کیش زائرہ کی وضع سے ادب و تعظیم کے ساتھ یہاں آئی۔ جہاں جہاں حضرت مسیحؑ کے تشریف لیجانے کا حال سُنا یا جن جن مقامات سے آپ کا کچھ بھی تعلق ثابت ہوا وہاں خود گئی۔ اور مناسب مقامات پر گرجے بنوائے۔ بیت اللحم میں آپ کے مولد پر کالوری کی پہاڑی پر یعنی آپ کے مقتل پر۔ نیز اُس مقام پر جسے عیسائی آپ کا مدفن بتاتے تھے بڑی بڑی عالیشان عمارتیں بنوائیں۔ اور جس قدر ان نئی زیارت گاہوں کی طرف اُس نے توجہ کی اُسی قدر اصلی حرم یعنی مسجد اقصیٰ کی جانب سے بے پروائی کی گئی۔ اس لیے کہ ارض یہودا کے اصلی عیسائی جو اُسکی قدر کرتے تھے فلاکت زدہ تھے۔ اور رومی و یونانی عیسائیوں کو اُس سے سخت عداوت تھی۔ کیونکہ جیسی آزادی وہ چاہتے تھے وہ اُس وقت تک نصیب ہی نہ ہوسکتی تھی جب تک کہ یہود کی پُرانی شریعت اور قدیم چیزوں کو کلیۃً ترک کردیا جاتا۔

ہلینا یہاں بڑی خوش اعتقادی کے ساتھ آئی تھی۔ صاحبزادے نے آسمان پر نورانی صلیب دیکھی تھی اب والدۂ محترمہ نے یہاں پہونچ کے خواب میں زمین کے نیچے وہ اصلی صلیب دیکھ لی جس پر حضرت مسیح مصلوب کیے گئے تھے۔ چنانچہ اُس کے اشارے سے کالوری کی پہاڑی پر کھودا گیا تو زمین کے اندر سے تین صلیبیں برآمد ہوئیں۔ حضرت مسیحؑ کے ساتھ دو ڈاکو بھی مصلوب کیے گئے تھے۔ لہٰذا اس بات کا تو یقین ہوگیا کہ یہ وہی تینوں صلیبیں ہیں مگر اس کا فیصلہ کرنا باقی تھا کہ ان میں سے کون صلیب حضرت عیسیٰؑ والی ہے اور کون ڈاکوؤں والی ہیں۔ آخر خوش اعتقادی نے اس کا بھی تصفیہ کرادیا۔ ان تینوں صلیبوں میں سے ہر صلیب باری باری ایک مریض کے سرہانے رکھی گئی۔ اور جس صلیب کی بلعمی میں وہ مریض اچھا ہوگیا سمجھ لیا گیا کہ وہ اصلی صلیب

جس پر حضرت مسیح لٹکائے گئے تھے یہی ہے - یورپ میں اس صلیب کی بڑی شہرت ہوئی - اور اس کے لیے بڑی بڑی خون ریزیاں ہوئیں - اس کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کے بعض معزز زائرین کو دیے جاتے جو یورپ کے اکثر گرجوں میں اصلی صلیب کے نام سے قائم کیے جاتے اور اُنکے سامنے لوگ جا جا کے سجدہ کرتے - آخر یورپ میں اتنی صلیبیں بن گئیں کہ اگر وہ ایک جگہہ جمع کی جائیں تو پورے جنگل کی لکڑیوں سے بھی اُن کی تعداد زیادہ ہوتی -

الغرض یہ ہلینا ہی کے حسن کا کرشمہ تھا جس نے قلمرو روم میں مسیحیوں کو امن و امان دلوائی - اور چند روز بعد دولت روم کو مسیحی دولت بنا دیا بیت المقدس میں صدہا عالیشان گرجے تعمیر کرائے - اور آخر یورپ سے پُرانے دین کو بالکل مٹا دیا - وہ جیسا ہم بیان کر چکے ہیں ۲۴۷ھ کے قریب پیدا ہوئی تھی ۲۷۴ھ میں جبکہ اُس کی عمر ۲۷ برس کی تھی اُس کے بطن سے قسطنطین اعظم پیدا ہوا - ۳۲۵ھ میں جبکہ وہ ۷۹ برس کی تھی بیت المقدس کی زیارت کو آئی - اور یہاں کے گرجے بنوائے - اور ۳۲۸ھ ۸۰ برس کی ہو کے دنیا سے رخصت ہو گئی -

وہ عیسائیوں کی ملکہ استیر تھی - جس طرح یہود کو ایک یہودیہ لڑکی کے ملکہ بنجانے سے اسیری میں عروج حاصل ہو گیا تھا ویسے ہی ہلینا کے ملکہ بنجانے سے مسیحیت کے دن پھرے - دن ہی نہیں پھرے بلکہ عقیدے بھی درست ہوئے - کیونکہ عیسائیوں کے مذاق کی اصلی مسیحیت وہی ہے جو نیقیہ کی کونسل میں حقیقی مسیحیت اور ذریعۂ نجات قرار پائی - اور ظاہر ہے کہ اگر ہلینا نہ ہوتی تو وہ کونسل بھی نہ ہوتی - اور وہ کونسل نہ ہوتی تو شاید عیسائیوں کو اس کے تسلیم کرنے میں عذر نہ ہوگا کہ سچا دین اور سچی صراط مستقیم فنا ہو گئی تھی - لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مسیحی اسی کونسل اور اسی ملکہ کی وجہ سے سچی توحید کی برکتوں سے محروم ہو گئے -

اولغا (ملکۂ روس)

روس کی ملکہ کیتھرائن کا نام بہت مشہور ہے جو شہنشاہ پطرس اعظم کی ملکہ تھی

اور اُس کے بعد وارثِ تاج و دیہیم ہوئی تھی - اور جس کے حالات ہم دلگداز کے صفحون پر بیان کر چکے ہین - مگر اس سے بہت پہلے سلطنت مذکور کے ابتدائی زمانے مین ایک اور ملکہ گذری ہے - جس کے کارنامے کیتھرائن کے کارنامون سے بھی بڑھے ہوے ہین - اور دراصل اُسی کے زمانے سے سلطنت روس کا ستارہ چمکا اُس کا نام دنیا مین مشہور ہوا - اور تہذیب و تمدن کی بنیاد پڑی - یہ مندرجۂ عنوان ملکہ اَولغا تھی جو تیسرے ملکہ دراصل دوسرے تاجدار روس اَنغور کی نازآفرین بی بی اور ملک کی محبوبۂ عام ملکہ تھی -

سلطنتِ روس کے آغاز کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ بحر اسود کے شمالی اور یورپ کے مشرقی و شمالی علاقے مین قدیم الایام اور شہر رومتہ الکبرٰی کی بنیاد پڑنے سے بھی پہلے سلاوی نام ایک قوم رہتی تھی جن لوگوں کی بت پرستی سب سے جدا اور جنکی زبان یونانی سے ملتی جُلتی تھی - اس قوم کے بہت سے غول اور گروہ دُور دُور تک پھیلے ہوے تھے اور بہادری مین شہرت رکھتے تھے - ان لوگون کے گروہون کا سلسلہ شمالی حصہ ربع مسکون مین ترکون اور مغلون کے غولون سے آ ملا تھا - اُنھین مین سے ایک گروہ کے سردار و سرگروہ رُوْرِک نے متعدد سلاوی گروہون اور قبیلون کو اپنے ماتحت کر کے ایک چھوٹی سلطنت قائم کی جو کہ سلطنت روس کے نام سے مشہور ہوئی - صحیح طور پر اس کا پتہ نہین چلتا کہ اس قوم نے اپنی سلطنت کے لیے رُوس کا نام کیون اختیار کیا - اس کی کئی توجیہین کی گئی ہین مگر زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ان لوگون کے معبودون مین "رُوسالکی" نام حسین و نازک اندام پریان تھین جو سمندر اور جنگل کی دیویان مانی جاتی ہین - اُنکی نہایت ہی خوبصورت اور دلفریب نیم برہنہ مورتین بنا کے شوالون مین رکھی جاتی تھین اور اُن پر قربانیان چڑھائی جاتی تھین - غالبًا انھین کے نام سے اس قوم نے اپنا نام ماخوذ کیا -

رُوْرِک نے قوم کا بادشاہ مقرر ہوتے ہی شہر نوغراد پر قبضہ کر لیا - اور اُسی کو اپنا مرکزِ فرمان روائی قرار دیا - سنہ ۸۶۲ء مین اس نئی سلطنت کی بنیاد پڑی تھی - اور اُس کے سترہ برس بعد سنہ ۸۷۹ء مین پہلے فرمان روا رُوْرِک نے سفرِ آخرت کیا

جبکہ بغداد کے سریر خلافت پر معتمد علی اللہ پندرھوان خلیفۂ عباسی جلوہ افروز تھا اور یونانی قلمرو روم پر لیووہی سیج (لیو راہب) کی حکومت تھی۔

رُورک کے مرنے کے وقت چونکہ اُس کا بیٹا اغورنا بالغ بچہ تھا اس لیے اسکے ایک زبردست سردار اُدلغ نے اغور کو تخت پر بٹھا کے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ اُدلغ نے ایسے زور و شور سے حکومت کی اور رعایا اور نیز شاہی خاندان کو اُس پر ایسا بھروسا تھا کہ ۳۳ سال تک حکومت کرتا رہا۔ اور اغور نے بالغ ہونے پر بھی کسی قسم کی مخالفت یا سلطنت کی ہوس نہین ظاہر کی۔ یہان تک کہ جب ۹۱۲ء مین وہ مرا تو اصلی تاجدار اغور نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔

اسی اغور کی بی بی ملکۂ اولغا تھی۔ جو شہر سکوف کے قریب کسی گمنام گانوں مین پیدا ہوئی تھی۔ اور غریب و فلک زدہ مان باپ کے آغوش مین فلاکت و مسکنت کے ساتھ پلی تھی۔ مگر حسن و جمال اس بلا کا تھا کہ اونچے اونچے امیرون کی نظر پڑتی تھی۔ جو دیکھتا تیر نظر کا گھائل ہو جاتا۔ یہان تک کہ اُس کی چشم فتان اور زلف پیچان نے قوم کے سرتاج بادشاہ اغور کو اپنا اسیر گیسو بنا لیا۔ چنانچہ اغور نے عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لینے سے دس برس پہلے ۹۰۳ء مین اُس کے ساتھ شادی کرکے اُسے اپنی ملکہ اور اپنا شریک سلطنت بنا لیا۔

اغور اچھا بادشاہ نہ تھا۔ بے انتہا بخیل تھا۔ اور دولت کی ہوس اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ قوم اور رعایا مین ہر دلعزیز نہ رہ سکتا تھا مگر ملکۂ اولغا کے اچھے اخلاق۔ اُس کی نیک نفسی و فیاضی۔ اُس کی محبت بھری باتون اور رعایا کے حال پر اُس کی عنایتون نے بی بی کی وجہ سے شوہر کو بھی بہت کچھ نیکنام کر دیا۔ اور جب اُس نے عنان فرمانروائی اپنے ہاتھ مین لے لی تو اولغا کی ذہانت و ذکاوت اور انتظامی قابلیت کے جوہر کھلنا شروع ہوے۔ اور وہ ساری قوم کی محبوبہ بن گئی۔

اغور نے ایک سرکش قوم "ڈریولیان" پر فوج کشی کرکے اُسے مطیع فرمان اور باج گزار بنایا۔ اس کو چند ہی روز گذرے تھے کہ پھر اُسی قوم پر چڑھائی کی اور پہلے سے دُونا خراج طلب کیا۔ جسے اُن لوگون نے جبرًا و قہرًا ادا کیا۔ دولت

سے لدا پھندا غانم وسالم شہر کیف میں آ کے ٹھہرا۔ اور دل میں خیال کیا کہ میں نے ان لوگوں سے ابھی کم رقم وصول کی ہے اور لینا چاہیے۔ پھر اُن کمزوروں غریبوں پر چڑھ گیا۔ اور جتنا پہلے وصول کیا تھا زبردستیاں کر کے دوبارہ وصول کیا۔ جب یہ رقم بھی ادا ہو گئی تو دل میں کہا "ابھی ان کے پاس بہت کچھ باقی ہے مجھے اور لینا چاہیے"۔ اور کہلا بھیجا کہ "یہ کافی نہیں ہے۔ اتنی ہی رقم اور دو"۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو بظاہر تو انکار کی مجال نہ تھی۔ مگر دل میں دشمن ہو گئے۔ اور موقع ڈھونڈھنے لگے کہ کب اور کس طرح اُسکے مظالم سے اپنی جان چھڑائیں؟ آخر انھیں موقع مل ہی گیا۔ ایک بار اِنگور اپنی فوج سے جدا چند خاص رفیقوں کے ساتھ تھا کہ ڈریولیان لوگ ناگہاں آ پڑے۔ اُس کے چند رفقا کو چُن چُن کے مار ڈالا اور خود اُسے پکڑ کے ایسی بُری طرح مارا کہ اُس کے قتل کا واقعہ عبرت روزگار رہے۔ دو درختوں کے جو قریب قریب تھے دو ٹہنے کھینچ کھینچ کے قریب کیے۔ پھر ایک میں اُس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں اور دوسرے میں دوسرا ہاتھ اور پاؤں مضبوط باندھ کے اُن ٹہنوں کو چھوڑا تو وہ اپنی اپنی طرف کھنچے اور اُس کے جسم کے بیچ سے پھٹ کے دو ٹکڑے ہو گئے جو الگ الگ دونوں درختوں میں جا لٹکے۔ اس طرح جان لے کے اُس کے جسم کے دونوں ٹکڑے زمین میں گاڑ دیے اور اُن پر قبر کی حیثیت سے ایک تودہ بنا دیا۔

یوں ۳۲ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۴۵ء میں اِنگور کی زندگی کا چراغ گُل ہوا۔ اُس کا بیٹا چونکہ نابالغ تھا اسلیے ملکہ اولغا نے شوہر کے ماتم سے فراغت کرنے کے بعد سریر شہریاری پہ قدم رکھا۔ جبکہ بغداد میں چھبیسویں عباسی خلیفہ المطیع للہ کی اور قسطنطنیہ میں قسطنطین پورفیرو جنیطوس الملقب بہ مورخ کی حکومت تھی۔ اولغا چونکہ بڑی ذہین ودانا اور نیک نفس و نیک کردار عورت تھی اس لیے اُس نے بڑی ہی قابلیت اور شائستگی سے حکومت شروع کی۔ لیکن دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی اور بیقرار تھی کہ اپنے آنجہانی شوہر کے خون کا بدلہ کیونکر لوں؟ اسی اُدھیڑبُن میں لگی تھی کہ ڈریولیان لوگوں کے سردار کی

طرف سے بیس منتخب معزز سفیرون کا ایک ڈپوٹیشن آیا - اور اُسے شادی کا پیام دیا -

اغور کو قتل کرکے ڈریولیان لوگون کا حوصلہ بڑھ گیا تھا - چاہتے تھے کہ پوری قلمرو روس کے مالک بن جائین - جس کی مناسب ترین تدبیر اُن کے سردار کے ذہن مین یہ آئی کہ مین ملکۂ اولغا سے شادی کر لون - اگرچہ اولغا کی عمر اب زیادہ ہو چکی تھی - وہ دلیری وناز آفرینی کا زمانہ گذر گیا تھا تاہم گذشتہ حسن کی چند کرنین اب بھی اُس کے خوبصورت چہرے سے نمودار تھین - جنھون نے سلطنت کی ہوس مین ل کے ڈریولیان لوگون کے سردار کو ازخود رفتہ کر دیا - اور وہ اپنی حالت وحیثیت کو بالکل بھول گیا -

اس سفارت پر ملکۂ اولغا بہت برہم ہوئی - مگر چونکہ عقلمند اور انجام پر خوب نظر رکھتی تھی اپنے غیظ وغضب کو دل ہی مین دبایا - اور اُن سے کہا "تمھارا پیام مین خوشی سے قبول کرون گی - مجھے تو خود ہی اس کی تمنا تھی - مگر تم جس کشتی مین آئے ہو اُسی مین جا کے ٹھہرو - مین اپنے اُمرا ووزرا سے مشورہ کر لون اور اس کے بعد اُنھین کل صبح کو تمھارے پاس بھیجون گی کہ تمھین قدر ومنزلت اور تعظیم وتکریم سے میرے قصر مین لائین - اور مین باضابطہ طور پر تمھاری درخواست کو قبول کر لون - مگر اتنا خیال رہے کہ تم سوا اُنکے کندھون پر سوار ہوکے آتے کے اور کسی طرح اور کسی سواری پر نہ آنا تاکہ تمھارا رعب اُن پر خوب بیٹھ جائے" اس جواب سے نہایت محظوظ ہوکے وہ لوگ اپنی کشتی مین واپس گئے -

صبح کو اُنھین زیادہ انتظار نہین کرنا پڑا تھا کہ امرائے روس اُن کے استقبال کو پہونچے اور کہا "بسم اللہ - تشریف لے چلیے - حضور ملکہ نے یاد فرمایا ہے" اُن مسخرون نے کہا "مگر ہم نہ گھوڑون پر سوار ہون گے اور نہ کسی اور سواری پر ہم تو خود تمھارے کندھون پر بیٹھ کے چلین گے" روسی امیرون نے کہا "اب آپ کو اس مین اصرار ہے تو ہمین کیا عذر ہو سکتا ہے؟ ہمین تو آپ کی خاطرداشت اور اپنی ملکہ کے حکم کو پورا کرنا ہے" یہ کہہ کے سب نے بیٹھین جھکا دین اور

کہا "آیئے بیٹھیے"۔ یہ بیسون آدمی اُنکے شانون پر سوار ہوے اور وہ اُنھین قصر شاہی کی طرف لے چلے۔ لیکن قصر کے پاس پہونچنے کے بجاے اسکے کہ پھاٹک کے اندر داخل ہون اُنھین محل کے پچھواڑے لے گئے اور وہان ایک غار مین جو اسی غرض کے لیے رات ہی کو ملکہ کے حکم سے کھود رکھا گیا تھا پھینک دیا۔ پھر اُوپر سے مٹی ڈال کے اُنھین زندہ دفن کر دیا۔

اب ملکہ اولغا کو اُن لوگون سے انتقام لینے کا موقع مل گیا تھا۔ ان سفیرون کا کام تمام کرتے ہی ڈریولیان لوگون کے پاس اپنے چند ہوشیار افسر بھیجے جنھون نے اُن لوگون کے سردار سے کہا "ہماری ملکہ کو آپ سے شادی کرنا خوشی سے منظور ہے آپ کے سفیر جو گئے ہین قدر و منزلت سے وہان مہمان رکھے گئے ہین۔ اور ملکہ معظمہ چاہتی ہین کہ آپ اپنے تمام معزز سردارون کو بھیجے تاکہ وہ اُنھین دھوم دھام اور تزک و احتشام سے یہان لے آئین۔ کیونکہ بغیر کر و فر اور اعلیٰ درجے کے جلوس کے وہ اپنے شہر سے باہر قدم نہین نکال سکتین۔ ڈریولیان لوگون کا سردار تو ہوس ملک گیری اور اولغا کے عشق مین از خود رفتہ ہو رہا تھا فوراً اپنے کل معزز سرداران فوج کو حکم دے دیا کہ جاؤ ملکہ اولغا کو نہایت ہی قدر و منزلت اور شاہانہ شان و شوکت سے لے آؤ"۔ یہ لوگ ان روسی سفیرون کے ساتھ نوغراد مین پہونچے۔ جہان اُن کا بہت کچھ استقبال کیا گیا۔ اور اسکے بعد وہ حمام مین بھیجے گئے تاکہ غسل کر کے ملکہ اولغا کی خدمت مین باریاب ہون۔ جیسے ہی حمام مین داخل ہوے اُس کے دروازے باہر سے بند کر دیے گئے اور آگ تیز کر دی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چند ہی لمحون مین سب کے سب حمام کے اندر گھٹ گھٹ کے مر گئے۔

یون بڑی سہولت کے ساتھ ان لوگون کو نذر اجل کر کے اولغا نے خود روانہ ہونے کی تیاریان کر دین۔ اور ایک قاصد کو آگے بھیجا جس نے تیزی کے ساتھ جا کے ڈریولیان کو مژدہ سنایا کہ "ملکہ اولغا روانہ ہو چلین۔ آج ہی کل مین پہونچا چاہتی ہین۔ وہ پہلے اپنے شوہر کی قبر پر ماتم و نوحہ خوانی کرین گی۔ پھر آپ سب صاحبون کو ایک دعوت دینگی۔ جس کے بعد شادی کے رسوم عمل مین

آئین گے۔"

یہ خوشخبری سنتے ہی سردار ڈریولیان کی یہ حالت ہوئی کہ جامے مین پھولا نہ سماتا تھا۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور ساری قوم کو لے کے استقبال کے لیے شہر کے باہر آیا۔ بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ ملکۂ اولغا سے ملا۔ لیکن خلاف توقع اُس کے ہمراہ اپنے ایک سردار کو بھی نہ دیکھ کے پوچھا "میرے وہ سردار کہان ہین؟" جواب ملا کہ "وہ پورے لشکر روس کے ساتھ پیچھے پیچھے آرہے ہین"

اس جواب پر وہ مطمئن ہو گیا۔ اور اولغا نے اپنی قرارداد کے مطابق پہلے اپنے شوہر آغور کی قبر پر نوحہ خوانی کی۔ ماتم کیا۔ جی بھر کے روئی۔ اور اپنی قیامگاہ مین آکے دعوت کا سامان کیا۔ یہ دعوت نہایت ہی پُر تکلف اور شاندار تھی۔ تمام ڈریولیان لوگ حسب مرتبہ قدر و منزلت سے بٹھائے گئے۔ دسترخوان چنا گیا۔ سب نے لذیذ غذائین تناول کین۔ سیر ہو کے کھایا۔ اور شراب کے دَور چلنا شروع ہوے۔ عمدہ قیمتی اور تیز شرابین مہیا کی گئین جن کے زیادہ تیز کرنے کے لیے کیا عجب کہ اُن مین اور بھی مختلف نشئی اجزا ملا دیے گئے ہون۔ کیونکہ دو ہی چار جام مین جتنے تھے مدہوش و از خود رفتہ تھے۔ اور شور مچا ہوا تھا کہ

دَور چلے دَور چلے ساقیا   اَور چلے اَور چلے ساقیا

عین اسی حالت مین کہ کسی کو سر و پا کا ہوش نہ تھا۔ اور ملکۂ اولغا لوگون کی از خود رفتگیون کا تماشا دیکھ رہی تھی ناگہان روسی سپاہی نیزے اور تلوارین لیے ہوے اِن لوگون پر جھپک پڑے۔ ڈریولیان لوگون کی یہ حالت ہوئی کہ بھاگنا چاہتے تھے گر بھاگنے کے قدم نہ تھے۔ اُٹھ اُٹھ کے گرتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔ جن چند لوگون کا نشہ ہرن ہو گیا تھا وہ تو اپنے سردار کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوے باقی پانچ ہزار آدمی اُسی جگہ کاٹ کے ڈال دیے گئے۔

اس طریقے سے اولغا نے ڈریولیان لوگون کی قوت بالکل توڑ دی اور اُنھین حیران و پریشان اور ترسان و لرزان چھوڑ کے اپنے شہر مین واپس آئی ایک برس گذر گیا اور ڈریولیان لوگون کو سوا خاموش پڑے رہنے کے سر اُٹھانے کی جرأت نہین ہوئی۔ اولغا کے سینے مین ابھی تک انتقام کی آگ بھڑک رہی

تھی - دوسرے برس اپنے ننھے بچے کو ساتھ لے کے سپاہ روس کی سپہ سالاری کرتی ہوئی اولغا ڈریولیان پر چڑھ آئی - ڈریولیان کو مقابلے کی جرأت نہیں ہوئی اپنے قلعے مین جا کے بیٹھ رہے اور پھاٹک بند کر لیے - ملکہ اولغا نے فوراً قلعے کا محاصرہ کر لیا - اور بڑی بہادری سے اپنے لشکر کو لڑاتی اور قلعے پر دھاوے اور حملے کرتی رہی - مگر قلعہ نہایت ہی مضبوط تھا - ہزار کوشش کی کچھ بھی زور نہ چل سکا - اور ڈریولیان قسم کھائے تھے کہ چاہے بھوکے پیاسے مر جائین مگر قلعے کا دروازہ نہ کھولین گے - خلاصہ یہ کہ محاصرے کو ایک مدت گذر گئی اور فوج روس کے کچھ بنائے نہ بنی -

اب ملکۂ اولغا نئی تدبیرون مین مصروف ہوئی جو عورتون کے لیے خاص ہین - اور جن سے اکثر عورتون نے بڑے بڑون پر فتح پائی ہے - اُس نے قلعے والون کے پاس ایک سفیر کے ذریعے سے کہلا بھیجا کہ "کیا ارادہ ہے؟ اب کیا تم نے دل مین یہی ٹھان لی ہے کہ قلعے مین پڑے سڑا کرو؟ اور فاقے کر کر کے مر جاؤ؟ مانا کہ تمھارا قلعہ مضبوط ہے مگر رسد کا کیا انتظام کروگے؟ اور یہ بھی سہی - مگر کب تک؟ مین نے بھی قسم کھالی ہے کہ بے فتح کیے نہ جاؤن گی - ہان اگر تم صلح پر آمادہ ہو تو مین نہایت ہی آسان شرطون پر تمھارا قصور معاف کرنے کو تیار ہون - اور ایسا خراج قبول کر لون گی جو محض برائے نام ہوگا اور جس کا تم پر بار نہ پڑے گا - فقط اتنا چاہتی ہون کہ تم مین سے ہر شخص اپنے گھر سے تین کبوتر اور تین گرگریان (خانگی چڑیان) پکڑ کے میرے پاس بھیجدے - جن سے تمھاری اطاعت کا اظہار ہو جائے گا - اور مین اس معمولی اور بے آزار خراج کو لے کے چلی جاؤن گی" ڈریولیان لوگون کے سردارون نے یہ پیام سُن کے کہا "یہ کون سی مشکل بات ہے؟ اگر ملکہ ایسی نہایت آسان شرط پر صلح کرنے کو آمادہ ہین تو ہم خوشی سے اُن کی اطاعت قبول کرتے ہین - اور عنقریب ہر گھر سے کبوتر اور چڑیان پکڑوا کے نذر کر دین گے" دو ہی تین دن کے اندر کبوتر اور چڑیان ملکۂ اولغا کے ملاحظے مین پیش کر دی گئین -

ملکہ نے اس عجیب و غریب خراج کے وصول ہوتے ہی حکم دیا کہ جتنے کبوتر

اور چڑیاں ہیں اتنے ہی گچھے اور گیند تیار کر کے تیل میں ڈبوئے جائیں اور پھر ان کبوتروں اور چڑیوں کی دُموں میں تاروں وغیرہ کے ذریعے سے باندھ دیئے جائیں - سپاہیوں نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی - سرِشام ہی وہ گچھے اور گیند مشعلوں کی طرح روشن کر دیئے گئے اور ملکہ کے حکم سے وہ تمام کبوتر اور چڑیاں فوراً چھوڑ دی گئیں - جن کے اُڑتے ہی آسمان پر ایک عجیب قسم کی آتشبازی کا تماشا نظر آیا - اور معلوم ہوا کہ لشکرِ روس سے ہزارہا ہوائیاں چھوٹ رہی ہیں اور آسمان پر آگ سی لگی ہوئی ہے - جس تماشے کے دیکھنے کے لیے ڈریولیان لوگ اپنے کوٹھوں اور قلعے کے بُرجوں پر چڑھ آئے - لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب وہ کبوتر اور چڑیاں اپنے گھروں اور آشیانوں کی تلاش میں قلعے کی طرف آنے اور اُترنے لگیں تو جہاں بیٹھیں اور جس گھر میں آئیں اُس میں آگ لگا دی - ڈریولیان بہوت وبدحواس کھڑے دیکھ ہی رہے تھے کہ قلعے کے ہر کونے اور آبادی کے ہر گھر سے شعلے بلند ہونے لگے - عورتیں اور بچے بلبلا بلبلا کے گھروں سے باہر نکل پڑے - اور آخر آگ یہاں تک بڑھی کہ قلعے کے اندر کسی کو پناہ نہ مل سکتی تھی اور سوا جل کے مر جانے کے کوئی مفر نہ تھا - گھبرا کے قلعہ کے پھاٹک کھول کے باہر نکلے اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے -

یہ دیکھ کے ملکہ اولغا نے فوراً حملہ کر دیا - روسی سپاہی ہر طرف سے اُن پر ٹوٹ پڑے - جو جدھر جاتا مارا جاتا تھا - اس طرح ہزارہا ڈریولیان لوگ مارے گئے اور اُن کی پوری قوم تباہ و برباد ہو گئی - اولغا نے اُن کا خوب اچھی طرح قلع قمع کرنے کے بعد جب دیکھا کہ اب قلعے میں جو کچھ تھا جل چکا تو اُس تباہ شدہ قلعے کو اپنے قبضے میں کیا - اور اس سرکش گروہ میں ذرا بھی قوت نہیں باقی رکھی کہ کبھی سر اُٹھا سکے -

اس کے بعد وہ غانم و سالم شہر کیف میں ہوتی ہوئی اپنے شہر نوغرادین پہونچی اور سپاہیوں کو انعام و اکرام تقسیم کیا - اولغا نے اُن لوگوں سے اگرچہ نہایت بے رحمی - سفاکی - اور مکاری کے ساتھ انتقام لیا مگر اسکے بعد پھر کسی امر میں اُس سے کسی قسم کی سنگدلی اور بے رحمی نہیں ظاہر ہوئی - دارالسلطنت میں واپس آنے

کے بعد اُس نے بڑی عقلمندی اور عدالت گستری سے حکومت کی۔ اور تمام رعایا کے دل اپنے ہاتھ مین لے لیے۔

اب اُس کی زندگی کا دوسرا رخ نمودار ہوا۔ کیونکہ وہ بہادر۔ مدبر و ذی ہوش ہونے کے علاوہ دین کی بڑی پابند اور نہایت ہی عابد و زاہد بھی تھی۔ دین عیسوی سارے یورپ مین پھیل چکا تھا۔ اپنی بت پرستی کو ملکہ اولگا اپنی قوم کی جہالت و بے عقلی کا نتیجہ خیال کرتی تھی۔ اور قوم روس محسوس کر رہی تھی کہ متمدن بننے کے بعد اُسے کسی اعلیٰ درجے کے متمدن مذہب کے اختیار کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ تاہم ابھی اُس کو تھوڑا زمانہ باقی تھا کہ قوم روس مذہب عیسوی کو اختیار کرے۔ مگر ملکہ اولگا کو اپنی قدیم بت پرستی کے عیوب نظر آ گئے تھے۔ اور ملت مسیحیہ کے قبول کرنے کے لیے بیتاب تھی۔ مگر اُس کے خیال مین یہ مناسب نہ تھا کہ مین جو قوم کی حکمران اور فرمان روا ہون پُرانے مذہب کو چھوڑ دون اور قوم اپنی قدیم حالت پر برقرار رہے۔ اس لیے ۹۵۵ء مین جب سلطنت کو اُس نے خوب مضبوط اور دشمنون اور خطرون سے صاف کر دیا تھا عنان حکومت اپنے بیٹے کے ہاتھ مین دے دی۔ اور خود تخت شاہی سے اُتر کے گوشۂ عافیت مین بیٹھ گئی۔ اب اُس کا بیٹا تو اپنے مذہب کا پابند رہا مگر وہ خود آمادہ ہوئی کہ دین مسیحی اختیار کر کے باقی زندگی ریاضت و نفس کشی مین صرف کر دے۔ چنانچہ سلطنت بیٹے کو سپرد کرتے ہی اُس نے قسطنطنیہ کا سفر کیا جو کہ اُن دنون مسیحی فرقون مین سے کلیسائے یونان والون کا مرکز تھا۔ وہان کے کنیسۂ سینٹ صوفیا کی عظمت و شوکت زورون پر تھی۔ اور اسی شان و شوکت نے اولگا کو اس مذہب کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ یہان کے مقتدائے اعظم (پٹریارک) نے اُسے بپتسمہ دے کے اُس کا مسیحی نام "ہلین" قرار دیا۔ اور اُسے نہایت ہی عزت کے ساتھ تاجدار روم پورفیرو جینی طوس الملقب بہ مورخ کے دربار مین پیش کیا۔

قسطنطنیہ سے واپس جا کے وہ گوشۂ عزلت مین بیٹھ گئی۔ اور عبادت و ریاضت مین اس قدر مصروف ہوئی کہ عیسائیون نے اُسے سینٹ (ولیہ) کا لقب دیا۔ اس زمانے مین اُس نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ اپنے بیٹے فرمانروائے روس

کو دین عیسوی کا پیرو بنا لے۔ مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور بیٹے نے اپنے قدیم مذہب سے دست بردار ہونا نہیں گوارا کیا۔

آخر اسی عبادت و ریاضت اور رہبانیت و نفس کشی میں اُس نے ۱۶۲۹ء میں دنیا کو رخصت کیا۔ اور مسیحیوں کے اصول کے مطابق دفن ہوئی۔

میڈم ڈی اسٹائل

اس خاتون کا پورا نام "این جرمن ڈی اسٹائل" تھا۔ "این" دراصل عبرانی نام ہے جس کا تلفظ اُس زبان میں تو حنّہ تھا مگر فرنگستان کے مغربی تصرفات نے اسے بگاڑ کے "این" بنا دیا ہے۔ یہ خاتون ملک فرانس کی ایک معزز اور صاحب اثر عالمہ و فاضلہ اور مصنفہ گران پایہ تھی۔ اُس کا باپ "نیکر" شاہِ فرانس لوئی شانز دہم کے دربار میں وزیر خزانہ کی معزز خدمت پر سرفراز تھا۔ شہر پیرس میں ۱۷۶۶ء میں وہ پیدا ہوئی۔ باپ کی امارت اور خوش مذاقی سے اُسے نہایت اعلیٰ درجے کی تعلیم پانے اور بہت ہی نکھرا شایستہ مذاق حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ جس کی بدولت تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اُس نے قابلیت کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ اختیار کیا۔ کئی ڈراما اور ناول تصنیف کیے جو ملک میں قدر کے ہاتھوں سے لیے اور دلچسپی کے ساتھ پڑھے گئے۔

آخر اُس کے عنفوانِ شباب۔ حسن و جمال اور اس کے ساتھ اُسکے علمی مذاق نے سوئٹزرلینڈ کے سفیر متعینۂ دربار فرانس "بیرن ڈی اسٹائل ہولسٹین" کو اُس کے جمال و کمال کا ایسا دیوانہ بنا دیا کہ باوجود بہت سن رسیدہ اور معمر ہونے کے اُس نے خوشامد درآمد کر کے اور اطاعت و وفاکیشی کے لمبے چوڑے وعدے کر کے آخرکار "این" کا سادہ اور بھولا دل جیت ہی لیا۔ اور شادی ہو گئی جس میں دولہا جس قدر معمر تھا اُسی قدر دولھن کمسن اور بچہ تھی۔

شادی کے بعد ۱۷۸۸ء میں جبکہ "این" کی عمر بارہ ہی برس کی ہونی چاہیے اُسکی کتاب "روسو کی تحریروں اور اُسکے خصوصیات پر چند خطوط" شایع ہوئی جس نے فرانس کی پبلک پر بے انتہا اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ اسی کتاب کی وجہ سے وہ

فرانس کی ایک مقبول عام مصنفہ بن گئی۔

اس کے بعد جب حکومت فرانس میں انقلاب ہوا اور آزادی کی دلدادہ رعایا نے اپنے تاجدار اور حکمران کے مخالف ہو کے سرتابی و بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تو دیگر امرا و عہدہ داران سلطنت کی طرح اس شایستہ خاتون کے والدین بھی مملکت فرانس سے خارج کیے گئے مگر وہ خود چونکہ ایک ایسی سلطنت کے سفیر کی بی بی تھی جس سے آزادی پسند اور مدعی جمہوریت فرانسیسیون سے دوستانہ تعلقات تھے اس لیے اُسے پیرس میں رہنے کی اجازت دی گئی۔

اس انقلاب میں وہ ابتداءً آزادی کے دعویدارون کی ہمدرد تھی۔ اور اس انقلاب و بغاوت کو نہایت پسند کرتی تھی۔ لیکن جب اُس نے فرانس کے شاہی خاندان کی تباہی و بربادی دیکھی اور یہ نظر آیا کہ شاہزادون اور اُن کے اعزا و اقارب کے ساتھ کیسا بہیمیت کا سلوک کیا جاتا ہے تو اُس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا۔ اور اُس کے ساتھ ہی وہ مدعیان آزادی کی بے اعتدالیون اور دست درازیون کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھنے لگی۔ اب شاہی خاندان کی ہمدردی کا خیال اُسکے دل میں اس قدر جوش زن ہوا کہ نہایت جرأت سے کام لے کے اپنی کتاب "ملکہ کے مقدمے پر نظر" کمال آزادی اور بیباکی کے ساتھ چھپوا کے شایع کر دی۔ جس میں ملکہ میری انٹوانٹ کی جانبداری کی تھی اور اُس کی بیگناہیون کا ثبوت دیا تھا۔ اس کی اشاعت سے لوگ اس قدر برافروختہ ہوے اور اس طوفانِ بے تمیزی کے دور میں اُسے اپنے متعلق ایسے خطرے اور اندیشے معلوم ہوے کہ سوا جلا وطنی اختیار کرنے کے بچاؤ کی اور کوئی صورت نہ نظر آئی تھی۔ چنانچہ فرانس کو چھوڑ کے باہر چلی گئی۔

اس کے بعد جب "ڈائرکٹری" (مجلس حکومت) قائم ہو گئی اور فرانس کی بد امنی کا زمانہ ختم ہوا تو وہ پھر پیرس میں آئی۔ اب اُسے پالٹکس سے بڑا شوق تھا۔ پوری پوری اسٹیٹسمین بنی ہوئی تھی۔ حکومت و تمدن کے حلقون میں اُس کا بڑا اثر تھا۔ اور مجلس حکومت کے ارکان میں جیسے خیالات یا جو پالسی چاہتی پھیلا دیتی۔ اپنی دانائی و ذہانت سے وہ نپولین کے اصلی مقاصد و

و اغراض کو پہلے ہی سمجھ گئی تھی - اور ملک مین اُسے سب سے زیادہ خطرناک شخص خیال کرتی تھی - جس کی وجہ سے نیپولین بونا پارٹ اپنی اُلوالعزمی شدید چلتی کے راستے مین اُسے ہمیشہ مزاحم پاتا - اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے وہ جتنی باتین کرتا اور جو تدبیرین سوچتا اُن کو وہ سخت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتی اور لوگون کو مخالفت پر آمادہ کر دیتی - اِس کا نتیجہ یہ تھا کہ کامیاب سپہ سالار فرانس نیپولین بونا پارٹ جیسے ہی کونسل اول یعنی مدار المہام سلطنت مقرر ہوا - عہدے کا چارج ہاتھ مین لیتے ہی اُس نے سب سے پہلے جو احکام جاری کیے اُن مین ایک یہ بھی تھا کہ "میڈم ڈی اسٹائل (این) شہر پیرس سے خارج البلد کر دی جائے" اس حکم مین نیپولین نے اس خاتون کی نسبت کمال تہذیب سے یہ الفاظ لکھے تھے " اس حوصلہ مند اور جادو بیان خاتون کے لیے ساری دُنیا کھلی پڑی ہے - صرف ایک دار السلطنت فرانس کو مین اپنے واسطے رکھے لیتا ہون" نیپولین کے یہ الفاظ بتا رہے ہین کہ اس خاتون کی فصاحت و بلاغت کا وہ کس قدر قائل تھا - اور اس کے اثر سے کس قدر ڈرتا تھا -

اس حکم کے بعد اُس کا پیرس مین ٹھہرنا غیر ممکن تھا - چنانچہ دوبارہ وطن کو خیرباد کہہ کے اُس نے سوئٹزرلینڈ اور اطالیہ کا سفر شروع کیا - مختلف شہرون اور علاقون مین گئی - وہان کے دلفریب مناظر دیکھے - وہان کی دلچسپیون سے لطف اُٹھایا - اور وہان کے عادات واطوار سے واقف ہوئی - جن چیزون کا ثبوت اُس کے مشہور ناولون "ڈلفین" اور "کورین" سے ملتا ہے -

اس کے بعد ۱۸۱۰ء مین یکایک اُسکی مشہور و معروف کتاب "جرمن" پیرس مین شائع ہوئی جہان خود اُسے آنے کی اجازت نہ تھی - اس کتاب مین اُس نے جرمن والون کے اطوار و عادات - علم و فضل - اور اُنکے پولیٹیکل ارادون کی مکمل تصویر دکھائی ہے - حکومت فرانس کو یہ کتاب اپنے مقاصد و اغراض کے بالکل خلاف نظر آئی - اشاعت کے ساتھ ہی نیپولین کے وزیر پولیس نے اُس کی دس ہزار جلدین پکڑ لین - میڈم ڈی اسٹائل اُن دنون شہر کوپیٹ مین تھی جو جینوا کی جھیل کے کنارے ہے - پیرس سے نکلنے کے بعد اسی مقام کو

اُس نے اپنا مستقر قرار دیا تھا - اپنی کتابون کے پکڑے جلنے کا حال سنتے ہی اُس نے زور و شور سے اعتراض کیا کہ یہ کارروائی بالکل خلافِ ضابطہ ہے - اس کا جواب وزیر پولیس نے یہ دیا کہ "آپ کی یہ کتاب کوئی فرانس کی قومی تصنیف نہین ہے - اور اسی لیے مین نے اس کی اشاعت روک دی ہے - سابق مین آپ کا جو طرزِ عمل رہا اُس کا نتیجہ آپ کی یہ جلا وطنی ہے - مین خیال کرتا ہون کہ فرانس کی آب و ہوا آپ کے مزاج کے موافق نہین - اس لیے کہ ہم لوگ ابھی اتنے ذلیل نہین ہوے ہین کہ جن قومون کی آپ مدح خوان ہین اُن مین سے اپنے لیے نظیرین تلاش کرین"

اب چونکہ فرانس کی پولیس نے سختی کے ساتھ اُس کے حرکات و سکنات کی نگرانی شروع کر دی تھی اس لیے اُس نے مملکت فرانس کو چھوڑ دیا - اور اُنکی ریشہ دوانیون کے حلقے سے بھاگ کے ملک روس مین پہونچی - اور وہان سے چل کے انگلستان مین آئی -

اس کے بعد اُس کی جو کتاب شایع ہوئی اس کا نام "دہ سالہ جلا وطنی" ہے اس مین نہایت ہی جوش کے ساتھ نپولین اور اُس کی حکومت کی مخالفت کی ہے اور اُسے دھمکیان دی ہین - پھر ۱۸۱۴ء مین نپولین کی علٰحدگی کے بعد وہ پیرس مین آئی - اور جب شہنشاہ مذکور "البا" سے واپس آیا تب بھی اسے پیرس مین رہنے کی اجازت رہی - اسکے بعد جب مجلس "بوربون" قائم ہوئی تو وہ فرانس چھوڑ کے سوئٹزرلینڈ مین چلی گئی - اور یہی زمانہ تھا جب سے اس نے پالٹکس مین دخل دینا چھوڑ دیا -

سوئٹزرلینڈ مین عزلت گزین ہونے کے چند روز بعد اُسکے شوہر "بیرن ڈی اسٹائل" نے سفر آخرت کیا - اور اُس نے مخفی طور پر "مسیو روکا" نام ایک شخص کے ساتھ عقد کر لیا - اور اُسی طرح سوئٹزرلینڈ کے گوشۂ عافیت مین عزلت گزین رہی - اس عزلت گزینی کا زمانہ اُس نے اپنی مشہور کتاب "انقلاب فرانس پر نظر" کی تصنیف و تدوین مین صرف کیا - مگر وہ اس کی زندگی مین نہین شایع ہو سکی - اس آخری تصنیف مین اُس نے فرانس کی بدنظمی اور طوائف الملوکی کے زمانے

کی تصویر بڑی جابکدستی سے دکھائی ہے - اور اس دَور کے جن جن لوگون سے اُسے سابقہ پڑا تھا اُن کے اوضاع و اطوار کا مرقع بنا کے ناظرین کی نظر کے سامنے پیش کر دیا ہے -

مذکورۂ بالا کتابون کے علاوہ یہ کتابین بھی اُس کی تصنیف ہین "جذبات کا اثر" "خود کشی" "خیال آفرینی" یہ تینون کتابین دراصل عالمانہ مضامین ہین جوان سجکٹون پر قلمبند کیے گئے ہین -

الغرض میڈم ڈی اسٹائل اپنے عہد کی نہایت ہی قابل مصنفہ اور مدبّرہ تھی - جس کی کتابین ہمیشہ زندہ رہین گی -

آخر اُسی سوئٹزرلینڈ کی خلوت گزینی مین ۱۸۱۷ء مین اُس نے دنیاے فانی کو رخصت کیا اور اُن خوش نصیبون مین جا ملی جنھون نے اُس ناموری کی زندگی کے شوق مین اس دنیوی زندگی کو چھوڑ دیا ہے -

دہیاے کاہنہ

یہ ایک عجیب و غریب عورت تھی جو آج سے ساڑھے بارہ سو برس پہلے اپنی فطرت و دانائی اور اپنی ہوشیاری اور چالاکی سے سارے شمالی افریقہ کی ملکہ بن گئی تھی - اور قرون اولیٰ کے وہ اہل عرب جنھون نے ایران و ترکستان اور روم و مصر کی زبردست سلطنتون کو تہ و بالا کر دیا تھا - اُنھین اس ہوشیار عورت پر غالب آنے مین بڑی بڑی دشواریان پیش آئین -

یہ عورت ثابت بن تیقان نام ایک بڑے رئیس کی بیٹی تھی - اور چونکہ اُس کا شوہر قبیلۂ زناطہ کے ایک مشہور خاندان جراوہ کا سردار تھا اس لیے وہ کاہنہ ہی نہین اپنی قوم اور اپنے وطن کی ملکہ تھی - لیکن اِسکے ساتھ اُس نے سحر اور نیرنگ کے فنون مین ایسا کمال حاصل کر لیا تھا کہ لوگ اُسے غیب کی باتون سے واقف اور بڑی زبردست شیطانی یا روحانی قوتون پر حاکم جانتے تھے - اور سچ یہ ہے کہ عوام کی اسی عقیدت نے اُسے ایک مدت تک ملک گیری مین عجیب غریب طرح سے کامیاب کیا -

کوۃ اوراس اُس کا مامن یا دار الحکومت تھا۔ ملت یہود کی پابند تھی اور اس کی ساری قوم کا مذہب بھی یہی پُرانا اسرائیلی دین تھا۔ اور یہ یہودیت ہی کا اثر تھا کہ اُس نے اپنے آپ کو روحانی علوم میں کامل اور بڑے شیاطین کو اپنا تابع فرمان بنانا شروع کر دیا۔

اس کے حکمران ہونے سے پہلے علاقہ دجبل اور اوردس کا فرمانروا کسیلہ نام ایک شخص تھا۔ اہل عرب نے جب مصر پر قابض و حکمران ہونے کے بعد مغرب کی طرف آگے قدم بڑھایا تو اُنھیں طرابلس اور مراکش وغیرہ میں رومی حکمرانوں کے علاوہ اُس بربری تاجدار سے بھی سابقہ پڑا۔ جسے شکست دے کے انھوں نے توحید الٰہی کی تعلیم اس سرزمین میں پھیلانا شروع کر دی۔ اور کسیلہ لڑائی میں مارا گیا۔ اُس کے قتل کے ساتھ ہی تمام بربری اور زناطی قبائل جا کے اسی دہیا کے پاس حاضر ہوے۔ اور اُسے سب سے زیادہ صاحب عقل اور غیب دان خیال کر کے اپنی ملکہ بنا لیا۔ یوں اس کیّا داسرائیلیہ نے اپنا قدم کہانت کے بوریے سے اُٹھا کے سریر فرمان روائی پر رکھ دیا۔ اور دیہیم شہریاری سر پر رکھ کے تاجدار و جہان بان بن گئی۔

حکومت کے ساتھ چونکہ اُس میں یہ کمال بھی تھا کہ ہونیوالی باتیں بتا دیتی تھی اور لوگوں سے پہلے ہی کہہ دیا کرتی کہ اس کام کا یہ انجام ہو گا۔ اس لیے بربری بدوی اور افریقی ابنائے بادیہ فرمانبرداری کے علاوہ اُس کے معتقد و مرید بھی بن گئے۔ دہیا کے تین بیٹے بھی تھے جنھیں اُس نے پالا تھا اور جو خاندانی سیادت و سرداری کے وارث ہوے تھے۔ مگر دآہمہ کی سرکش طینت نے گوارا نہ کیا کہ بیٹوں کی فرمانبردار بن کے بیٹھے۔ چنانچہ کسیلہ کے مارے جانے اور "اوراس" کی ملکہ بننے سے پہلے ہی وہ اپنے تینوں بیٹوں کو اپنے اثر اور اپنے جادو کے زور سے مغلوب و مقہور کر چکی تھی۔

اب جو وہ سارے شمالی افریقہ کی ملکہ بن گئی تو عربوں کو اس کی سرکوبی کی فکر ہوئی۔ خاصۃً اس لیے کہ عقبہ بن نافع کا ایسا نامی گرامی سپہ سالار عرب جس نے پورے افریقہ کو مغرب تک فاتحانہ طریقے سے طے کر کے شہر طنجہ کے پاس

گھوڑے کو سمندر میں ڈال کے یہ صدا بلند کی تھی کہ "خداوندا اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی میں برابر تیری توحید کے نعرے لگاتا چلا جاتا"۔ اُسے بظاہر تو کسیلہ نے خود مسلمان بن کے اور مکر و دغا سے اُسے اُس کے لشکر سے جدا کر کے بربریوں کے نرغے میں گھیر لیا تھا اور شہید کیا تھا۔ لیکن تحقیقات کے بعد کھلا کہ اُس دغابازی و مکاری کی اصلی بانی یہی مکار دہیا تھی جس نے پہلے تو سنہ ۶۹ھ میں کسیلہ سے عقبہ بن نافع کو قتل کرایا۔ پھر جب کسیلہ اُسکے انتقام میں زہیر بن قیس کے ہاتھ سے مارا گیا تو اسی دہیا نے بربریوں اور رومیوں کو ایسا برانگیختہ کیا کہ سب نے یکایک نرغہ کر کے زہیر بن قیس کو بھی شہید کر ڈالا۔ اور میدان خالی دیکھتے ہی دہیا افریقہ کی ملکہ بن گئی۔ جس کی سلطنت کسی معمولی ملکہ کی سی نہیں بلکہ ایک سن رسیدہ جادوگرنی کی ایسی تھی جو علانیہ لوگوں سے کہتی کہ شیاطین مجھے ہر بات کی خبر دے جایا کرتے ہیں اور وہی ہر امر میں میرے ممد و معاون رہتے ہیں۔

یہ خبریں عبدالملک بن مروان کو پہونچیں تو اُس نے حسان بن نعمان غسانی کو والی افریقہ مقرر کر کے اس کاہنہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ زہیر بن قیس کے مارے جانے کے بعد دہیا سارے افریقہ اور نیز اُن تمام شہروں پر متصرف ہو گئی تھی جنھیں مسلمان اس سے بہت پہلے فتح کر چکے تھے۔ حسان نے قیروان اور قرطاجنہ پر پھر قبضہ کر کے علم اسلام قائم کیا۔ اور آگے بڑھے۔ بجایہ سے ایک منزل آگے رود مسکینی کے پاس دہیا کے زبردست لشکر سے مقابلہ ہوا۔ دہیا نے ایسی جوانمردی و دلیری سے اپنی فوج کو لڑایا کہ عربوں کو فاش شکست ہوئی۔ ہزارہا مسلمانوں نے جام شہادت پیا۔ اور اُن کا ایک بڑا بھاری گروہ دہیا کے ہاتھ میں اسیر ہو گیا۔ دہیا نے اس موقع پر اتنی نیک نفسی ظاہر کی کہ جتنے مسلمان گرفتار ہوے تھے سب کو چھوڑ دیا۔ صرف خالد بن یزید قیسی نام ایک نہایت خوش رو جوان عرب کو روک لیا۔ اور وہ بھی کسی بری نیت سے نہیں۔ بلکہ محض اس لیے کہ خالد کی نبرد آزمائی اور جانبازی کو دیکھ کے وہ اُنکی گرویدہ ہو گئی اور اُنھیں بیٹا بنا کے اپنی صحبت میں

رکھا۔

حسان شکست کھا کے واپس آئے تو برقہ کے علاقے مین ٹھہر گئے اور عبدالملک کے دربار مین لکھا کہ اور لشکر بھیجیے۔ اور دہیا کی سرکوبی کے لیے ضرورت ہے کہ عربون کا منتخب اور اعلیٰ درجے کا لشکر آئے۔ دمشق سے اس کی تعمیل ہوئی۔ اور حسان پانچ سال تک برقہ مین کمک کے امیدوار بنے پڑے رہے۔ اتنی مدت گذرنے کے بعد عبدالملک نے ایک بڑا بھاری زبردست لشکر اور بہت کچھ مال وخزانہ بھیجا اور حسان کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ حسان چونکہ ایک دفعہ شکست کھا چکے تھے۔ اس لیے اب کی بار روانہ ہونے سے پہلے اپنا ایک جاسوس نامہ بر خالد کے پاس بھیجا۔ اور اُن سے دہیا کے لشکر کی کیفیت اور حالت دریافت کی۔ خالد نے مخفی طور پر لکھ بھیجا کہ آپ فوراً حملہ شروع کر دین۔ اور جس قدر جلد ہو یہان آ پہونچین۔ اس لیے کہ فی الحال تمام اہل بربر دہیا سے ناراض اور اُسکے مظالم سے برافروختہ ہو رہے ہین۔

کاہنہ مین خرابی یہ تھی کہ باوجود عورت ہونے کے نہایت ہی جابر و ظالم تھی۔ اور ملک کو تباہ کرنے کے سوا کبھی اُس کی آبادی کی فکر نہ کرتی تھی۔ رعایا کی فلاح سے اُسے سروکار نہ تھا اور انسانون کے تباہ و برباد کرنے مین کوئی مضائقہ نہ سمجھتی تھی۔ خصوصاً اب جو اُس نے سنا کہ عربون نے پھر حملے کا ارادہ کیا ہے تو کہنے لگی "عرب لوگ تو شہرون اور چاندی سونے کے خواستگار ہین۔ اور ہماری خواہش یہ ہے کہ کھیتون اور چراگاہون کو بچائین۔ اور شہرون کو جو اُنکے مطمح نظر ہین خود ہی تباہ و برباد کر ڈالین۔ تاکہ عرب لوگ جب دیکھین کہ سارا ملک اُجڑ گیا تو نادم ہو کے واپس چلے جائین۔" اپنی یہ پالسی اور اپنا یہ احمقانہ خیال ظاہر کرتے ہی اُس نے اپنے سردارون کو روانہ کیا کہ تمام شہرون کو جا کے ویران و برباد کر دین۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل سختی سے ہونے لگی۔ تمام چھوٹے بڑے شہر اُجاڑ دیے گئے۔ زبردست اور مضبوط قلعے مسمار و منہدم کر ڈالے گئے۔ اور ساری رعایا کے گھر لوٹ لیے گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ حسان نے دو ہی چار کوچ کیے تھے کہ رومی ساکنین افریقہ کے ایک جم غفیر نے آکے دوہائی دینا شروع کی کہ خدا کے لیے ہمیں دہیاے کاہنہ کے ظلم سے بچائیے - آگے بڑھ کے وہ شہر قابس میں پہونچے تو شہر والوں نے بہت سا مال و دولت لا کے سامنے رکھ دیا اور اظہار اطاعت کیا - حسان نے خوش ہو کے اُن سے امن و امان کا وعدہ کیا - اپنی طرف سے ایک والی وہاں مقرر کیا - اور شہر قفصہ میں پہونچے - یہاں کے لوگوں نے بھی سر اطاعت جھکا دیا - پھر وہ اور کوچ کر کے شہر قسطیلیہ میں آئے اور اُس پر بھی قابض ہو گئے -

اب جو عربوں کی چڑھائی کی خبر دہیا کو پہونچی تو اُس نے اپنے دونوں بیٹوں اور خالد بن یزید کو اپنے سامنے بلوا کے کہا "مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اب کی لڑائی میں میں ماری جاؤں گی - اس لیے تمھارے حق میں مناسب یہ ہے کہ خود ہی حسان کے پاس چلے جاؤ - اور اپنے لیے امان مانگ لو - بلکہ اُنھیں سے مل جاؤ - اب اس کے بعد تمھیں میرا ساتھ دینے کی ضرورت نہیں ہے" چنانچہ اُس کے بیٹے اور خالد اُس کی اجازت سے عربی لشکر گاہ میں چلے آئے - حسان کی اطاعت قبول کر کے اپنے لیے امان حاصل کی - اور عربوں ہی میں رہنے سہنے لگے - اب حسان اپنے لشکر کے ساتھ اُس کے سر پر جا پہونچے - دہیا نے اگرچہ اپنے فرزندوں کو بھیج دیا تھا مگر خود اُس کی اطاعت نہیں قبول کی - اور دونوں لشکر آمنے سامنے صف آرا ہو گئے -

آخر لڑائی شروع ہو گئی - اور بڑی ہی خونریز لڑائی ہوئی - اس مرتبہ عربوں کے حوصلے بڑھے ہوے تھے - اور افریقہ و بربر والوں کی ہمتیں پست تھیں - کیونکہ اب کی خود دہیا میں نہ وہ اگلا سا جوش و خروش تھا اور نہ کامیابی و فتحمندی کی اُمید تھی - چنانچہ بربریوں کو شکست ہوئی - اور عربوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیے - اس لڑائی کے ہنگامے میں کسی اسلامی بہادر کی تلوار خود دہیاے کاہنہ پر پڑ گئی - جو گری اور تڑپ کے اُسی جگہ رہ گئی - اُس کے قتل ہوتے ہی بربریوں نے ہتھیار ڈال دیے - پناہ مانگنا شروع کی

اور فاتحون نے اپنی خون آلود تلوارین میان مین کین۔

منجملہ دیگر عجائبات کے یہ بھی ہے کہ کہتے ہین جس وقت دہیاے کاہنہ ماری گئی ہے اُس کی عمر ۱۲۷ سال کی تھی۔ اور تخت جہانبانی پر بیٹھے ہوے اُسے ۳۵ سال گذر چکے تھے۔ اُس کے مارے جاتے ہی پھر کس مین مخالفت و سرتابی کا حوصلہ تھا؟ سارا افریقہ مطیع و منقاد ہو گیا۔ اور عربون نے افریقہ کی مہم سے فارغ ہوتے ہی اندلس کی طرف توجہ کی۔

افریقہ مین اب امن وامان قائم ہو جانے کا اصلی سبب یہ تھا کہ حسان نے دہیا کا فتنہ دور کرتے ہی ایک نیا فوجی قانون جاری کیا۔ جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُس کا موجد فرانس کا سپہ سالار ہند ڈوپلے تھا جس نے ہندوستان مین پہلے پہل یہ تجویز کی کہ ہندوستانیون کا ایک باضابطہ لشکر فرانسیسیون کی تائید کے لیے قائم کیا جائے۔ جسے پوری تعلیم اور پورے اسلحہ دیے جائین اور اس کا اندیشہ نہ کیا جائے کہ یہ کبھی دغا کرین گے۔ اس سے پہلے ہندوستان مین فرنچ گورنمنٹ اور برٹش گورنمنٹ کی جتنی فوجین اُن کے زیر علم تھین سب فرانسیسی اور انگریز سپاہیون کی تھین۔ ڈوپلے کی اس تجویز کے بعد سے فرانسیسیون نے ہندوستانی فوجین اپنے یہان مقرر کین اور انگریزون نے اپنے یہان۔ اور جو جو اُن کی وفاداری کا تجربہ ہوتا گیا اُن کو روز بروز ترقی دی گئی۔

مگر ڈوپلے سے گیارہ بارہ سو برس پہلے ہی اصول دہیا کا ہنگامہ فرو کرنے کے بعد حسان بن نعمان نے افریقہ مین جاری کر دیا تھا۔ اس لیے کہ اُس نے بربریون پر یہ لازمی قرار دیا کہ اُن کے اچھے جوانون کی بارہ ہزار فوج ہمیشہ قائم رہا کرے۔ جس کا کام یہ ہو کہ اہل بربر مین سے کوئی بغاوت یا سرکشی کرے تو وہ فوج فوراً اُس کی سرکوبی کے لیے اُٹھ کھڑی ہو۔ جس کا بہت بڑا نمایان نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ پھر مدتون تک رعایاے افریقہ مسلمانون کے خلاف سر نہین اُٹھا سکی۔

دہیاے کاہنہ کا واقعہ طرابلس الغرب کی اُس فتح کے بہت دنون بعد کا ہے جب حضرت عبداللہ بن زبیر نے جا کے اور قلعۂ طرابلس پر جوہر شجاعت دکھا کے

گریگوری کی بیٹی فلپانا کو اپنی حرموں میں شامل کیا تھا۔ دراصل وہ افریقیہ کی پہلی فتح اسلام تھی۔ اور یہ آخری فتح اسلام۔ کیونکہ اسکے بعد پھر مسلمانوں کو دوبارہ فتح کرنے کی ضرورت اس کے بعد نہیں پیش نہیں آئی تھی۔

ستُّ الملک (ملکۂ مصر)

مصر میں جب خلفاے باطنین ائمہ اسمعیلیین کے سر پر فرمان روائی پر الحاکم بامر اللہ کا ایسا عجیب و غریب مختلف الاوصاف اور متلون المزاج خلیفہ حکومت کر رہا تھا اُس کے شر کے دور کرنے کے لیے خدا نے اس حسین و نازنین اور سراپا حکمت و فراست ملکہ کو ظاہر کیا۔ جو اگر حریم خلافت سے نکل کے رعایا کی خبر نہ لیتی تو الحاکم نے خدا جانے کیا قیامت بپا کر دی ہوتی۔

ستّ الملک حاکم بامر اللہ کی بہن اور اُس سے پہلے فاطمی خلیفہ العزیز باللہ نزار کی نازپروردہ بیٹی تھی۔ حسن و جمال میں ثانی نہ رکھتی تھی۔ اور ہوشیاری دانائی۔ استقلال۔ حکمرانی۔ اور سیاسی قابلیت میں کوئی اُس کا مثل و نظیر نہ تھا۔ مصر ہی نہیں شاید اُن دنوں ساری دنیا میں کوئی عورت اُسکی سی لیاقت اور ہمت مردانہ نہ رکھتی ہوگی۔

حاکم بامر اللہ کو گیارہ ہی برس کی عمر میں آبائی حکومت مل گئی تھی۔ اور حکومت بھی کون؟ جو صرف دنیوی شہریاری نہیں بلکہ دینی امامت اور حضرت رسالت کی جانشینی بھی تھی۔ تاج و تخت پاتے ہی اُسے نظر آیا کہ ساری دنیا میری تابع فرمان ہے۔ میں دُنیا ہی نہیں دین کا بھی بادشاہ ہوں۔ اور دین و دنیا میں جیسے احکام چاہوں جاری کر سکتا ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی پہلے تو اُس نے امامت کو مظہر ذات ربانی یا ہندوؤں کی اصطلاح کے مطابق اوتار قرار دے کے اپنے آپ کو معمولی انسان سے بڑھا کے امام اور امامت سے بھی آگے بڑھا کے خدا بنا لیا۔ چنانچہ اُسی کی یادگار میں آج تک دروز کا فرقہ شام میں موجود ہے جو لوگ حاکم بامر اللہ کے سوا خدا کو بھی نہیں مانتے۔ ان لوگوں کے عقیدے میں ایمان حاکم بامر اللہ پر ایمان

لاتا ہے - اور چند خطوط جو حاکم کی امامت کی تبلیغ مین لکھے گئے تھے اُن کا مجموعہ اُن کا قرآن ہے - گو وہ مسلمانون مین شمار کیے جاتے ہین مگر نہ رسول مقبول صلعم کو مانتے ہین نہ قرآن مجید کو - نہ نماز پڑھتے ہین نہ روزہ رکھتے ہین اور مسلمانون کا سا اور کوئی کام کرتے ہین - اُن کے خیال مین نجات کا ذریعہ صرف الحاکم کو مظہرِ ایزدی مان لینا ہے -

عنانِ حکومت ہاتھ مین لینے کے بعد حاکم نے جیسے جیسے متخالف و متضاد احکام جاری کرنا شروع کر دیے تاریخ مین یادگار ہین - ۳۹۵ھ مین حکم قطعی جاری کیا کہ صحابۂ کرام کو علانیہ گالیان دی جائین - بازارون شاہراہون - مسجدون اور تمام عام گذرگاہون مین تبرا لکھ لکھ کے دیوارون پر لگا دیا گیا - اور یہی حکم تمام والیانِ ملک کو لکھ بھیجا گیا کہ اپنے مفوضہ علاقون مین جاری کرین - ایک زمانے تک یہ حکم جاری رہا تھا کہ دربارِ خلافت سے حکم پہونچا کہ تبرا کلیۃً موقوف - صحابہ کی شان مین جو شخص بُرا کلمہ کہے یا اُن کا ذکر بُرائی سے کرے اُسے سخت سزا دی جائے اب اُن لوگون کو جو توہینِ صحابہ کے عادی کر دیے گئے تھے سزائین ملنے لگین - ۳۹۹ھ مین حکم جاری کیا کہ رمضان مین نمازِ تراویح کلیۃً موقوف - جامعِ عتیق کے امام نے اس حکم کی پروا نہ کی اور مسلمانون کو جمع کر کے نمازِ تراویح پڑھی - دوسرے ہی دن وہ پکڑ کے قتل کر ڈالا گیا - اس کے بعد ۴۰۲ھ مین حکم جاری ہوا کہ تمام مسجدون مین نمازِ تراویح لازمی طور پر پڑھی جایا کرے - مسلمانون سے زیادہ سختیان یہود و نصاریٰ کو اس مجنون فاطمی خلیفہ کے تلوّن سے برداشت کرنا پڑین - کبھی حکم ہوتا کہ سب مجبور کر کے مسلمان بنائے جائین - کبھی اُنکو ذلیل قسم کا لباس پہننے اور ذلت سے رہنے کی تاکید ہوتی اور کبھی جوش و خروش سے اُن کی استمالت اور طرفداری کی جاتی - کبھی اُن کے معبد اور کنیسے ڈھوائے جاتے اور کبھی تعمیر کر دیے جاتے - عورتون کی نسبت حکم ہوا کہ کوئی عورت گھر سے نہ نکلے - اور جب شکایت ہوئی کہ جن عورتون کا کوئی والی وارث نہ ہو وہ کیا کرین؟ تو فرمان جاری ہوا کہ بازار والے ہر قسم کا مال لے کے زنانی ڈیوڑھیون پر جایا کرین اور بیچنے والے دستے کی کوئی چیز اپنے پاس رکھین جس مین رکھ کے ہر چیز دروازے

کے اندر بڑھا دیا کرین۔ تاکہ بغیر صورت دیکھے پٹ کی آڑ سے خرید و فروخت ہو جایا کرے۔

ان باتون نے تمام اہل مصر کو اس قدر ناراض کر دیا کہ حاکم کے پاس روز گمنام رقعے اور خطوط پہونچتے جن مین اُسے گالیان دی جاتین اور بُرا بھلا کہا جاتا۔ حاکم کو بجاے اس کے کہ ان باتون سے تنبہ ہو اور بگڑتا۔ اور ضد مین آ کے زیادہ ظلم کرتا۔ آخر ایک دن مصر کے منچلے لوگون نے یہ کارروائی کی کہ کاغذ کی ایک عورت بنا کے حاکم کی گزرگاہ مین ایک جگہ کھڑی کر دی اور اُسکے ہاتھ مین ایک کاغذ دے دیا۔ یہ پُتلا اس قدر مکمل اور ایسی صناعی سے بنایا گیا تھا کہ حاکم اُدھر سے گزرا تو بالکل نہ پہچان سکا اور سمجھا کہ سچ مچ کوئی عورت ہے جو فریاد کرنے کو آئی ہے۔ غلامون کو بھیج کے اُس کے ہاتھ سے عرضی لے لی۔ دیکھا تو اُس مین صدہا گالیان لکھی ہوئی تھین۔ اور اُس کی کسی طرح کی توہین اُٹھا نہین رکھی گئی تھی۔ لپک کے عورت کو پکڑا تو کاغذ اور بانس کا ڈھانچا تھا۔

اس کارروائی سے حاکم ایسا برانگیختہ ہوا کہ حکم دیا مصر کی آبادی مین آگ لگا دی جائے۔ اور فوج والے سارے شہر کو لُوٹ لین۔ مردون کا قتل عام ہو۔ اور عورتین اور لڑکے پکڑ پکڑ کے لونڈی غلام بنا لیے جائین۔ فوراً اس نادری حکم کی تعمیل شروع ہوئی اور شہر تباہ ہونے لگا۔ مکانون پر شعلے لپند تھے۔ شرفا و امرا بلا استثنا قتل ہو رہے تھے۔ اور معززین و شرفا کی عورتین اور بچے کھینچ کھینچ کے گھرون سے نکالے اور لونڈی غلام بنائے جاتے تھے۔ جب مسلسل دو دن تک قتل و غارت کا بازار گرم رہا تو لوگون نے عفوِ تقصیر کے لیے التجا کی۔ مگر سُنی نہ گئی۔ آخر رعایا نے مجبور ہو کے بہت سے ترکون اور شام و عرب کے لوگون کو اپنے ساتھ شریک کر لیا اور بغاوت کی دھمکی دی۔ یہ رنگ دیکھ کے حاکم نے ظلم سے ہاتھ روکا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ شرارت کی کہ حکم دیا کہ امرا و معززین کی جو عورتین گرفتار ہوئی ہین وہ بے عزت کر کے بیچ ڈالی جائین۔ اور اُنکے بچے بھی فروخت کر ڈالے جائین۔ یہ ایسی بے رحمی کے شرمناک مظالم تھے کہ مصر کا ہر شخص حاکم کا دشمن اور اُسکے خون کا پیاسا ہو گیا۔

ست الملک بھائی کی ان حرکتوں پر دل ہی دل میں کڑھتی - اُسے سمجھاتی اور حتی الامکان لوگون کو اُس کی طرف سے صاف کرنے کی کوشش کرتی تھی - مگر حاکم بجائے اسکے کہ اُس کا شکر گزار ہو اور اُس کے عاقلانہ مشورون پر عمل کرے اُلٹے اُس سے ناراض ہو گیا - یہان تک کہ آخر کار اُسے وہم ہوا کہ ست الملک میرے خلاف امراے شہر سے سازش کرتی اور اُنھین میری مخالفت پر اُبھارتی ہے -
ست الملک سے پہلے حاکم بامراللہ کو بڑی محبت تھی - اور چونکہ اُس کی دانائی اور عقلمندی کا قائل تھا اس لیے ہر ملکی معاملے اور اپنے ہر حکم کے جاری کرنے مین اُس سے ضرور مشورہ کر لیا کرتا - یہ ست الملک کی خوش نصیبی یا نیک نفسی تھی کہ جو امر اُسکے مشورے سے کیا جاتا اُس مین ہمیشہ کامیابی ہوتی اور رعایا خوش رہتی - اصل حقیقت یہ تھی کہ ست الملک اُسکے مجنونانہ احکام سے ہمیشہ اُسے روکا کرتی لیکن جب اُس نے ست الملک کی راے کے خلاف کارروائیان شروع کین اور لوگ برہم ہونے لگے تو اُسے اپنی بیوقوفی سے اس امر پر تعجب ہونے لگا کہ جو کام مین اپنی تجویز سے کرتا ہون اُس سے لوگ ناراض ہوتے ہین اور جس کام کو ست الملک سے پوچھ کے کرتا ہون اُسکی کوئی شکایت نہین کرتا - آخر اس تعجب وحیرت نے اُسے بہن سے بدگمان کر دیا - اور جوش مین آ کے زیادہ خود رائی کرنے لگا - نتیجہ یہ کہ رعایا بھی زیادہ برہم ہونے لگی جسے اُس نے اپنی بہن کی سازش پر محمول کیا - آخر بے اختیار کھُل کھیلا اور ست الملک کو لکھ بھیجا "تم لوگون سے سازشین کرتی ہو اور تمھارا چال چلن نہین اچھا ہے - اکثر نامحرم مرد تمھارے محل مین آیا جایا کرتے ہین اس بدچلنی اور بدکاری سے باز آؤ ورنہ قتل کر ڈالونگا"
اس پاکدامن شاہزادی کی عفت وحرمت پر ابھی تک کسی نے حملہ نہین کیا تھا یہ سنتے ہی آپے سے باہر ہو گئی - اور اس فکر مین ہوئی کہ ایسے ظالم اور بے شرم وبیحیا بھائی سے اب جس طرح بنے پیچھا چھڑانا چاہیے -
اب جو جو زمانہ گذرتا تھا بہن بھائی کے تعلقات نازک ہوتے جاتے تھے - حاکم کی بدگمانیان جو بڑھین تو اُس نے سمجھ لیا کہ جتنے گالیون کے خطوط میرے پاس آ رہے ہین اور اُس کاغذ کی بنی ہوئی عورت کے ہاتھ سے گالیون کا جو خط مجھے ملا

تھا سب اسی ست الملک کی کارروائیاں ہین۔ آخر ست الملک نے حاکم کو حد سے گذرتے دیکھ کے دل مین کہا "اچھا ٹھہر جاؤ۔ اب تک تو مین نے تمھارے خلاف کوئی سازش نہین کی تھی مگر اب کرتی ہون۔" اُن دنون قاہرہ مین ابن داؤس نام ایک معزز شخص تھا جو ایک حصہ فوج کا افسر اعلیٰ تھا اور حاکم کو اُس پر بھی طرح طرح کی بدگمانیان تھین۔ ست الملک نے اسی ابن داؤس کے پاس کہلا بھیجا کہ "مین تم سے تنہائی مین ملنا چاہتی ہون۔" اُس نے عرض کرایا کہ "حضور کی قدمبوسی میرے لیے مایۂ ناز ہوگی۔" اس جواب سے اُسے اپنے موافق خیال کر کے ست الملک نے بُرقع پہن لیا۔ سب لوگون کی آنکھ بچا کے اُس کے گھر پہونچی۔ اور کہا "تم جانتے ہو کہ تمھاری نسبت بھائی کے کیا خیالات ہین؟" اُس نے عرض کیا "جی ہان جانتا ہون کہ وہ میرے دشمن اور میری جان لینے کے درپے ہین۔" ست الملک نے کہا "اور ایسی ہی دشمنی اُسے میرے ساتھ بھی ہے۔ اور اُس کا مزاج ایسا ہے کہ جس دن دل مین آگئی پھر کسی بات کا خیال نہ کرے گا اور بلا تامل ہم دونون کو قتل کرا ڈالے گا۔" ابن داؤس نے کہا "حضور بجا فرماتی ہین۔" اب موقع دیکھ کے ست الملک نے کہنا شروع کیا کہ "اس کمبخت کے ہاتھون سارے مسلمانون پر ظلم ہو رہے ہین۔ دین الگ خطرے مین ہے۔ عقائد اس نے بگاڑ ہی دیے۔ مسلمانون کی عزت و آبرو بھی اُس نے نہ چھوڑی۔ معزز اور پاکدامن بیبیون کو اُس نے بے حرمت کرایا۔ شریفون کے بچے اسکے ہاتھون بازار مین بکے۔ اور یہ حالت ہو رہی ہے کہ اس کے اندیشے سے کوئی شخص گھر مین چین سے نہین سو سکتا۔ پھر یہ دیکھو کہ ملک کا بچہ بچہ اس کی صورت سے بیزار ہو رہا ہے۔ اور ساری رعایا کے دلون مین بغاوت کا جوش پیدا ہوتا جاتا ہے اگر سب لوگ بگڑ کھڑے ہوے اور ہماری اس اسمٰعیلی خلافت کے تاج و تخت کو اُلٹ دیا تو پھر نہ مین بچون گی اور نہ تم بچوگے اور مصر مین قیامت برپا ہو جائے گی۔" ابن داؤس نے ست الملک کی یہ پُر اثر تقریر سُن کے کہا "آپ جو فرمائین مجھے اُس کی تعمیل مین عذر نہ ہوگا۔" ست الملک بولی "میرے نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ قبل اسکے کہ الحاکم کے دست ستم سے ہماری امامت کو صدمہ پہونچے

ہم اُسی کی زندگی کا چراغ گُل کردیں۔" ابن داؤس نے کہا "مجھے اس میں کوئی عذر نہیں - لہذا آپ اس کی جو تدبیر بتائیں کی جائے۔" ست الملک نے کہا "کل میرا بھائی الحاکم حسب معمول شہر سے نکل کے کوہستان کی طرف جائے گا اور عادت کے مطابق اُس کے ہمراہ کوئی نہ ہوگا۔ تم ایسے دو شخص وہاں مقرر کردو جو وہیں اُس کا کام تمام کردیں۔ اور پھر اُسے گھر آنا نہ نصیب ہو۔ ابن داؤس نے اس کا وعدہ کیا۔ جس سے خوب مطمئن ہو کے ست الملک نے وعدہ کیا کہ "اگر یہ کارروائی خوبی کے ساتھ انجام پا گئی تو میں تمھاری موجودہ جاگیر میں ایک لاکھ دینار سالانہ کی جاگیر اور بڑھا دوں گی۔ اور سلطنت کا سارا نظم و نسق تمھارے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ کیونکہ تمھارے سوا اور کوئی وزیر اعظم اور مدار المہام سلطنت نہیں ہو سکتا۔" ان وعدوں نے ابن داؤس کو اُس کے ارادے میں اور مضبوط کر دیا۔ جس کے بعد ست الملک اپنی محلسرا میں واپس گئی۔

الحاکم مقررہ اوقات میں تن تنہا پہاڑوں پر جایا کرتا تھا۔ چونکہ امامت اور مظہر ایزدی ہونے کا مدعی تھا اس لیے اُس کی غیبت میں وہی شان ہوا کرتی جو حضرت موسیٰ کے کوہ طور پر جانے اور خدا کے احکام لاتے کی تھی۔ اسی معمول کے مطابق ست الملک اور ابن داؤس کی سازش کے دوسرے دن ۲۷ شوال ۴۱۱ھ کو وہ محل سے نکل کے پہاڑوں پر گیا۔ پہاڑ کے قریب پہونچ کے ساتھ والوں کو وہیں چھوڑا اور ایک نوعمر لڑکے کو لیے ہوئے گھاٹیوں میں گھسا۔ ناگہان کوہستان کے سناٹے میں دو مسلح آدمی نمودار ہوئے جنھوں نے سامنے آتے ہی حملہ کرکے اُسے اور اُس کے ہمراہی لڑکے کو مار ڈالا۔ اور دونوں کی لاشیں غائب کردیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان دونوں سپاہیوں کو ابن داؤس نے ست الملک کی خواہش کے مطابق یہاں بٹھایا۔ اور اُسکے قتل پر مامور کیا تھا۔

الحاکم کے واپس آنے میں جب حد سے زیادہ دیر ہوئی تو اُسکے خیر خواہوں اور سرداروں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ پہاڑوں کے تمام پہلو اور ساری گھاٹیاں ڈھونڈھ ماریں مگر کہیں سراغ نہ لگا۔ ایک مقام پر حاکم کا گھوڑا اور اُس سے آگے بڑھ کے اُس کے کپڑے مل گئے۔ مگر اُن میں بھی خون کا کوئی دھبہ نہ تھا۔

لاشین کہین نہ ملین۔
آخر سب تھک کے اور عاجز آکے قاہرہ مین واپس آئے اور ست الملک کی ڈیوڑھی پہ جاکے عرض کرایا "امیر المومنین غائب ہین۔ ہم نے سارا کوہستان چھان مارا کہین پتہ نہین۔ اب آپ کیا حکم فرماتی ہین؟" ست الملک نے اُسکے پاس کہلا بھیجا کہ "میرے پاس اُن کی تحریر آئی ہے جس مین وہ فرماتے ہین کہ مین پرسون واپس آؤن گا"۔ امرا و ارکان اس جواب سے مطمئن ہو کے اپنے گھر دن کو گئے۔ اور ست الملک نے خزانے پر قبضہ کرکے بہت سا روپیہ ابن داؤس کے پاس بھیجا کہ سرداران فوج مین تقسیم کر دے۔ اس طریقے سے مسلسل سات دن تک وہ لوگون سے الحاکم کے ظہور کا وعدہ کرتی رہی۔ اب ساتوین دن ظہور حاکم کا انتظار تھا۔ ساری فوج قصر خلافت کے دروازے پہ صفین باندھے کھڑی تھی کہ امام زمانہ امیر المومنین الحاکم کے دیدار سے بہرہ یاب ہون۔ ست الملک نے الحاکم کے بیٹے ابو الحسن علی کو جو ابھی ایک سولہ سال کا خوبرو لڑکا تھا لباس شاہانہ پہنا کے باہر نکالا۔ وزیر سلطنت اُس کے آگے آگے تھا۔ جس نے تمام حاضرین دربار اور اہل فوج کی طرف خطاب کرکے کہا "اے غلامانِ دولت! ہماری ملکہ ست الملک فرماتی ہین کہ اب تمھارے آقا۔ امام۔ اور امیر المومنین یہی ہین"۔ یہ سنتے ہی ابن داؤس جو سب کے آگے تھا فوراً جھک کے زمین بوس ہوا اور ساتھ ہی وہ تمام امرا و سردارانِ فوج جنھین ابن داؤس کی معرفت روپیہ دیا گیا تھا زمین بوس ہو ہو کے آداب بجا لانے لگے۔ جب معززین کا ایک بڑا گروہ بے عذر زمین بوس ہو چکا تو باقی لوگون نے بھی اُنکی پیروی کی۔ اور کوئی نہ تھا جس نے ذرا بھی تامل کیا ہو۔ اب خوبرو شاہزادۂ علی نے شاہی گھوڑے پر سوار ہو کے شہر کا ایک چکر لگایا۔ اور کُل امرائے دولت ہمراہ رکاب اور اسکے جلو مین تھے۔ ظہر کے وقت وہ قصر خلافت مین واپس آکے گھوڑے سے اُترا اور کُل اہل دربار کو دوسرے دن حاضر ہونے کا حکم دیا۔ دوسرے دن علی الصباح تمام عمائد شہر اور جملہ اہل سیف و قلم دربار دولت پہ حاضر ہوئے تو وہی شاہزادۂ ابو الحسن علی پھر برآمد ہوا۔ آج کے دربار مین ست الملک نے اُسے "الظاہر لاعزاز دین اللہ" کے

کے لقب سے ملقب کر کے سریر خلافت پر بٹھایا اور سب نے بلا عذر اُس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ الغرض بغیر کسی قسم کا فساد اور جھگڑا ہوے الظاہر کی تخت نشینی کا معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ ساتھ ہی ست الملک نے ایک فرمان کے ذریعے سے الظاہر کی خلافت کا اعلان کیا اور اطراف و جوانب مین تمام والیانِ ملک اور سرداران بلاد کے نام اُس فرمان کی نقلین اس حکم کے ساتھ بھیجین کہ کُل رعایا سے الظاہر کی بیعت لین۔

اسکے بعد ست الملک نے ایک بڑا بھاری دربار کیا جس مین تمام معززین کو اُنکے درجون اور رتبون کے مطابق بٹھایا۔ سب کو خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔ عزت افزائیان کین۔ پھر انتظام مملکت کے متعلق نہایت ہی عمدہ احکام جاری کیے اور کُل امور کا ذمہ دار اور افسر اعلیٰ ابن داؤس کو قرار دیا۔ اور کمال مہربانی کے ساتھ اُس سے کہا "ہم سارا نظم و نسق تمھارے ہاتھ مین دیتے ہین۔ مگر کوئی دن مقرر کرو جس روز تم کو خلعت وزارت کے ساتھ ایک لاکھ سالانہ کی زائد جاگیر عطا کی جائے۔" ابن داؤس یہ سنتے ہی گر کے قدمبوس ہوا۔ اور ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "حضور جس روز حکم دین غلام حاضر ہو۔" ست الملک بولی "اچھا مین خود ہی کوئی دن مقرر کر کے تمھین بلوا لون گی۔" اب سارے قاہرہ مین مشہور ہو گیا کہ وزارت اور جملہ اختیارات ابن داؤس کو ملنے والے ہین۔

دو ہی چار روز بعد ست الملک کا چوبدار ابن داؤس کی طلبی مین اُس کے دروازے پر پہونچا۔ اور وہ خوش خوش قصر خلافت مین حاضر ہوا۔ پہونچتے ہی ایک اندرونی کمرے مین بلوا لیا گیا۔ جہان تمام سرداران فوج بھی دست بستہ کھڑے تھے۔ اب قصر کے تمام دروازے مقفل کر دیے گئے۔ اور یکا یک ست الملک کا ایک خاص ملازم شمشیر برہنہ ہاتھ مین لیے ہوے نمودار ہوا۔ جس نے آتے ہی ابن داؤس کی طرف مخاطب ہو کے نہایت ہی برافروختگی کے ساتھ کہا "تو ہی ہمارے امام الحاکم کا قاتل ہے۔" اور یہ کہہ کے ایک ہی وار مین اُس کا کام تمام کر دیا۔ یہ تدبیر کچھ ایسی خوبی کے ساتھ بن پڑی کہ کسی کو بھی مخالفت کی جرأت نہ ہوئی۔ اور سب ابن داؤس کے قتل کو خاموشی

سے دیکھ کے رہ گئے۔

اگرچہ ابن داؤس کے ساتھ نہایت ہی بے رحمی اور سخت بدعہدی کی گئی مگر ست الملک کے دل سے بغیر اُس کے قتل کیے اس کانٹے کی کھٹک نکل ہی نہ سکتی تھی کہ جس شخص نے لالچ و خود غرضی کے جوش میں اپنے ایک امام اور آقا کو بیوفائی کے ساتھ قتل کر ڈالا ممکن ہے کہ وہ ایسی ہی کسی سازش سے متاثر ہوکے دوسرے کو بھی قتل کر ڈالے۔ بہر تقدیر اس طریقے سے ابن داؤس کو قتل کرا کے ست الملک نے نابالغ خلیفہ کے نام سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اور نہایت ہی مستعدی و بیدار مغزی کے ساتھ فرماں روائی کرنے لگی۔ رعایا اُس سے پہلے ہی خوش تھی۔ اور اُس کی طرفداری میں لوگ الحاکم کے دشمن ہو رہے تھے۔ اب جو اُس نے عدالت گستری اور رعایا نوازی کے جوہر دکھانا شروع کیے تو ہر ادنیٰ و اعلیٰ اُس کا کلمہ پڑھنے اور اُس کا دم بھرنے لگا۔ وہ مظلوموں کی فریاد رسی کرتی۔ مقدمات کا بلا رو رعایت فیصلہ کرتی۔ اور اُس کے ساتھ ہی خوش تدبیری سے اپنا ایسا رعب بٹھا دیا تھا کہ تمام سرکش اور فتنہ انگیز لوگ اُس کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تامل نہ کرتے۔

الظاہر کی عمر سترہ سال کی تھی۔ عنفوان شباب کا زمانہ تھا۔ اور دلِ پُرجوش جذبات سے بھرا ہوا تھا مگر اُس نے کبھی کسی امر میں پھوپھی کے احکام سے سرتابی نہیں کی وہ ہر امر میں پھوپھی کے حکم پر چلتا۔ اور جانتا تھا کہ میری اور ہمارے ملک کی سلامتی اسی میں ہے کہ ست الملک کے انتظامات اور احکام میں دخل نہ دیا جائے۔ مگر افسوس اُسے ست الملک کی خوش تدبیری اور تمدنی قابلیت سے فائدہ اُٹھانے کا زیادہ موقع نہیں ملا اس لیے کہ اُسکی تخت نشینی کو چار ہی سال گذرے تھے کہ سنہ ۴۱۵ھ میں ست الملک نے سفر آخرت کیا اور الظاہر کو نظر آیا کہ میں اپنے باپ الحاکم کے مرنے پر یتیم نہیں ہوا تھا بلکہ اب یتیم ہوا ہوں۔ دراصل ست الملک کے مرنے کی تاریخ تمام اہل مصر کے لیے بڑے رنج و الم کا دن تھی۔ جبکہ بادشاہ اور خلیفہ ہی کو نہیں بلکہ رعایا میں سے ہر ایک کو یہی نظر آتا تھا کہ ہم آج یتیم ہو گئے۔

قدیم الایام کی ایک فلک زدہ شاہزادی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین جب سعدؓ بن وقاص نے آل ساسان کے زبردست لشکر کو شکست دے کے دولت عجم کو پامال کر ڈالا اور قادسیہ کی آبادی مین داخل ہوے تو حرقہ بنت نعمان بن منذر اُن سے ملنے اور اُنکے آگے سر نیاز جھکانے کے لیے حاضر ہوئی۔

ہم اپنے ناظرین کو مکرر وسہ کرر بتا چکے ہین کہ نعمان بن منذر کا خاندان حیرۂ و مغربی عراق کے عربی صوبے پر حاکم و متصرف تھا۔ دولت ساسانی پر اس خاندان کے پرانے حقوق تھے جن کے لحاظ سے خسروان فارس ان تاجداران حیرہ کے حال پر نہایت ہی مہربان تھے۔ اور انھین پورے پورے شاہی اقتدارات دے رکھے تھے۔ یہ شاہزادی اُسی خاندان کے پچھلے تاجدار نعمان بن منذر کی بیٹی تھی جس کی دوسری بہن ہمارے ناول ایام عرب کی ایک ہیروئن ہے۔

یہ شاہزادی اپنی دو سہیلیون کے ساتھ سعد بن ابی وقاص کے سامنے آکے کھڑی ہوگئی۔ چونکہ تینون کا لباس، اُنکی وضعین، صورتین، عمرین اور چال ڈھال ایک ہی ڈھنگ کی تھی سعد نے نہین پہچانا اور پوچھا "تم مین سے کون نعمان کی بیٹی ہے؟" حرقہ نے آگے بڑھ کے کہا "مین ہون" سعد نے تعجب کے لہجے مین کہا "تم ہی نعمان کی بیٹی ہو؟" جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ سعد اُس کی معمولی حالت اور اُس کے خود ہی حاضر ہو جانے پر متعجب ہوے۔ بولی "جی ہان مین ہی ہون۔ دنیا کسی حالت پر قرار نہین لیتی جلد جلد پلٹتی رہتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے فرزندون کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے۔ کبھی وہ کسی حال مین ہوتے ہین اور کبھی کسی حال مین۔ ہم اس شہر کے مالک اور بادشاہ تھے۔ ہم ہی فرمانروا تھے اور ہمارے ہی خزانے مین یہان کے محاصل جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب ہماری حالت بگڑ گئی۔ زمانہ دشمنی پر آمادہ ہوگیا۔ ہمارے سلطنت جو ہمارے ہاتھ مین تھا ٹوٹ گیا۔ اور ہماری جماعت منتشر ہوگئی۔ مگر زمانے کا یہی رنگ ہے جو شریفون کو بگاڑتا اور صاحبان عزت کو پیستا ہے۔"

اُسکے یہ الفاظ سن کے سعدؓ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ فرمایا "اچھا کچھ اپنی گذشتہ

حالت سناؤ۔" بولی "مختصر کہوں یا تفصیل سے بیان کروں؟" فرمایا "مختصر کہو" کہنے لگی "سنیئے۔ یا تو کل ہماری یہ حالت تھی کہ اہل عرب میں سے کوئی متنفس نہ تھا جو ہمارے دربار میں باریاب ہونے کا آرزومند نہ ہو اور ہمارے نام سے کانپتا نہ ہو۔ یا آج ہماری یہ حالت ہے کہ عربوں میں سے کوئی نہیں ہے جس کے دربار میں پہونچنے کی ہمیں تمنا نہ ہو اور جس کے نام سے ہم ڈرتے اور کانپتے نہ ہوں۔" یہ کہہ کے اُس نے یہ دو شعر پڑھے۔

فبینا نسوس الناس والامر امرنا اذا نحن فیھم سوقۃ نتنصف

(اس حالت میں کہ لوگوں پر ہم سرداری کر رہے تھے اور ہمارا ہی حکم تھا یکایک کیا دیکھتے ہیں کہ ہم بازاری لوگ ہیں اور دوسروں کے سامنے فریاد کر رہے ہیں)

فاف لدنیا لا یدوم نعیمھا تقلب تارات بنا وتصرف

(لہذا افسوس ہے دنیا کی حالت پر جس کی نعمتیں باقی نہیں رہتیں۔ کبھی وہ ہمارے موافق ہوتی ہے اور کبھی پلٹ جاتی ہے)

سعد بن ابی وقاص کو اس کی باتیں اچھی معلوم ہوئیں۔ اُس کی بہت تعظیم و تکریم کی اور جب وہ واپس جانے لگی تو فرمایا "اگر تمھارا کوئی کام ہو یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو۔" بولی "مجھے کوئی اُجاڑ اور بے چراغ بستی عنایت فرمایئے۔ تاکہ اُسے آباد کروں اور فائدہ اُٹھاؤں۔" سعد نے فوراً اپنے عاملوں کو حکم دیا کہ کوئی ایسا موضع ڈھونڈو کہ جو اُجاڑ ہو گیا ہو۔ مگر باوجود جستجو کے کوئی ایسا موضع نہ ملا۔ تب سعد نے حرقہ کو بلوا کے فرمایا "کوئی غیر آباد بستی تو نہیں ملتی۔ آپ کوئی آباد گاؤں قبول کیجیے۔" یہ سنتے ہی ستم زدہ شاہزادی نے کہا "الحمد للہ کہ خدا نے میرے آبا و اجداد کو عدالت گستری کی توفیق دی۔ اُنھوں نے اپنے انصاف سے دُنیا کو آباد کیا۔ اور ویسا ہی آباد دوسروں کے حوالے کر گئے۔ لہذا اے امیر آپ بھی کوشش کیجیے کہ جب دوسرے کے حوالے کرنا پڑے تو اُسے ایسا ہی آباد اور بارونق دیں جیسا کہ آپ نے پایا ہے۔ اس طرز عمل سے آپ خدا کی رحمت کے مستحق ہوں گے اور خلقت آپ کی ثنا خواں ہوگی۔ خبردار ایسا نہ ہو کہ آپ کے ہاتھوں سے یہ آبادی اُجڑ جائے۔ اور آپ آتش دوزخ کے سزاوار ہوں۔ رہی میں۔ تو میں آج کے دن نہ مسرت کی تمنا رکھتی ہوں اور نہ دنیا کی نزہت و شادابی کو ان آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔

یہ کہہ کے اس تارک الدنیا اور قناعت شعار شاہزادی نے سعدؓ کے حق میں ان الفاظ میں دعا کی" اللہ جل شانہٗ آپ کی کوئی حاجت کسی ذلیل و فرومایہ شخص کے ہاتھ میں نہ ڈالے۔ اور جو لوگ ہیں اُن کی حاجتیں ہمیشہ آپ کے ہاتھ سے پوری ہوتی رہیں۔ اور جب کبھی خدائے تعالیٰ شریف لوگوں کو بے دولت کرے تو آپ کو ہمیشہ اُن کی حاجت روائی کا ذریعہ بنائے۔" یہ کہہ کے شاہزادی تو چلی گئی مگر سعد بن ابی وقاص کو اُس کے یہ کلمات اس قدر پسند آئے تھے کہ ابو ثور سے جو پاس بیٹھے ہوے تھے کہا "اسکے ان الفاظ کو یاد کر لینا۔ تمھیں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے دوہرانا ہوں گے۔" چنانچہ ابو ثور کہتے ہیں کہ جب میں نے مدینۂ طیبہ میں حاضر ہو کے یہ واقعہ اُنکی خدمت میں عرض کیا تو انھوں نے متأثر ہو کے فرمایا "سچ کہتی ہے۔ دنیا میں کوئی قوم نہیں ہے جسے زمانہ ایک مدت تک عیش و راحت کا موقع نہ دیتا ہو۔"

اُمِّ جعفر

یہ محترم خاتون عبداللہ بن عرفطہ کی بیٹی تھی۔ مدینۂ طیبہ کے شریف اور معزز و مستند خاندانوں میں سے تھی۔ اور بے نظیر حسن و جمال کے ساتھ دانائی و فراست اور قابلیت و عفت میں بھی مشہور تھی۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ اور تابعین کا دور تھا۔ جب شعرائے عرب کا معمول تھا کہ ہمارے شاعروں کی طرح عام حسن کے دلدادہ یا کسی غیر معین معشوق کے شیدا نہیں ہوا کرتے تھے۔ بلکہ اُن کا معمول تھا کہ کسی خاص حسینہ کو اپنی عاشقی اور خیال آرائی کے لیے منتخب کرتے اور مجنونانہ شعر خوانی کرتے پھرتے۔ سچ یہ ہے کہ شریف زادیوں کے لیے یہ زمانہ نہایت ہی خطرناک تھا۔ اور پھر اسکے ساتھ عربوں کا یہ اصول معاشرت کہ جس عورت کے ساتھ کسی کو شادی سے پہلے عشق ہو جائے اُس کے ساتھ نکاح کرنا نہایت ہی معیوب اور موجب بدنامی و رسوائی خیال کیا جاتا۔

غرض دنیا نازک زمانہ تھا کہ امرا و شرفائے عرب کی محفلوں میں اُمِّ جعفر کے حسن و جمال اور اُس کی نازنینی و دلبری کی شہرت ہوئی۔ اور جن لوگوں کو کبھی

اُسکے رُخِ زیبا کی زیارت نہین نصیب ہوئی تھی مصداق ع "بسا کین دولت ازگفتار خیزد" اُس کی نزاکت و رعنائی کی یاد مین سر دُھننے لگے - نتیجہ یہ ہوا کہ اُس عہد کا مشہور شاعر احوص اُم جعفر کا عاشق دلدادہ بن گیا - اپنے اشعار مین علانیہ اُس کا نام لیتا - ایک ایک کے سامنے اُس کے رُخِ زیبا کو یاد کر کے روتا - اور اپنے کلام مین بے تکلف ظاہر کرتا کہ مین اکثر جا کے اُم جعفر سے ملتا ہون - اور اُس سے یون راز و نیاز کی باتین ہوتی ہین - فلان مقام پر اُس نے مجھ سے یہ کہا اور مین نے اُسے یہ جواب دیا - اور فلان مقام پر مجھے اُس کی یہ دلربائی کی ادا نظر آئی اور مین یون کلیجہ تھام کے رہ گیا - جب یہ اشعار مشہور ہوے اور احوص کے کلام کی عام مقبولیت کے باعث تمام لوگون کی زبانون پر اُم جعفر کا نام جاری ہو گیا تو اُس پاکدامن خاتون کو کل شرفا و معززین بدگمانی کی نظر سے دیکھنے لگے - یہان تک کہ اُم جعفر کے عزیز و قریب خاندان کی عصمت و ناموس پر حرف آتے دیکھ خیال سے پریشان اور شرمندہ ہونے لگے - اور سب نے ام جعفر کو ڈانٹنا اور سخت و سست کہنا شروع کیا - غریب معصومہ نے قسم کھائی کہ مین نے تو کبھی اس ظالم احوص کی صورت بھی نہین دیکھی - جانتی ہی نہین وہ کون اور کیسا ہے - اور مین تو جانتی ہون کہ اُس نے بھی مجھے کبھی نہین دیکھا ہے - یہ فقط اُس کی شرارت و بیحیائی ہے جو مجھے مفت اور بے وجہ بدنام کر رہا ہے" ادھر اُم جعفر اپنی پاکدامنی و عفت کی قسمین کھا رہی تھی اور اُدھر احوص عام مجمعون مین غل مچاتا پھرتا تھا کہ اُم جعفر کی نگاہِ ناز یون میرے کلیجے مین اُتر گئی - اور یون فلان مقام پر وہ اپنے تمام عزیزون سے چھپ کے مجھے ملی اور مجھے دیوانہ بنا کے چلی گئی -

آخر اُم جعفر کے بھائی ایمن کو غصہ آ گیا - اور طیش مین آ کے احوص کے پاس کہلا بھیجا کہ "اپنی ان حرکتون سے باز آؤ ورنہ بُرا ہو گا - تم ایک شریف زادی کو مفت بدنام کر رہے ہو - جس سے اُسکے دامنِ عفت پر دھبہ لگا جاتا ہے - اگر پھر کبھی تم نے اس بارے مین کوئی کلمہ منہ سے نکالا تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا" مگر احوص اپنی حرکتون سے باز نہ آیا - اور ایمن قطعی طور پر آمادہ ہو گیا کہ کسی دن اُس سے دو دو ہاتھ ہو جائین - جب یہ خبر مشہور ہوئی تو حاکم مدینہ نے اس اندیشے سے

کہ ان دونوں کی عداوت سے کہیں امنِ عامہ میں خلل نہ پڑ جائے، دونوں کو پکڑ بلایا۔ پھر دونوں کے پاؤں ایک رسی میں بندھوا کے کوڑے دونوں کے ہاتھوں میں دیے اور کہا "اب دونوں لڑو دیکھوں کون زیادہ مار کھاتا ہے"۔ اس لیے کہ رسی میں بندھے ہونے کی وجہ سے کوئی بھاگ تو سکتا نہ تھا۔ کمزور اور مغلوب سوا اس کے کہ کھڑے کھڑے مار کھائے اور کچھ نہ کر سکے گا۔

اب دونوں زور و شور سے کوڑے بازی کر رہے تھے۔ مگر امین کے دل میں شریفانہ غیرت و حمیت کا سچا جوش تھا۔ اور احوص میں علاوہ اس کے کہ شعرا اکثر بزدل ہوتے ہیں۔ کذب و افترا کی کمزوری تھی۔ چند ہی کوڑے کھائے تھے کہ کمال بدحواسی کے ساتھ جان چھڑانے کے لیے رسیاں تڑانے لگا۔ اور آخر اپنے آپ کو چھڑا کے نوکدم بھاگا۔ امین پیچھے دوڑا اور دور تک کوڑے مارتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ احوص کسی گلی میں بھاگ کے غائب ہو گیا۔

اس طریقے سے امین نے بخوبی سزا دے لی۔ اور بہت کچھ دل کی بھڑاس بھی نکل گئی۔ مگر جو اصلی مقصد تھا نہیں حاصل ہوا۔ اس لیے کہ احوص باوجود بھاگے پھرنے کے اب بھی اُسی قسم کے اشعار کہتا۔ اور ام جعفر کو اور زیادہ بدنام کرتا پھرتا۔ اب امین کے خیال میں سوا اس کے کوئی تدبیر نہ تھی کہ احوص کو جو چھپا پھرتا تھا کہیں ڈھونڈھ نکالے اور جہاں ملے بے تامل قتل کروا دے۔

اسی اثنا میں ایک دن احوص اپنے احباب کے ایک بڑے مجمع میں بیٹھا ہوا غزل خوانی کر رہا تھا۔ اور لوگ اُس کی نازک خیالیوں کی داد دے رہے تھے۔ انھیں اشعار میں اُس نے اپنے وہ اشعار بھی سنائے جو ام جعفر کے حسن کی تعریف میں تھے اور جن میں اُس سے ملنے اور وصل کا وعدہ لینے کا تذکرہ تھا۔ ناگہاں ایک برقع پوش عورت آئی اور خوشامد کے لہجے میں احوص سے کہنے لگی "آپ نے مجھ سے وہ بکری لی تھی مگر اُس کے دام آج تک نہیں دیے۔ اب میں نہایت پریشان و تنگدست ہوں لہذا اُس کے دام دے دیجیے۔" احوص نے کہا "میں نے کبھی تم سے کوئی بکری نہیں لی۔" عورت بولی "مجھے مفلس و نادار بے کس و بے بس دیکھ کے تم نے انکار کر دیا۔ مگر میں بے لیے نہ رہوں گی۔" یہ کہہ کے اُس نے ایک کاغذ نکال کے اہلِ صحبت کے ہاتھ

مین دیا اور رو رو کے کہنے لگی "دیکھیے اس کاغذ پر انھون نے مجھے لکھ بھی دیا تھا اور آج کس طرح صفائی کے ساتھ مکرے جاتے ہین؟ زمانے کا یہی حال ہے تو کوئی کیونکر جیے گا؟ لوگون نے وہ کاغذ احوص کو دیا۔ جسے دیکھ کے اُس نے کہا "یہ میرے ہاتھ کا لکھا ہی نہین ہے۔ یہ کوئی مکار اور جعلساز عورت ہے جو خواہ مخواہ مجھسے کچھ روپیہ لے مرنا چاہتی ہے۔" اس کا جواب سُن کے عورت نے رونا پیٹنا اور آہ و واویلا کرنا شروع کیا۔ اور آنسو بہا بہا کے کہنے لگی "لوگو خدا کے لیے تمھین میری مدد کرو۔ مین فاقون مر رہی ہون۔ مفلسی نے نان شبینہ تک کو محتاج کر دیا ہے۔ بڑا سہارا ان روپیون کا تھا جو اس ظالم کے ذمے ہین۔ افسوس یہ بھی مُکر گیا۔ ہاے مین تو مرجاؤن گی۔" عورت کچھ ایسی پھوٹ پھوٹ کے روئی کہ حاضرین کو اُس کی حالت پر ترس آگیا اور سب نے احوص سے کہا "تم کو ایسی بے رحمی نہ کرنی چاہیے۔ اسکا جو کچھ باقی ہو اسی وقت دے دو۔" احوص نے کہا "آپ کیا کہہ رہے ہین؟ مین خدا کی قسم اس سے واقف ہی نہین ہون۔ جانتا بھی نہین کہ کون ہے اور کہان رہتی ہے۔"

یہ سُن کے عورت بولی "اچھا ظالم رہ۔ تو نے میرے روپیون سے انکار کیا۔ اپنی تحریر سے انکار کیا۔ کیا اب میری صورت سے بھی انکار کر جائے گا؟ مگر مین بے جھوٹے کو گھر تک پہونچائے نہ رہون گی۔ اور اپنا روپیہ لے کے جاؤن گی۔" یہ کہتے ہی عورت نے چہرے سے نقاب جو اُلٹی تو معلوم ہوا کہ ابر مین سے چودھوین رات کا چاند نکل آیا۔ حاضرین کی آنکھین چکاچوند ہو گئین۔ اور سب بھوچکا رہ گئے۔ اپنا عالم آشوب چہرہ دکھا کے عورت نے کہا "اب تو پہچانا؟ اب بھی انکار کی جرأت کرے گا؟" احوص نے کہا "یہ صورتِ زیبا بھی آج ہی دیکھی ہے۔" سنتے ہی عورت نے اس طرح غل مچا کے رونا پیٹنا شروع کیا کہ بہت سے راہگیر کھڑے ہو گئے۔ اور سیکڑون آدمیون کا مجمع ہو گیا۔ جن کے سامنے احوص انکار کیے جاتا تھا کہ مین نے اس نازنین کو کبھی نہین دیکھا۔ عورت نے کہا "اچھا یون ہی سہی۔ تو قرآن اُٹھا لے کہ آج سے پہلے کبھی تو نے میری صورت نہین دیکھی ہے۔ تیرے بیان کو صبر کر کے مین اپنا روپیہ چھوڑ دون گی۔" احوص بولا "مجھے منظور ہے۔" اور قرآن ہاتھ مین لے کے کہا کہ "مین نے کبھی اس عورت کی صورت نہین دیکھی ہے۔" احوص نے حلف اُٹھائی ہی تھی

کہ عورت نے نہایت ہی جوش و طیش کے ساتھ بڑھ کے احوص کے منہ پر تھوک دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے ماہ وش چہرے کو نقاب میں چھپا کے بولی "لوگو۔ تم سب کے سامنے یہ حلف اُٹھا چکا ہے کہ اس نے آج سے پہلے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سنو میں اُم جعفر بنت عبداللہ ہوں! جس کے عشق کا یہ دم بھرتا ہے۔ اور اپنے اشعار کے ذریعے سے کہتا پھرتا ہے کہ میں اس سے فلاں مقام پر ملی۔ اور اس اس طرح اس سے ملنے کے وعدے کیے! یہ سچ ہے کہ اس نے مجھ سے کوئی بھیڑ یا بکری نہیں خریدی اور نہ اس کے ذمے میرا کچھ باقی ہے۔ مگر اس کے انکار اور حلف اُٹھانے سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ کتنا بڑا بیجا اور جھوٹا ہے۔ شریف زادیوں کو مفت بدنام کرتا ہے۔ اور اپنے کذب و افترا پر نادم ہونے کے عوض اور زیادہ اکڑتا اور فخر کرتا ہے۔ بھائی اخین کے ہاتھ سے سزا پانے پر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ مگر میں نے آج ایسی سزا دی ہے کہ غیرت دار ہے تو پھر کبھی میرا نام زبان پر نہ لائے گا۔ اور آپ سب صاحبوں کو چاہیے کہ ایسے بدمعاش اور جھوٹے کو ایک گھڑی بھر کے لیے بھی اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں۔" یہ کہہ کے اُم جعفر سب لوگوں کو اس حال میں چھوڑ کے چلی گئی کہ ہر شخص دم بخود تھا۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلتا تھا۔ اور احوص کی یہ حالت تھی کہ سر جو جھکایا تو کسی طرح اوپر اُٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اور کسی سے چار آنکھیں کرنے کے قابل نہ تھا۔

غرض اس واقعے نے احوص کی زبان ہمیشہ کے لیے بند کر دی۔ اُم جعفر کا خوبصورت چہرہ جیسا روشن۔ صاف۔ اور اُجلا تھا ویسا ہی اُسکا دامن عصمت و عفت بھی قیامت تک کے لیے بے داغ اور پاک و صاف ہو گیا۔ اور احوص ابدالآباد کے لیے ایسا بدنام اور ذلیل ہوا کہ پھر کبھی کسی پارسا خاتون کی آبرو پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اور اس قابل ہی نہیں رہا تھا کہ اخین کا ایسا شریف جوانمرد عرب اپنی تلوار کو اُسکے خون سے ذلیل و ناپاک کرتا۔

قیصرہ تھیوڈورا

جناب سرور کائنات صلعم کی ولادت قسطنطنیہ کی مشرقی سلطنت روم کے تاجدار

جسٹن دوم کے عہد میں پیدا ہوئی ہے جو ۵۷۴ء یعنی ولادت محمدی کے چوتھے برس تک قسطنطنیہ کے تخت پر حکومت کرتا رہا تھا۔ اس سے پہلے اُس کا چچا جسٹینین قسطنطنیہ کے تاج و تخت کا مالک تھا از ۵۲۷ء سے ۵۶۵ء یعنی ۳۸ سال تک یورپ کی مشرقی دنیا کے سیاہ و سفید کا وہی مالک تھا۔ جسٹینین کے زمانے اور اُس کے حالات پر غور کرو تو عجب متضاد واقعات نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ وہ عقلمند تھا۔ اچھا تھا۔ بڑا زبردست تھا۔ نئے قوانین جاری کیے۔ بہت سے ملک فتح کیے۔ قسطنطنیہ کی جامع آیا صوفیہ کو جو اہل روم کی علم کی دیوی کا مندر تھا از سر نو تعمیر کرا کے عیسائیوں کا گرجا قرار دیا۔ پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اُسکے زمانے میں بڑے مظالم ہوے۔ اُس کا عہد فتنوں اور ہنگاموں سے بھرا ہوا تھا۔ اور اُسے اپنے ملک کے اندرونی جھگڑوں اور تعصبات کی بدولت کبھی ایک گھڑی کو بھی اطمینان سے بیٹھنا نہیں نصیب ہوا۔ اور ان سب باتوں سے بڑھی ہوئی یہ بات تھی کہ اُس کی بیوی تھیوڈورا تھی جو ایک عجیب و غریب عورت تھی۔ جس کے مذاق و اطوار کی دورنگی بابل کی قدیم ملکہ سمیرامیس کی زندگی سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اُسکے حالات ناظرین دلگداز کے لیے بہت ہی دلچسپ ثابت ہوں گے۔

اُن دنوں قسطنطنیہ کے فرمان رواؤں اور امیروں کو قدیم یونانیوں اور رومیوں کی طرح تھیٹروں اور سرکسوں کا بڑا شوق تھا۔ سرکسوں میں وحشی درندے عام ناظرین کے سامنے لاکے باہم لڑائے اور بدنصیب مجرموں اور قیدیوں پر چھوڑے جاتے تھے۔ جس ضرورت سے اکثر شیروں۔ ریچھوں۔ چیتوں اور تیندووں کی ایک بڑی بھاری تعداد موجود رہا کرتی تھی۔ انسطاسیوس قیصر کے زمانے میں قسطنطنیہ میں ان وحشی درندوں کا داروغہ اکاکیوس نام ایک شخص تھا جو ہمارے ذات بابرکات کاول پاشا کا ہم وطن یعنی جزیرۂ قبرص (سائپرس) کا رہنے والا تھا۔ یہ شخص سارے قسطنطنیہ اور اُسکی قلمرو میں "ریچھ والا" کہلاتا تھا۔ جو بلحاظ صورت و سیرت کے لحاظ سے کاول پاشا پر بھی پوری طرح صادق آسکتی ہے۔ اکاکیوس کے ریچھ والا کہلانے کی وجہ شاید یہ ہو کہ وہ ریچھوں کو زیادہ پالتا اور انھیں بڑی کامیابی کے ساتھ سدھاتا تھا۔ یہ خدمت معزز ہو یا نہ ہو۔ مگر اس میں شک نہیں کہ کل امرا میں وحشی

جانوروں کا تماشا دیکھنے کا شوق ہونے کی وجہ سے رؤسا کے ایک بڑے حلقے پر اُس کا اثر تھا۔ اقاقیوس جب مرا تو اُس نے تین کافر ماجرا بیٹیاں چھوڑیں۔ بڑی تو میٹو منجھلی تھیوڈورا۔ اور چھوٹی انسطاسیہ۔ باپ کے مرنے کے وقت اِن میں سے بڑی بھی سات سال سے زیادہ کی نہ تھی۔ بیوہ ماں نے اپنے شوہر کی دارو غگی وعہدہ حاصل کرنے کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ ایک ایک کے پاس جا کے روئی۔ اور جب دیکھا کہ اس خدمت کے سرانجام دینے کے لیے کسی مرد کی شدید ضرورت ہے تو جھٹ پٹ نکاح کرکے اپنے نئے شوہر کا نام بھی دربار میں پیش کر دیا۔ مگر سماعت نہ ہونا تھی نہ ہوئی۔

اب اُس نے اپنی تینوں کمسن نادان اور بھولی بھالی بچیوں کو فریادیوں کے کپڑے پہنا کے تھیئٹر میں بھیجا۔ اُن دنوں رومی رؤسا و امرا دو گروہوں میں بٹے ہوے تھے۔ سبز بانے والے۔ اور نیلے بانے والے (جن کے مفصل حالات ہم دلگداز کے کسی آیندہ نمبر میں لکھیں گے) ان دونوں گروہوں میں باہم سخت رقابت تھی۔ اور ہمیشہ ٹھنتی رہا کرتی تھی۔ یہ خوبصورت ننھی ننھی فریادنیں اُن کے سامنے گئیں تو سبز بانے والوں نے اُن کی تحقیر و تضحیک کی اور نیلے بانے والوں کو اُن پر ترس آیا۔ مگر ماں کا مطلب اب بھی نہ حاصل ہوا۔

ان حسین لڑکیوں میں سے منجھلی تھیوڈورا سب میں زیادہ حسین و نازنین اور سب سے بڑھ کے ذہین و ہوشیار تھی۔ نیلے بانے والوں کا یہ سلوک اُس کے دل پر نقش ہوگیا۔ اور جب موقع ملا تو اپنا بدلا لینے میں اُس نے کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی پر یہ جال تھیوڈورا اُن دنوں اگرچہ ایک بیکس و بے یار یتیمہ تھی اور قسطنطنیہ کے لوگوں نے اُس کی پامالی میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی تھی مگر تقدیر برسر یاری تھی۔ اور خود قدرت نے عجب عالمگیر قوت کے ساتھ اُسے پالا۔ نشو و نما دیا۔ اور حسن و جمال کو چمکانا شروع کیا۔ اُس کے اُٹھتے ہوے شباب اور اُسکی کافر ماجرائی کی اداؤں کو دیکھ دیکھ کے سارے زمانے کی زبان پر تھا کہ اب تو فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہوگی۔"

یہ تینوں لڑکیاں جب جوان ہوئیں تو اپنی بے بسی و بیکسی سے اور نیز اس وجہ

سے کہ کوئی مربی سر پہ نہ تھا اہل قسطنطنیہ کی جلوت و خلوت کی دلچسپیوں اور عشرت پرستیوں کا مشغلہ بن گئیں۔ اندرونی زندگی میں اُن کو شوقین روسائے شہر نے بے آبرو کیا۔ اور اُن کی ظاہری زندگی یہ تھی کہ خوبصورت ایکٹرسوں کی طرح اسٹیج پر آکے اپنے ناز و کرشمے سے ناظرین کی دلربائی کرتیں۔ پہلے بڑی بہن کومیٹو اسٹیج پر آئی۔ اور اُس کے بعد جب تھیوڈورا بھی اسٹیج پر آکے نمودار ہوئی تو اُس کے حسن و جمال نے اُسوقت کے قسطنطنیہ میں ہلچل سی ڈالدی۔ جب وہ ایک نوعمر خوبصورت غلام کے بھیس میں ایک تپائی پر سر رکھے اسٹیج پر آتی تو ہزاروں تماشائی دل مسوس کے رہ جاتے۔ اور جو وہ آزادی و بیباکی سے اپنی دلفریب ادائیں دکھاتی لوگوں کے دل ہاتھ سے نکلتے جاتے۔ وہ نہ کبھی ناچی نہ گائی۔ نہ اُس نے بانسری بجائی۔ صرف اپنے ناز و انداز کے کرتب دکھائے۔ اور اپنے پیدائشی حسن کے کرشموں سے دنیا کو جیتنا شروع کیا۔ اکثر مذاق کے کھیلوں میں وہ یکبیک کچھ ایسی دلربائی کی ادا سے منہ تھوتھا لیتی۔ اور ایسے مضحکہ خیز لہجے اور آواز میں شکوہ کرتی اور بگڑ بگڑ کے ڈھیلے ہاتھوں سے مارنے لگتی کہ دیکھنے والے آپے سے باہر ہو جاتے اور ہزارہا خلقت سے تحسین اور تعریف کے نعرے بلند ہوتے۔ اُسکے دلفریب حسن پر اُس کی یہ شوخ ادائیں اور چلبلے پن کی حرکتیں ایسا زیب دیتی تھیں کہ جو تھا اُس کا فریفتہ تھا۔ اُسکے خط و خال نہایت ہی لطیف و نازک تھے۔ اور مصوروں اور شاعروں کا خیال حسن کی جو اعلیٰ سے اعلیٰ تصویر کھینچ سکے تھیوڈورا کا پیارا چہرہ اُس پر غالب ہی آجاتا۔ رنگت کسی قدر زرد اور گندمی تھی۔ اور اُس میں ایسی فطرتی دلکشی تھی کہ اُس کے خوبصورت چہرے کو دلوں کا مقناطیس کہیے تو بیجا نہ ہوگا۔ شوخ آنکھیں چلبلے پن کے ساتھ ہر وقت چلتی ہی رہتیں اور اُس کی ہر حرکت اور اُس کے ہر انداز میں اپنا تھوڑا سا جادو اس طرح شریک کر دیا کرتیں کہ کوئی دل نہ تھا جس پر اُسکا جادو چل نہ جاتا۔ اُسکی بات بات میں نزاکت تھی اور ہر ہر ادا میں لگاوٹ۔ غرض ایک فتنہ تھا کہ اُس کے سامنے سارے فتنے دب گئے۔

مگر افسوس تو یہ ہے کہ ایسے اعلیٰ درجے کے حسن کی سخت بے وقعتی ہو رہی تھی

اس لیے کہ یہ آفتاب حسن عوام کی نظروں کے سامنے تھا۔ ہر شخص کے شہوت پرستی کے جذبات اُسے نہایت ہی آسانی و سہولت سے حاصل کر سکتے تھے۔ اور ایسا بے مثال جمال تمام زناکار لوگون کے لیے عام اس سے کہ خاص شہری ہون یا آفاقی اور چاہے کسی طبقے اور درجے کے ہون اور کوئی پیشہ و حرفہ کرتے ہون بے عذر موجود تھا۔ عشاق کے ہجوم اور حسن پرستون کی مزاحمت نے اکثر یہ رنگ بھی دکھایا کہ ایک عاشق اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتا ہوا اُسکے بستر عیش پر پہونچا مگر اُسی رات کو کسی دوسرے زبردست اور دولتمند عاشق نے اُسے ڈھکیل کے تھیوڈورا کے بستر عیش پر اپنا قبضہ جما لیا۔ آخر یہان تک نوبت پہونچی کہ جب وہ سڑکون پر گذرتی تو جو لوگ بد تہذیبی و بیحیائی سے بھاگتے" یا جو ایسی ہرجائی نازنین کے عاشق و فریفتہ ہو جانے سے ڈرتے منہ چھپا کے یا راستے سے کترا کے نکل جاتے۔ اسی قدر نہین۔ مورخین ڈرایا جاتے ہین کہ تھیوڈورا کی بے شرمی آخر اس درجے کو پہونچ گئی تھی کہ بارہا پبلک اسٹیج پر برہنہ آ کے اُس نے اپنے ہنر اور اپنے ناز و انداز دکھائے عیش پرستی کے فنون لطیفہ مین تھکنے کے بعد وہ فطرت کے اس بخل کی شکایت کرتی کہ انسان کو اُس نے عیش کے برداشت کرنے کی بھی کس قدر کم طاقت دی ہے۔ شایستگی کی زبان اس قسم کے واقعات کو ہمیشہ پردے مین رکھا کرتی ہے مگر تھیوڈورا کی بے اعتدالیان اس درجے کو پہونچ گئی تھین اور اُس کے شہوت رانی کے جذبات اور اُسکے عیاشانہ ہنر اس قدر اعتدال سے باہر تھے کہ کسی پردے مین چھپ نہین سکتے بہر حال قسطنطنیہ کے معزز طبقے والون اور عام دولتمندون مین سے شاذ و نادر ہی کوئی باقی رہا ہوگا جس نے تھیوڈورا کے حسن و جمال کے مزے نہ لوٹے ہون۔

تھوڑے زمانے تک حسن پرستان قسطنطنیہ کی دیوی اور بے شرمی کی ملکہ بنی رہنے کے بعد وہ ایبولوس نام ایک معزز شخص کے گھر بیٹھ گئی۔ اور ایبولوس مصر اور افریقہ کا گورنر مقرر ہو کے اپنے علاقے کو گیا تو اُس کے ساتھ وہ بھی روانہ ہوئی۔ مگر قیاس یہ تھی کہ باوجود اس کے کہ ایبولوس اُس کی پرستش کرتا تھا اور اُس کی حکومت و دولت کا زیادہ حصہ اُسی کی نازبرداری مین صرف ہو جاتا تھا مگر وہ اپنی اندرونی عشقبازیون سے باز نہ آتی۔ ظاہر مین ایبولوس کی پابند تھی اور باطن مین دیکھیے تو اندر ہی اندر

بہتون سے تعلقات تھے۔ جسے اِسکی عادت پڑگئی ہو کہ سیکڑون سے آنکھین لڑائے۔ اور بیسیون کا آغوش شوق گرم کرے اُس سے ایک کا ہو کے رہنا بہت دشوار تھا آخر ایبولوس نے تنگ آکے ایسی فضول خرچ اور بے عصمت معشوقہ کو نکال باہر کیا۔

اب تھیوڈورا بے یار و مددگار بے انیس و ہمدم اسکندریہ کی سڑکون پر افلاس و فلاکت زدگی کی حالت مین ماری ماری پھرتی تھی۔ مگر اُس کے بےمثل و نظیر حُسن سے بڑا امدادگار کون ہو سکتا تھا؟ اُسی کے کرشمون سے انسانون کا شکار کھیلتی اور قدم قدم پر خلقت کو اپنا اسیر گیسو بناتی ہوئی خشکی کی راہ سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئی۔ ارض شام سے ایشیاے کوچک کے آخر تک ہر مقام مین اُس کا گذر ہوا۔ اور ہر شہر نے اس حسین و پرچالاک قبرسیہ کے حُسن کے مزے لوٹے۔ جہان گئی لوگ اُس کے غیر معمولی حُسن کی وجہ سے اُسے کوئی انسان سے مافوق مخلوق اور دیوی خیال کرنے لگے۔ یونانیون کے حسن کی دیوی وینس (زہرہ) بھی جزیرۂ قبرس ہی مین پیدا ہوئی تھی۔ لہذا عام خیال تھا کہ یہ نئی مہ جبین اگر وینس کا کوئی نیا روپ نہین تو اس کی نسل سے ضرور ہے۔

تھیوڈورا اس بات کو بخوبی سمجھی ہوئی تھی اور روز بروز سمجھتی جاتی تھی کہ دُنیا مین فتحمند و کامیاب ہونے کے لیے خدا نے مجھے جو سلاح دیا ہے وہ میرا عالمگیر حسن ہے لہذا اُس کی حفاظت اور اُسکے اُبھارنے اور چمکانے مین کبھی ذرا بھی غفلت و کوتاہی نہ کرتی۔ خاصةً اس بات کی تدبیرون مین ہمیشہ لگی رہی کہ کوئی بچہ نہ پیدا ہونے پائے۔ لیکن اس آوارہ گردی کے زمانے مین جب وہ روز نیا دانہ کھاتی نیا پانی پیتی اور نئے پلنگ پر سوتی تھی ایک بار زنجیر کی کمند مین پھنس ہی گئی۔ حمل رہ گیا۔ اور ایک لڑکا پیدا ہوا جسے اُس نے کسی معزز سردار کے سر تھوپا۔ اور اُسی کے آغوش بہت لے آگے بڑھی۔

اب تھیوڈورا کی عام دلربائیون سے اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے کہ لوگ اُس کی لگاوٹ مین آکے اُس کے محلۂ ناز مین باریاب ہوتے۔ مگر چند ہی باتین کرنے پاتے تھے کہ کوئی دوسرا شخص آکے اُنھین وہان سے نکال باہر کرتا اور خود اُس کا شانۂ عیش کا مالک بنجاتا۔ ان واقعات نے ہر صحبت مین مشہور کیا کہ جنون

اور دیوزادون سے اُسکے تعلقات ہین - اور یہ اُنھین کا کام ہے کہ جو کوئی اُس کے دل مین جگہ پاکے اُسکی خواب گاہ تک پہونچ جاتا ہے اُسے اُٹھا کے پھینکدیتے ہین - اپنی بیوفائیون اور زر پرستیون پر پردہ ڈالنے کے لیے کیا عجب کہ خود تھیوڈورا ہی نے اس خیال کو پھیلایا ہو -

اسی اثنا مین اُس نے خواب دیکھا کہ "مین کسی بڑے زبردست شہنشاہ کی کی ملکہ ہون اور ساری دنیا پر حکومت کر رہی ہون" یہ خیال اُسکے دل مین اس قدر جم گیا کہ اُسی خیال کا پابند ہوکے پاؤن پیادہ چلتی ہوئی قسطنطنیہ مین آئی - مگر اس عظمت و سلطنت کی آرزو نے یکایک اُس کا مذاق بدل دیا - اور اُس کی زندگی مین اتنا بڑا تغیر ہوگیا کہ گویا وہ کوئی دوسری تھیوڈورا تھی - اب بجاے سڑکون پر مارے مارے پھرنے ایک ایک سے آنکھ لڑانے - دلون پر نگاہ ناز کے تیر برسانے - اور ہر راہرو کو اسیر گیسو کرنے کے عوض وہ خودداری اور رکھ رکھاؤ سے رہنے لگی - اور پاکدامن ہو بیٹیون کی سی وضع اختیار کر لی - ایک چھوٹے سے مکان مین خاموشی کے ساتھ رہتی تھی - اُون کات کات کے پیٹ پالتی تھی - اور گویا کسی سے مطلب ہی نہ تھا . اگرچہ ساری دنیا جانتی تھی کہ وہی حسن فروش تھیوڈورا ہے - جو ہزارون آدمیون کا پہلو گرم کر چکی ہے - اور اُس کے حالات کسی سے پوشیدہ نہ تھے - مگر اس انقلابِ مزاج اور اس کایا پلٹ کو دیکھ دیکھ کے ہر شخص حیران و متعجب ہو رہا تھا -

ان دنون جسٹن اول قیصر روم کا بھتیجا جسٹنین قسطنطنیہ مین شہنشاہ کے بعد سب سے بڑا بطریق اور صاحب اثر شخص تھا - جو ایک حسین و خوشرو نوجوان تھا - اور اپنے چچا کی طرف سے دولت مشرقی روم کی ساری قلمرو پر حکومت کر رہا تھا - اتفاقاً کسی موقع پر تھیوڈورا کے چہرے پر جسٹی نین کی نگاہ پڑ گئی اور دیکھتے ہی شیدا ہو گیا - ع - وہ نظرہی وداع طاقت تھی - اگر تھیوڈورا وہی پہلی تھیوڈورا ہوتی تو اس نئے عشق کا جھگڑا ابھی دو چار روز کی شہوت رانی پر ختم ہو جاتا - مگر اب اُس نے اپنے آپ کو روکا - اور جس دولتِ حسن کو کمال بے پروائی کے ساتھ وہ ہر ذلیل شخص کی طرف پھینکدیا کرتی تھی اس موقع پر اُسے ذرا روک رکھا اور جسٹی نین کی آتش شوق بھڑک بھڑک کے خوب تیز ہو گئی - آخر تھیوڈورا نے

چند روز تک اُسے ہجر و فراق کی تکلیفوں کا مزہ چکھا کے اور اپنے وصل کی قدر و قیمت بتا کے اُس سے تعلق پیدا کر لیا۔ یہ تعلق اگرچہ ناجائز اور غیر مستقل تھا مگر تھیوڈورا نے بڑی ہی عقلمندی اور ہوشیاری سے کام لیا۔ ملنے پر بھی رُکتی۔ اور روز بروز اُس کے دل پر زیادہ قبضہ کرتی جاتی۔ اپنے برتاؤ سے کچھ ایسا خلوص اور ایسی سچی محبت ظاہر کی کہ جسٹی نین کا دل اُس کے ہاتھ میں تھا۔ اور جسٹی نین کی تمام آرزوؤں اور مسرتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ تھیوڈورا مسرور و شادکام ہو اور ملک بھر میں اُس سے زیادہ معزز و محترم اور دولتمند کوئی نہ ہو۔ اُسے یقین ہو گیا کہ میں زندگی کے کسی مرحلے پر بغیر تھیوڈورا کی رفاقت کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آخر اُس نے اپنے اقتدارات سے مشرقی سلطنت روم کا سارا خزانہ تھیوڈورا کے قدموں پر لا کے ڈال دیا اور دل میں ٹھان لی کہ میں اِسے مذہبی رسوم و آداب کے ساتھ اپنی بی بی اور اپنی شریکِ زندگی بناؤں گا۔ مانا کہ یہ کل تک ایک فاحشہ عورت تھی مگر آج تو پاکدامن خاتون اور میرے دل و جان کی مالک ہے۔"

گر دشواری یہ تھی کہ اول تو روم کے قانون میں صراحتہً موجود تھا کہ سینٹ (مجلس حکمرانی) کا کوئی معزز ممبر کسی ایسی عورت کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا جو بے آبرو ہو۔ یا ادنیٰ درجے کی ہو، یا کبھی اسٹیج پر آ چکی ہو۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ موجودہ قیصرۂ روم یعنی اُس کی چچی لوپی سینہ جو اگرچہ خود ایک وحشی قوم کی نسل سے تھی مگر نہایت ہی پاکدامن تھی اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کسی بازاری کسبی کو اپنی بھتیج بہو ہرگز نہ بناؤں گی۔ خود جسٹی نین کی ماں ویجی لانشیہ نے باوجودیکہ تھیوڈورا کے حُسن و جمال کو بہت ہی پسند کیا مگر اس اندیشے سے بہو بنانے پر وہ بھی راضی نہ ہوتی تھی کہ ایسا نہ ہو یہ مکار حسینہ میرے بھولے بھالے بیٹے کے اخلاق اور اُس کی مسرتوں میں فرق ڈال دے۔ مگر جسٹی نین کو یہی دُھن تھی کہ شادی کروں گا تو تھیوڈورا سے۔

اُس نے ماں کی مخالفت کی تو پروا ہی نہ کی۔ جو نہایت دلگرفتگی کے ساتھ خاموش ہو رہی۔ چچی کا البتہ اندیشہ تھا۔ اس لیے کہ وہی وارثِ تاج و دیہیم تھا اور چچی کے ناراض کرنے میں سلطنت سے محروم ہو جانے کا خوف تھا۔ اسلیے

خاموشی کے ساتھ اُس کے مرنے کا انتظار کرنے لگا۔ اسی درمیان مین اُس نے اپنے چچا کو سمجھا بجھا کے اور نہایت ہی دانائی سے کام لے کے اس مضمون کا ایک فرمان جاری کرا دیا کہ "قدیم رسوم کی پابندی کی کسی کو کچھ ضرورت نہین ہے۔ اور اس بارے مین جو پُرانے قوانین مروج ہین منسوخ تصور کیے جائین"۔ اس حکم نے اُن تمام محروم القسمت عورتون کے گھرون مین گھی کے چراغ جلا دیے جنھون نے کسی معزز رکن سلطنت کو اپنے حسن وجمال پر لبھا کے اور اُس کے دل پر قابو پا کے اُسے نکاح کرنے پر آمادہ کر لیا تھا مگر قانون کی گرفت سے مجبور تھین۔ اور کوئی زور نہ چلتا تھا۔ اب اُنھین آزادی حاصل تھی کہ جس بڑے سے بڑے امیر سے چاہین شادی کرین۔ اور خوشیان منائین۔ اس نئے قانون پر عملدرآمد شروع ہی ہوا تھا کہ قیصرہ مر گئی۔ جسٹی نین کے لیے میدان صاف تھا۔ بڑی دھوم دھام اور نہایت ہی تزک و احتشام سے شادی ہو گئی۔ اور جسٹی نین کسی پاکدامن دوشیزہ کی طرح ملائک فریب تھیوڈورا کو بیاہ لایا۔ اب تھیوڈورا قسطنطنیہ کی ساری معزز بیگمون۔ محترم شاہزادیون اور قسطنطنیہ کی کُل شریف زادیون کی سرتاج تھی۔ اسی درمیان مین جسٹن قیصر نے جسٹی نین کو باضابطہ طور پر اپنا ولیعہد قرار دیا۔ اور جس وقت شہنشاہ اور مقتدائے اعظم نے حسب رسوم مروجہ جسٹی نین کو خلعت ارغوانی پہنا کے تاج قیصری اُس کے سر پر رکھا تو دوسرا خلعت و تاج اُنھین اپنے معزز و متبرک ہاتھون سے تھیوڈورا کو بھی پہنانا پڑا جو نہایت ہی تمکنت سے اُس کے برابر کھڑی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ "شرافت و پاکدامنی پر حُسن یون فتح پاتا ہے!" مگر یہ عزت بھی تھیوڈورا کی نظر مین کچھ زیادہ نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ معمولی قسم کی عزتین جو رومی آداب سلطنت نے شاہزادیون نواب زادیون اور معزز طبقے کی بیگمون کے لیے مقرر کر رکھی تھین وہ نہ تھیوڈورا ہی کے لیے کافی تھین اور نہ اُس کے عاشق جسٹی نین کی تمنا و آرزو کی پوری کرنیوالی تھین۔

جسٹی نین کو ولیعہد مقرر ہوے پورے دو سال بھی نہین ہوے تھے کہ شہنشاہ جسٹن اول آغوش لحد کے سپرد کیا گیا اور جسٹی نین نے قیصر روم اور قسطنطنیہ کا شہنشاہ قرار پا کے تاج جہانبانی سر پر رکھا۔ اور تخت پر قدم رکھتے ہی اُس نے تھیوڈورا

کو بھی اپنے برابر بٹھا کے صاحب تاج و تخت بنایا - یون تو ہر بادشاہ بیگم روم مین ایک خاص شان اور خاص اثر رکھتی آئی تھی مگر تھیوڈورا دستور سابق کے خلاف ایک مستقل شریک سلطنت تسلیم کی گئی - اور تمام والیان ملک کے نام رعایا سے عہد وفاداری لینے کے جو فرمان جاری ہوے وہ صرف جسٹی نین نہین بلکہ اُس کے اور تھیوڈورا دونون کے ساتھ عہد وفاداری کرنے کے بارے مین تھے - اور جو برتاؤ ہندوستان مین جہانگیر نے نورجہان کے ساتھ کیا تھا وہی قسطنطنیہ مین جسٹی نین نے تھیوڈورا کے ساتھ کیا - گو کہ تھیوڈورا کو نورجہان سے کوئی نسبت نہین ہو سکتی - نورجہان پاکدامن اور عفیفہ تھی - اور تھیوڈورا ایک بازاری عورت اور انتہا درجے کی بدنام فاحشہ - مگر تقدیر دونون کی ملتی جلتی تھی - بہر تقدیر جسٹی نین کی سریر آرائی کے ساتھ ہی مشرقی دولت روم کی ساری رعایا تھیوڈورا کے آگے سجدے مین گر پڑی - اور وہی بازاری کسبی جس نے بیشمار خلقت کے سامنے قسطنطنیہ کے تھیئٹر مین اسٹیج پر نقالی کی تھی - اسی شہر مین متین و سنجیدہ مجسٹریٹون - مقدس و دیندار اُسقفون - فتحمند سپہ سالارون - اور اسیر شدہ شاہان ارض سب نے اُسے بلا تامل اپنی ملکہ اور اپنی جان و مال کی مالکہ تسلیم کر لیا -

اکثر لوگون کا خیال ہے کہ بے عصمتی عورت کی ساری خوبیون کو مٹا دیتی ہے - اس خیال کے لوگ غالباً اُن مورخون کے بیان کو بڑے شوق اور بڑی دلچسپی سے سنین گے جو تھیوڈورا کو ہر بات پر الزام دیتے ہین - اُس کی بُرائیان بتانے مین مبالغہ کرتے ہین - اور اُس کے ہنرون کو بھی عیب بنا کے دکھاتے ہین - اس مین شک نہین کہ اُسے ہر صحبت مین جو آمانہ شہوت پرستی کے الزام دیے جاتے تھے - اور ہر شخص جو اُس کے حسن سے لطف اُٹھا چکا تھا اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا - اور اسی ندامت سے تھیوڈورا کو بھرے دربار مین اہل دربار سے چار آنکھین کرنے کی جرأت نہ ہوتی - خواہ ندامت یا توہین و تحقیر کے ڈر سے جوان تک بنا وہ عام مجمعون مین آنے سے بچتی - اور کسی ایسے بڑے دربار مین بلائی جاتی تو انکار کر دیتی - اسی قدر نہین وہ دارالسلطنت قسطنطنیہ مین رہنے سے بھاگتی - اور اُس کا سال کا زیادہ حصہ اُن عالیشان قصرون - باغون، کوشکون

اور نزہت گاہوں مین گذرتا جولیپانٹ اور باسفورس مین سمندر کے کنارے بنے ہوے تھے۔

یہان اُس کی زندگی عیش و نعم اور خودآرائی مین بسر ہوتی۔ ہوشیار مشاطائین اسکا بناؤ سنگار کرتین۔ اس کے چاندسے چہرے کی آب و تاب کو چمکاتین۔ اور اُس حسن و جمال کی آبیاری کرتین جس نے جسٹی نین کے دل کو ہاتھ مین لے کے ساری دنیا کو مفتوح کر لیا تھا۔ حمامون مین نہا نہا کے نکھرتی۔ میز پہ بیٹھ کے الوانِ نعمت کا مزا لیتی۔ عشرت گاہون مین بیٹھ کے اپنی خواصون سے ہنستی بولتی۔ اور نرم و نازک سہریون پر لیٹ کے جوانی کی نیندین لیتی۔ اُسکے حضور ہی کے اسٹاف مین حسین و خوش سلیقہ خواصین، نازک اندام و خوش رو نوعمر لڑکے۔ اشارون پہ دوڑنے والے خواجہ سرا اور صدہا غلام تھے۔ جن کے جھگڑے چکانے مین اُسے گھر بیٹھے عدالت و حکمرانی کا مزہ آجاتا۔ اس کے خلوت کدے کے قریب وہ دیوانخانہ تھا جس مین بڑے بڑے ارکان دولت۔ امراء و رؤسا۔ سپہ سالار اور وزراء۔ علما اور مقتدا باریابی و آستان بوسی کی تمنا مین آ کے جمع ہوتے۔ گھنٹون انتظار کرتے۔ اور اُمیدواری کی سختیان برداشت کرنے کے بعد اُنھین صرف اتنی اجازت ملتی کہ ادب و تعظیم سے آکے تھیوڈورا کے قدمون کو بوسہ دین اور نظر نیچی کیے واپس چلے جائین۔ اکثر ایسے موقعون پر یہ منظر دیکھ کے خود اُس کا دل دھڑکنے لگتا کہ وہی امیر جس نے کبھی اُس کے حسن و جمال کے مزے لوٹے تھے اُسے آغوش شوق مین بٹھایا تھا اُس کے لب لعلین کے بوسے لیے تھے آج اس بات کو اپنی بڑی اقبالمندی سمجھتا ہے کہ اُس کے قدمون کو چوم سکے۔ تھیوڈورا کو اس کا اندیشہ لگا رہتا تھا کہ اگر جسٹی نین مر گیا تو میرا کوئی نہ ہوگا۔ اور وہ لوگ جو آج میری پرستش کر رہے ہین میری تذلیل کے درپے ہو جائین گے۔ اس خیال سے اُس نے بے انتہا روپیہ جمع کر لیا۔ تاکہ وقت پڑنے پر کم از کم اتنا تو ہو کہ مین کسی کی محتاج نہ ہون۔

مگر سب سے بڑی قیامت یہ تھی کہ تھیوڈورا کے دل سے یہ خیال کسی طرح نہ جاتا تھا کہ لوگ مجھے ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین۔ یہ خیال بڑھتے بڑھتے جنون اور وہم کے درجے کو پہونچ گیا۔ اُس نے ہزارون جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو محلون محلون مارے مارے پھرتے۔ اور گھر گھر کی خبر لیتے۔ اور روز آ آکے اُسے

خبر دیتے کہ فلان شخص نے آپ کی نسبت یہ کلمہ کہا - فلان نے آپ کو یہ الزام دیا - فلان آپ کو یہ کہتا تھا - اور فلان آپ پر یہ حملہ کرتا تھا - اس قسم کی صدہا رپورٹین روزانہ آتین اور وہ ہر ایک سے بدگمان ہوتی جاتی - ایسے لوگون کے سزا دینے کے لیے جن کی نسبت ایسی مخبریان ہوتین اُس نے ایک بڑا بھاری خوفناک اور زمین دوز تہ خانہ بنا رکھا تھا - جو ایک طلسمی راز تھا - اور کسی کو اُس کے مفصل حالات معلوم نہ ہو سکے - جاسوس جن لوگون کی نسبت ایسی مخبری کرتے - دو تین روز کے بعد وہ یک بیک گھر سے یا راہ چلتے سے غائب ہو جاتے اور اسی قید خانے مین لا کے ڈال دیے جاتے - بغیر کسی تحقیقات کے اور بغیر اسکے کہ کسی عدالت نے فیصلہ کیا ہو یہ لوگ زبردستی چُرالائے جاتے اور اس قید خانے مین بند ہوتے جہان رحم اور ترس کھانے کے نام سے بھی کوئی آشنا نہ تھا - آسمان کبھی کسی کو دکھنا نصیب نہ ہوتا - سورج کی روشنی وہان تک پہونچ نہ سکتی - اور اندھیرے مین روشنی لے کے کوئی بڑی ہی سنگدل اور ظالم عورت آتی جو تمام اسیرون کو کوڑون سے پٹواتی - اُن پر طرح طرح کے عذاب کرتی اور اُنھین ہر قسم کی تکلیفین دیتی - زمین کے اندر یہ مظلوم ستم زدہ درد و تکلیف سے چیختے چلاتے - دوہائیان دیتے - ایک ایک کی خوشامد کرتے - مگر کوئی اُن پر ترس نہ کھاتا - اور نہ کبھی اُنکی آہ و زاری سُنی جاتی - غرض یہان ایسی روح فرسا اور جان گزا تکلیفین دی جاتین کہ بہت سے لوگ اسی قید خانے مین تکلیفین اور اذیتین اُٹھاتے اُٹھاتے مر گئے - اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہوے اور کہان گئے - بعض برگشتہ بخت ناشاد چھوٹ کے بھی آئے تو اس قابل نہ تھے کہ زندگی سے لطف اُٹھائین یا کسی کو دنیا مین مُنہ دکھائین - کیونکہ کسی کی ناک غائب تھی - کسی کے کان کٹ گئے تھے - کسی کی آنکھ پھوٹ گئی تھی - کسی کا کوئی اور عضو کاٹ لیا گیا تھا - اور پھر اسکے ساتھ اکثر مخبوط الحواس تھے - اور دل و دماغ ٹھکانے نہین رہے تھے - ماسوا اسکے اُنکی تمام دولت جائداد تباہ کر دی جاتی - اور قید خانے سے باہر آنے کے بعد وہ سڑکون پر مارے مارے پھرتے - پڑ رہنے کے لیے کوئی جگہ بھی نہ نصیب ہوتی - اور اپنی ناکارگی کی حالت اور تباہی و بربادی سے دنیا کے سامنے ٹھیوڈورا کے انتقام کا زندہ ثبوت

پیش کیا کرتے۔ اُس کے ہاتھ کے سزا یاب ہونے میں عوام ہی نہیں بعضے ارکان سلطنت اور محترم مقتدایان دین بھی تھے۔ ایسے معزز مجرموں کی نسبت قتل وغیرہ کی سزاؤن کا حکم دیتے وقت تھیوڈورا اپنے معتمد علیہ داروغۂ قہاری سے کہتی "اگر میرے حکموں کی تعمیل میں تم نے ذرا بھی کمی کی تو میں اُسی خدا کی قسم کھا کے کہتی ہوں جو ہمیشہ زندہ رہے گا کہ تمھاری کھال کھنچوا لوں گی" رہائی پانے والوں میں زیادہ تعداد اُن نوعمر لڑکوں کی تھی جن کی نسبت وہ بدگمان ہو گئی ہوتی۔

ہم بیان کر آئے ہیں کہ ایشیاے کوچک میں تھیوڈورا ایک لڑکا جن کے کسی اپنے منظور نظر آشنا کے پاس چھوڑ آئی تھی۔ اُس لڑکے کو اُس شخص نے بڑی حفاظت سے پالا۔ اِس راز کو اُس نے مخفی رکھا کہ اُس کی ماں تھیوڈورا ہے جب اُسے یہ خبر پہونچی کہ اب تھیوڈورا قیصرۂ روم اور شہنشاہ قسطنطنیہ کی شریک زندگی و شریک سلطنت ہے تو اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو ماں کی ماتا جوش مارے اور اس لڑکے کو زبردستی چھنوالے۔ اُس نے اس بچے کو ارض عرب میں بھیجدیا۔ جہاں کی آزاد سرزمین روم و فارس دونوں کی دسترس سے باہر تھی۔ اسکے بعد جب وہ شخص بیمار ہوا اور جانا کہ میرا یہی مرض مرض موت ہے تو اُس نوعمر لڑکے کو عرب سے بلوایا۔ اور مرنے سے چند ساعت پہلے بستر مرگ پر پڑے پڑے اُسے بتایا کہ "تمھاری ماں اسوقت دُنیا کی سب سے بڑی ملکہ اور قسطنطنیہ کی شہنشاہ بیگم تھیوڈورا ہے"۔ اس راز کے کھُلتے ہی سادہ مزاج لڑکے کے دل میں خدا جانے کامیابی و مقصد وری اور دولتمندی و حکومت کی کیسی کیسی آرزوئیں پیدا ہو گئیں کہ باپ کو آغوش لحد کے سپرد کرتے ہی قسطنطنیہ کی راہ لی۔ اور قیصرہ کے محل کے پھاٹک پر پہونچ کے اپنے آنے خبر کرائی۔ تھیوڈورا یہ سنتے ہی چونک پڑی۔ اُردا بیگنی (عرض بیگین) کو حکم دیا کہ اُسے قدر و منزلت سے اندر لے آؤ۔ لڑکا خوش خوش اندر گیا۔ ماں کے تخت کے سامنے ادب سے زمین بوس ہوا۔ ماں نے اُس پر سر سے پاؤں تک ایک نظر ڈالی۔ اور پھر پتہ نہ لگا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہو گیا۔ تھیوڈورا کی زندگی ہی میں نہیں اُس کے مرنے کے بعد بھی پھر کسی نے اُس لڑکے کی صورت نہ دیکھی۔ اور یقیناً وہ اُس دوزخ میں پہونچ گیا۔ اُسکے زمانے والے اُس سے

اس قدر جلے ہوے تھے کہ اُسکے عقائد اور مذہب پر کبھی اعتراض کرتے اور اُسے لامذہب کہتے ہین۔ مگر یہ صرف تعصب ہے۔ وہ دل سے سچی مسیحیہ تھی۔ اور مسیحیت کی ترقی اور دینی خدمات کی جانب اپنے شوہر کو ہمیشہ متوجہ کرتی رہی۔ لیکن لامذہب نہ ہونے پر بھی اس مین شک نہین کہ وہ متکبر۔ حریص۔ طامع اور ظالم تھی محض ظالم ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ مسیحیہ نہ تھی تاریخ عالم کی تغلیط کرنا ہے۔ وہ تو ایک نفس پرست اور بد اطوار ملکہ تھی اچھے اچھے پابند دین اور خدا پرست مسیحیون نے انتقام لیتے وقت روم کے بت پرستون یہودیون پر۔ مسلمانون پر جیسے جیسے مظالم کیے ہین اُن سے تھیوڈورا کی سنگدلیان کچھ زیادہ بڑھی ہوئی نہین۔

اب بمصداق ع عیب او جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو۔ ہم تھیوڈورا کے بعض محاسن بھی بیان کرتے ہین۔ اُس کی سب سے بڑی ایک خوبی یہ تھی کہ شہنشاہ جسٹی نین کے ناقابلِ برداشت غیظ و غضب کو ہمیشہ اعتدال پہ لے آتی۔ اس مین شک نہین ہے کہ اگر وہ نہ ہوتی تو جسٹی نین نہایت ہی ظالم و جابر اور اُس کے ساتھ ہی بہت ہی ناکام و نامراد بادشاہ ثابت ہوتا۔ اور غالباً اسکو ہر واقف کار تسلیم کرلے گا کہ جسٹی نین مین جتنی خوبیان تھین وہ اُس کی نہین بلکہ اصل مین تھیوڈورا کی خوبیان تھین۔ دینداری اور جرأت و شجاعت کے سارے کامون مین جسٹی نین کے نام کے ساتھ تھیوڈورا کا نام یکسان عزت و وقعت کے ساتھ شامل تھا۔ اور یہ ایسی نیکی تھی کہ اُس کے دشمن بھی امید دلاتے ہین کہ باوجود تمام گناہون کے شاید وہ اُس کی نجات کا ذریعہ ہوسکے۔

ہر شخص کو اپنے گروہ والون سے زیادہ ہمدردی ہوا کرتی ہے۔ اس لیے کہ اُنکی تکلیفون اور مصیبتون سے جس قدر وہ واقف ہوتا ہے دوسرا نہین ہوسکتا۔ چنانچہ تھیوڈورا کو سب سے زیادہ ہمدردی عصمت فروش و ناکام رنڈیون سے تھی۔ اُس نے جو سب سے بڑی اور اعلیٰ درجے کی فیاضانہ تربیت گاہ قائم کی۔ اپنی اُن ستم زدہ بہنون کے لیے تھی جنھین کسی مرد کی بیرحمانہ بے شرمی نے بے آبرو کر ڈالا تھا۔ یا جو ہر طرف سے عاجز آکے رنڈی کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئی تھین اس غرض کے لیے باسفورس کے ایشیائی ساحل کا ایک عالیشان قصر شاہی ایک

باعظمت وجبروت خانقاہ بنا دیا گیا - اسکے مصارف نہایت سیرچشمی کے ساتھ سلطنت نے اپنے ذمے لیے اور اُس مین ۵۰۰ عورتین ایسی لاکے رکھی گئین جو قسطنطنیہ کی سڑکون اور وہان کے قحبہ خانون سے سمیٹ لائی گئی تھین - اس امن وامان کے قلعے اور تقدس واتقاکے امن مین یہ سوسائٹی کی ستائی اور مذہب کے دربار سے ملعون بنا کے نکالی ہوئی عورتین خاموشی اور تنہائی مین زندگی بسر کرتین - ان عورتون کی روم مین یہ حالت ہورہی تھی کہ اسی طبقے کی چند بدنصیب عورتین ہجوم نامرادی سے گھبرا کے اور زندگی سے عاجز آکے سمندر مین پھاند پڑی تھین - اُنکی ایسی ناقابلِ برداشت نامرادی اب اس فیاض مربیہ کی عنایت سے شکر گزاری اور اصلاح سے بدل گئی - اور سچ یہ ہے کہ تھیوڈورا نے اس تربیت گاہ کے ذریعے سے ہزارون عورتون کو گناہ و عذاب اور ذلت وبےعزتی سے بچا لیا -

تھیوڈورا کی دانائی وذہانت کا خود جسٹی نین معترف تھا - جن عمدہ اور مضبوط قوانین کو اُس نے جاری کیا اُنھین وہ اپنی نہایت ہی مقدس ومحترم ملکہ ہی کی جانب منسوب کرتا ہے اور اُس کی نسبت یہ الفاظ زبان پر لاتا ہے کہ "دنیا کے لیے وہ ایک بڑی نعمت وبرکت ہے" تھیوڈورا دل کی نہایت ہی مضبوط اور بات کی بہت پکی تھی - بڑے بڑے صاحب اثر امرا و وزرا کے مجمعون مین نہایت آزادی وہوشیاری سے مناسب رائے دیتی - اور اکثر خوفناک موقعون پر اُس سے ایسی غیرمعمولی جرأت ظاہر ہوئی کہ بڑے بڑے جوانمرد حیران رہ گئے - ایک بار سبز اور نیلے بانے والون کی برہمی سے قسطنطنیہ مین سخت بلوہ ہوگیا تھا - بلوائیون نے شہر کی عمارتون مین آگ لگا دی تھی - سارے شہر پر شعلے بلند تھے - سینٹ صوفیہ کی عالیشان عمارت جو قسطنطین اعظم نے دانائی کی دیوی کی یادگار مین بنائی تھی جل کے خاک کا ڈھیر رہ گئی - رعایا شہر چھوڑ کے بھاگنے لگی - جسٹی نین بھی اپنے ایک بیرونی قصر مین چلا گیا - اور وہان بھی اطمینان نہ نظر آتا تھا - امرائے دربار نے یہ تجویز پیش کی کہ جسٹی نین کو مع اُسکے محلون اور حرمون کے جہازون پر سوار کراکے کسی دور کے شہر مین پہونچا دیا جائے - اس تجویز کی محرک گو کہ دغابازی وسازش تھی اور اس وقت شہر سے نکلنا تاج وتخت سے جدا ہونا تھا مگر جسٹی نین گھبراہٹ مین فریب کو

نہین سمجھا اور چلے جانے پر راضی ہوگیا - اس موقع پر تھیوڈورا بہادرون کی طرح اُٹھ کھڑی ہوئی - اور کمال جوانمردی سے بولی "مانا کہ بھاگنے ہی مین جان بچتی ہے مگر مین بھاگنے کو ذلت و حقارت سمجھتی ہون - موت پیدا ہوتے ہی ہماری قسمت مین لکھ دی گئی ہے - مگر جو صاحبِ تاج ہین وہ تاج و تخت سے علیحدہ ہوکے زندہ نہین رہ سکتے - میری درگاہِ الٰہی مین یہ تمنا ہے کہ کبھی کوئی دن بغیر تاج جہانبانی اور خلعت ارغوانی کے نہ دیکھون - او قیصر - اگر تم نے بھاگنے ہی کا ارادہ کرلیا ہے تو تمھارے پاس دولت کے خزانے ہین - اور سامنے دیکھو جہاز بھی کھڑے ہین - جب چاہو ان پر چلے جاسکتے ہو - مگر اس سے ڈرو اور کانپو کہ مبادا زندگی کی ہوس مین تمھین بدنصیبی کی جلاوطنی اور ذلیل قسم کی موت نہ نصیب ہو جائے - باقی رہی مین - تو میرا شعار تو یہ قدیم الایام کا مقولہ ہے کہ "تخت ہی مبارک مقبرہ ہے!" تھیوڈورا کی اس تقریر نے سارے دربار پر اثر کیا - اور اُسی کی اس مضبوطی کا نتیجہ تھا کہ جسٹی نین اپنے دار السلطنت سے نہین ہٹا - اور اُسکو کسی قسم کا آزار نہ پہونچ سکا -

جسٹی نین کے نکاح مین آنے کے بعد سے تھیوڈورا کی عصمت کا دعوی کیا جاتا ہے - اور اس مین شک نہین کہ اب کبھی اس سے کوئی ایسی بدعنوانی نہین ظاہر ہوئی جو طشت از بام ہوئی ہو یا جسٹی نین کو اُس کی عفت پر شبہہ ہوا ہو - لیکن اُسکی اس پاکدامنی مین زیادہ دخل اُسکے محض قید خانے اور اُسکی سختیون کو تھا - شوہر تو کیا کہتے سارے شہر مین کسی کی مجال نہ تھی کہ اُسکے چال چلن کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے - ممکن ہے کہ اُس زمانے مین بھی اُسکے مخفی عشاق ہون - اس کی پرائیوٹ خدمت اور ہر وقت کے کامون کیلیے دس خوش رُو اور بانکے ترچھے نوجوان تھے - جو جلوت و خلوت مین ہمیشہ سامنے رہتے - اور اُس کے نہایت ہی منظور نظر تھے - لیکن جب خود جسٹی نین کو اُس پر بدگمانی نہین ہوئی تو اور کسی کو بُری رائے قائم کرنے کا کیا حق ہے؟ اور واقعی وہ دل کی ایسی مضبوط تھی کہ کوئی تعجب کی بات نہین اگر اُس نے اپنے شوقِ عیش اور بد اطواری کی پرانی عادتون کو اپنے موجودہ فرائض و مقاصد پر قربان کر دیا ہو؟

اسی اخلاقی پالیسی کا اثر تھا کہ اپنی دانائی و قابلیت سے اُس نے جسٹی نین

کی محبت کو کبھی گھٹنے نہ دیا۔ اور ہمیشہ اُسے یکسان درجے پر قائم رکھا۔ بلکہ جتنی ہی دن کو روز بروز قطعی یقین ہوتا جاتا کہ بغیر تھیوڈورا کے نہ مین حکومت کر سکتا ہون اور نہ زندہ رہ سکتا ہون۔ بہر تقدیر جس مٹھی مین قیصر کا دل تھا وہ کبھی ڈھیلی نہ پڑنے پائی۔ کبھی کبھی خفیف سی باتون پر میان بی بی مین شکر رنجی بھی ہو جاتی گر وہ دراصل ملاپ کا مزہ لینے اور جوش وصل مین تازگی پیدا کرنے کے لیے تھی۔ بعض بے وقوفون نے اُن رنجشون کو دلی عناد خیال کر لیا اور بادشاہ کو تھیوڈورا کے زیادہ مخالف بنا کے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ گر یہ کوشش اُنکے حق مین سم قاتل ثابت ہوئی۔ دو ہی تین روز مین میان بی بی مین پھر ملاپ ہو گیا اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچے۔

شادی کے بعد تھیوڈورا کو سب سے بڑی تمنا اولاد نرینہ کی تھی۔ تاکہ سلطنت روم اُسی کی نسل مین رہے۔ گر اس برکت کی صلاحیت کو اپنی ابتدائی بے اعتدالیون مین اُس نے خود ہی ہاتھ سے کھو دیا تھا۔ تاہم قدرت نے اُس کے آنسو پونچھے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ گر اُسکی عمر نے وفا نہ کی اور بچپن ہی مین مان باپ دونون کے کلیجون کو داغ دے کے آغوش اجل مین چلی گئی۔ جسے تھیوڈورا نے اپنے آنسوؤن میں نہلا کے دفن کیا۔

جوانی کی بے اعتدالیون نے اُسے اولاد ہی کی برکت سے محروم نہین رکھا اُس کی صحت بھی اچھی نہ تھی۔ وہ کبھی موٹی اور تیار نہین ہونے پائی۔ ہمیشہ نازنین و نازک اندام دُبلی پتلی اور چھریری تھی۔ اور اب آخر مین اسکی صحت زیادہ بگڑنے لگی۔ اُسکے طبیبون نے یہ علاج بتایا کہ علاقہ پتھیا کے حمامون مین جا کے نہائے۔ اور اُس نے فوراً اُس سرزمین کا ارادہ کر دیا۔ سفر مین ایک بڑا بھاری جلوس اُسکے ساتھ تھا۔ اطبا کے علاوہ ایک اسقف۔ سلطنت کا سب سے بڑا خزانچی چند کاونٹ (نواب) اور پٹریق (امرا) تھے۔ اور چار ہزار ملازمون اور خادمون کا باشان و شوکت گروہ ہمراہ رکاب تھا۔ جس طرف سے ملکۂ عالم کی سواری گذرتی سڑکین دو تین روز پہلے سے درست اور صاف کر دی جاتین۔ اُس کے فروکش ہونے کے لیے ہر منزل پر ایک قصر شاہی بنا ہوا ملتا۔ جو اُسکے مقیم ہونے کے لیے

تعمیر کیا جاتا - جاتے جاتے جب تینیہ مین پہونچی تو وہان کے گرجون - خانقاہون - اور ہسپتالون پر اُس نے بڑی بڑی فیاضیان کین - اور عام انعام واکرام کے ساتھ مذہبی خدمات بجا لانے مین ذرا بھی کوتاہی نہین کی - یہ سب اس امید مین تھا کہ گرجون - خانقاہون اور ہسپتالون والے اُس کی صحت کے لیے دعا کرین - مگر کسی کی دعا کارگر نہ ہوئی - اور فرشتۂ اجل آہی پہونچا - چنانچہ شادی کو چوبیسوان اور فرمان روائی کو بائیسوان سال تھا کہ ناگہان زہر باد ہو گیا - جس سے جان بر نہ ہو سکی - اور جسٹینین کو اُسکے مرنے کا بیحد صدمہ ہوا -

بواد یقیا اور قارطس ماندوا

انگلستان کی تاریخ کا آغاز ان دو ملکاؤن کے کارنامون سے ہوتا ہے جنھون نے اپنی رعایا کو اپنی حسن وجمال کے دام گلوگیر مین اسیر کر کے اُن سے جو اور جیسا کام چاہا لے لیا - ان مین سے اول الذکر یعنی ملکہ بوادیقیا (جس کے نام کا تلفظ انگریزی مین فی الحال بوڈیشیا کیا جاتا ہے) نہایت ہی شریفانہ طرز عمل رکھنے کے باعث دنیا مین سچی شجاعت وحمیت اور اعلیٰ درجے کی قومی وملکی محبت کا جوش دکھا گئی - اور دوسری یعنی قارطس ماندوا جسکے نام کا تلفظ فی الحال کارٹسما نڈا کیا جاتا ہے اپنی مذکورہ ہمرتبہ بہن کے خلاف نہایت بے حمیت وبے غیرت اور بے عصمت وبے عفت تھی - جو بیوفائی و بے عصمتی کا شرمناک ترین نمونہ دکھا کے اور ابدی بدنامی حاصل کر کے دنیا سے رخصت ہوئی - لیکن ہمین یہ خیال کر کے افسوس آتا ہے کہ پہلی جو اچھی تھی وہ تو دنیا سے ناکام ونامراد گئی - اور دوسری اپنے ناپاک جرم کی سزا سے بچ جاتا درکنار اپنے مقاصد مین کامیاب وبامراد ہوئی -

ملکۂ بوادیقیا کی سرگذشت یہ ہے کہ اُس کا شوہر پراسوطاغوس (پراسوٹیگس) انگلستان کے علاقۂ ایقینی کا بادشاہ تھا جو علاقہ کہ اب نارفولک کے نام سے مشہور ہے اُن دنون انگلستان مین چونکہ رومیون کا اثر بڑھ رہا تھا - اور وہان کی قومی قوتین رومی اسلحہ سے مرعوب ہو ہو کے فنا ہوتی جاتی تھین - اس لیے پراسوطاغوس نے وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میری حکومت وسلطنت کے وارث شہنشاہ روم

اور میری بیٹیاں ہون - اس وصیت مین اُس کی یہ مصلحت تھی کہ شہنشاہ روم تو انگلستان مین آکے میری قلمرو پر قبضہ کرنے سے رہا - میری بیٹیاں ہی مالک ہون گی - اور شہنشاہ کے تعلقات کی وجہ سے وہ ہر طرح کی دشواریون سے محفوظ اور تمام بیرونی حملون سے مامون ہو جائین گی - اور کسی پاس پڑوس والے فرمان روا یا کسی رومی سپہ سالار کی اتنی جرأت نہ ہوسکے گی کہ میری قلمرو کو نگاہ اُٹھا کے بھی دیکھ سکے -

لیکن اُس کی اُمید کے خلاف یہ اُلٹا نتیجہ ظاہر ہوا کہ اُس کی آنکھ بند ہوتے ہی رومی سپہ سالار نے اُسکے شہر اور محل پر قبضہ کر لیا - رومی سپاہیون نے سارے شہر اور محل مین لُوٹ مچا دی - جو ہاتھ آیا اپنا مال سمجھ کے لوٹ لے گئے - اور اسی قدر نہین - بوادیقیا کی نازپروردہ شاہزادیون کو بھی جو شریک وراثت قرار دی گئی تھین نہایت بے رحمی کے ساتھ بے آبرو کیا - ملکہ بوادیقیا نے اس پر اظہار ناراضی کیا تو اُس غریب کو پکڑ کے سر بازار خاص اُس کی رعایا کے سامنے کوڑون سے مارا - اور تحقیر و تذلیل کی کوئی بات اُٹھا نہ رکھی -

رومی جب لوٹ مار کے اور ہر طرح کی بیحرمتیان کر کے واپس گئے تو بوادیقیا نے اپنی رعایا کو رومیون کی مخالفت پر اُبھارا - رومیون نے اس موقع پر کچھ ایسی بیرحمی اور دغابازی سے کام لیا تھا کہ ساری رعایا طیش مین بھری ہوئی تھی - اور جتنے آدمی تھے اگرچہ جانتے تھے کہ رومیون سے مقابلہ کرنا جنون اور اُنکے مقابل ہتھیار اُٹھانا خودکشی ہے اپنی ملکہ کی صدائے فریاد سنتے ہی لڑنے مرنے اور جان دینے کو اُٹھ کھڑے ہوے - بوادیقیا اُن سب کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر کے اور قومی اسلحہ سے مسلح کر کے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مردانہ وار چلی - اور رومیون کے قلعۂ قمالودونم پر جو اب کال چسٹر کے نام سے مشہور ہے دھاوا کر دیا - رومیون نے پوری قوت سے مقابلہ کیا - اپنے منجھے ہوے اصول جنگ کے مطابق صفین باندھ کے بڑھے - مگر برطانیہ والون کے پُرجوش سیلاب کا روکنا دشوار تھا - ہزار کوششین کین کسی طرح کامیاب نہ ہوے - آخر شکست کھا کے بھاگے - اپنی دغابازی و بے حمیتی کی پاداش مین نہایت ہی بودے پن کے ساتھ مارے گئے - اور بوادیقیا نے مذکورۂ رومی قلعہ پر قبضہ کر لیا -

اس فتح نے اس برطانی ملکہ کا حوصلہ بڑھادیا۔ فوج درست کرنا شروع کی۔ ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ رومیوں کی شائستگی و تہذیب کو تو انکے ظالمانہ و وحشیانہ حرکات سے پہلے ہی دھبہ لگ گیا تھا اب اُن کی سپہگری و شجاعت بھی خاک میں مل گئی۔ اور اُنکے نام کو ایسا داغ لگا جو کسی طرح مٹائے نہ مٹتا تھا۔ آخر زبردست رومی سپہ سالار سوئیٹونیوس جو شمالی انگلستان کی قوتوں کی پامالی میں مصروف تھا اپنا جرار لشکر لے کے آیا۔ اور بوآدیقیا کو اُس کے مقابلے میں صف آرا ہونا پڑا۔ اس زبردست لشکر سے مقابلہ کرنا برطانیوں کی قوت سے باہر تھا۔ اگرچہ جان پر کھیل کے لڑے۔ اور دیر تک ملکہ کے اشاروں پر جو قلب فوج میں موجود تھی اور تلوار کو حرکت دے دے کے اُنھیں حوصلہ دلا رہی تھی وہ بڑھ بڑھ کے اپنے سر کٹوا تے رہے مگر آخر شکست ہوئی۔ بدحواس و بددل ہو کے بھاگے۔ بہادر ملکہ بوآدیقیا کو بھی مجبوراً میدان چھوڑنا پڑا۔ اور اسی میدان پر اُس باحمیت ملکہ کے کارناموں کا خاتمہ ہو گیا۔

اُس کے انجام کی نسبت مورخین میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ عین معرکۂ کارزار میں بہادری کے ساتھ لڑتی ہوئی ماری گئی۔ اور بعض کا بیان ہے کہ اپنی جان لے کے میدان سے تو نکل آئی تھی مگر ناکامی کی زندگی کو اُسکا شریف نفس نہ گوارا کر سکا۔ گھر آتے ہی زہر کھا کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ جو اُن دنوں رومیوں کے نزدیک نہایت ہی شریفانہ اور مبارک موت تھی۔ بوادیقیا کی زندگی کا خاتمہ ۶۲ء قبل محمد (۵۶۰ھ) میں ہوا۔

قارطس مانڈوا دوسری بدکار ملکۂ انگلش ملکہ قریب قریب اسی زمانے یعنی جناب سرور کائنات علیہ السلام کی ولادت سے تقریباً پانسو برس بیشتر یا پہلے صدی عیسوی میں تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی وارث سلطنت اور مالک تاج و سریر وہی تھی۔ اور اُس کا شوہر وینوطیوس اُس کی طرف سے نیابۃً حکومت کر رہا تھا۔ لیکن اپنی نیک نفسی و شجاعت سے سارے ملک میں ہر دلعزیز ہو گیا تھا۔ کل فوج والے اس کا دم بھرتے تھے۔ اور ہر سپاہی اُسکے نام پر شید اتھا۔

مگر خرابی یہ تھی کہ میاں کو رعایا کے خوش رکھنے اور ملک میں عدل و انصاف

کرنے کا شوق تھا تو بادشاہ بیگم بی کارٹسمانڈوا کو نفس پرستی اور اپنے دل کی ہوس نکالنے کا۔ اُنھیں اپنے عیش و آرام اور شہوت پرستی کے سوا اور کسی بات کی فکر ہی نہ تھی۔ انھیں بیباکانہ شہوت رانیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کے اسلحہ بردار ویلوقاطوس سے آنکھ لڑ گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے کی محبت کا دم بھرنے لگے۔ ونیوطیوس (بادشاہ) کو یہ بات ناگوار گذرنے لگی۔ اور اس بات کی تدبیریں سوچنے لگا کہ کیونکر اپنے رقیب کو زک دے۔ جو بستر عیش کا مالک بن کے اُس کی زندگی کو روز بروز بدمزہ کرتا جاتا تھا۔

وہ ان منصوبوں کو دل میں سوچتا ہی رہا اور بی بی نے اپنے حقوق و اقتدار شاہی کو عمل میں لاکے اُسے بالکل چھوڑ دیا۔ اور علانیہ ویلوقاطوس کا آغوش گرم کرنے لگی۔ اُس وقت تک برطانیہ والوں نے دین مسیحی نہیں اختیار کیا تھا۔ اپنے قدیم بت پرستی کے مذہب پر تھے۔ اور اُس وقت کے آئین و رسوم کے مطابق شاید عورتوں کو اس بات کا حق حاصل ہو کہ شوہر کو جب چاہیں چھوڑ دیں اور جس کسی کو پسند کریں اُس سے آشکارا طور پر تعلقات پیدا کر لیں۔ لیکن جو ہو۔ برطانی لوگوں نے اپنی ملکہ کے اس فعل کو پسند نہیں کیا۔ پہلے اُسے سمجھایا اور روکا۔ اور جب اُس نے کسی طرح نہ مانا تو بغاوت کر دی۔ اور ارادہ کیا کہ قارطس مانڈوا کو تخت سے اُتار کے کسی اور کو اپنا فرمان روا بنا لیں۔

رعایا کو برہم و افروختہ دیکھ کے ملکہ نے رومیوں سے مدد مانگی جو طرح طرح کے بہانے اور حیلے پیدا کر کے سارے جزیرے میں اپنی حکومت قائم کرتے جاتے تھے۔ اس سے بہتر اور کون موقع ہو سکتا تھا؟ فوراً زبردست رومی لشکر ملکہ کی کمک کے لیے آپہونچا جس نے آتے ہی تمام برطانی سرکشوں کو مار کے سیدھا کر دیا۔ اور رعایا کے بعد خود ہی سلطنت کے بھی مالک ہو گئے۔ رومیوں کی مدد سے قارطس مانڈوا کو شاید اپنے محبوب آشنا سے ملنے کی آزادی مل گئی ہو۔ مگر سلطنت پھر نہ نصیب ہوئی۔ اور رومیوں کی گرفت ایسی قوی تھی کہ اسی وقت سے اس پرانے خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

حسن کی کرشمہ سازیاں

نامور خاتونان عالم کی سیرتوں کا جو سلسلہ مولانا نے اس عنوان سے شروع کیا تھا

اُس پر عام نظر ڈالنے کے طریقے سے مضمون مئی ۱۹۱۲ء میں شایع فرمایا تھا -

اس عنوان کے تحت مین دلگداز کے صفحون پر ہم دنیا کی بہت سی نامور عورتون کے حالات لکھ چکے ہین - اور ابھی صدہا ایسی عورتین باقی ہین جن کے واقعات آیندہ بیان کیے جائینگے - لیکن اس دلچسپ سبجکٹ پر ایک عام بحث کی بھی ضرورت ہے جس کی طرف اب ہم توجہ کرتے ہین - بلحاظ ترتیب اس بحث کو سب سے پہلے ہونا چاہیے تھا - لیکن مضائقہ نہین - ایک ماہانہ رسالے کے صفحون کو ایسی ترتیب سے ہمیشہ آزاد رہنا چاہیے سچ پوچھو تو عورت کے حسن کی کشش ہی نوع انسان کو دنیا مین لائی ہے - اگر حضرت آدم جناب حوا کی باتون مین آکے خدا کا منع کیا ہوا پھل نہ کھاتے تو غالباً دنیا انسانون سے خالی ہوتی - جناب حوا کے فقرے مین آکے حضرت آدم نے جنۃ الفردوس اور وہان کی آزادیان اور بیفکریان ہاتھ سے کھوئین - اور وہ اس دنیا مین پھینکے گئے جہان اُنکی اولاد کو ایک سخت آزمایش مین پڑنا اور محنت مشقت کرکے اپنا پیٹ بھرنا ہے -

جنت سے جدا ہونے کے بعد بھی اگر انسان کی حالت پر غور کیجیے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف اس لیے آیا ہے کہ مرتے دم تک حسن کے کرشمون مین مبتلا رہے - اور اسی دُھن مین جان دے - اُس کی زندگی و موت دونون حسن کے کرشمون سے وابستہ ہین جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہے سب حسن ہی کی کرشمہ آرائیان ہین - توالد وتناسل کا سلسلہ اور گروہِ انسان کا بڑھنا اور پھیلنا فقط اُس کشش کے نتائج ہین جو خدا نے حسن مین پیدا کردی ہے - اور اب تو سائنس کی تحقیق وتدقیق یہان تک ثابت کر چکی ہے کہ انسان ہی نہین حیوان بھی - اور حیوان ہی نہین سارے نباتات بھی اپنی بقا اور ترقی مین کشش حسن ہی کے زیر بار احسان ہین -

یہ تو دنیوی زندگی کی حالت تھی - اب موت کو لیجیے - ہر نیکوکار دیندار کا خیال ہے کہ دوسرے عالم مین جاکے اور اس روحانی اور نورانی عالم مین ہونچکے حورون کی ہمکناری نصیب ہوگی - چنانچہ ہر پاکباز مرنے والا حورون سے ملنے کے شوق کو دل مین لیے ہوے دنیا سے خوش خوش جاتا ہے - گویا وہ نہین کیا جاتا بلکہ حوران جنت کے حسن کی کشش وہان کھینچ لیجاتی ہے - مسیحیون کے نزدیک عورون کے علاوہ فرشتے بھی آسمانی کنواریان ہین جو مقبول بندون اور خدارسیدہ ولیون اور سینٹون کے

سرون پہ کوہ قاف کی پریون کی طرح معشوقانہ اداؤن سے آتے اور منڈلاتے لگتے ہین۔

نسل ابراہیم کی ملتون مین تو اُس عالم نور کے دیدہ شون کا خیال ثواب آخرت اور نیکوکاری کے اجر تک محدود ہے دوسرے قدیم ادیان و ملل پر نظر ڈالیے تو نازآفرین حسینان عالم بالا نے دلربائی و دلبری کے درجے سے قدم آگے بڑھا کے معشوقی سے معبودی کی وضع و شان اختیار کرلی ہے۔ اُن کے الہیات کا عنصر اعظم مہ جبین دیویان ہین جو قدرت کے تمام شعبون پر متصرف و حکمران ہین۔ اُنکے نزدیک خدائی اختیارات حسین دیویون ہی مین بٹے ہوے ہین۔ جو بالکیا زان ارض پر اپنے چاند اور سورج کے ایسے حسن عالم آشوب کی کرنین ڈال کے اُنھین اپنا پوجاری بناتی ہین۔ اور حسن ہی کی کشش ہے جس سے خدا کی معبودیت اور مخلوق کی عبادت وابستہ ہے۔

حسن کی کشش ایسی زبردست ہے کہ غور سے دیکھیے تو وہی انسان کی بنانے اور بگاڑنے والی ہے۔ اور خدا نے واقعی اُس مین ایک ایسی قوت پیدا کر دی ہے جو انسان سے جیسے کام چاہتی ہے کرا دیتی ہے۔ جنت کا چھوٹنا کوئی معمولی نقصان تھا؟ یہ اتنا بڑا گھاٹا تھا کہ اگر آدمی مین اپنی طبیعت پر ذرا بھی قابو ہوتا تو قیامت تک عورت کے پھندے مین نہ پھنستا۔ اور پھر کبھی اُس کے دل پر حسن کی کشش کوئی اثر نہ کرتی۔ مگر نہین۔ ایسا نہ ہوا بلکہ یون کہنا چاہیے کہ نہ ہو سکا۔ اُس کے دنیا مین آنے کے بعد بھی جو پہلا فتنہ ہوا وہ بھی عورت کی اور حسن کی کشش ہی کی بدولت تھا۔ ہابیل نے عورت کی زلف گرہگیر مین پھنس کے نہایت ہی نیک نفسی اور پوری رضا و تسلیم کے ساتھ جان دی۔ اور قابیل نے عورت ہی کے شوق مین بھائی کے خون مین ہاتھ رنگے۔ اور پہلے قتل عمد کا مجرم قرار پایا۔

اسکے بعد سے دنیا کے تمام تاریخی واقعات کی تہ مین گھسیے تو دنیا حسن و عشق کرشمون سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہ بات عقول سے تعجب کی نہین کہ مذاہب جن کی غرض و غایت خدا پرستی اور نظام عالم کی اصلاح ہے سب کی تاریخ کا آغاز عورت کے حسن کی کشش اور حسن کے جھگڑون ہی سے ہوا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور مسلمانون

ہی کی تاریخ کو دیکھیے تو اُس متحدہ و مسلّمہ افتتاح آدم و حوا اور ہابیل و قابیل کے واقعات سے ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہین -

ہندوؤن کی دیومالا اپنے شروع ہی سے ہر بڑے سے بڑے دیوتا کی ایک بیوی ثابت کرتی ہے - اور اُن کی تاریخ کا آغاز دو عظیم الشان لڑائیون سے ہوتا ہے جو اگر سچ پوچھیے تو حُسن و عشق ہی کے جھگڑے - اور دروپدی اور سیتا جی کے بے مثال حسنون کے کرشمے تھے - وہ کیسی نازک اور اندوہناک گھڑی تھی جب دروپدی نہایت توہین اور سنگدلی کے ساتھ پانڈوون کے ہاتھ سے زبردستی چھینی گئی ؟ اور پھر وہ کتنا بڑا قیامت خیز میدان جنگ تھا جس مین اس ایک عورت کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کا انتقام لاکھون آدمیون کے قتل سے لیا گیا ؟ اسی لیے وہ کیسا جگرخراش وقت تھا جب کیکئی کی آتش فشان زبان نے راجہ دسرت کو رام چندر جی کے بن باس پر مجبور کیا - اور اس کے بعد وہ بھی کس بلا کی عالم سوز گھڑی تھی جب راون سیتا جی کو اُن کے وحشتناک جنگلی مسکن سے اُڑا لے گیا - اور پھر اُن دونون واقعات کے نتیجے مین وہ کیسا خون بار محشرستان تھا جب لاکھون آدمیون کے مارے جانے کے بعد رام چندر جی نے اپنی عصمت مآب رانی کو خانمان برباد دشمنون کے پنجۂ ستم سے چھڑایا ؟

اب مشرق کو چھوڑ کے مغرب مین چلیے تو وہان بھی مذہب اور تاریخ کا آغاز حُسن کے اُن قیامت زا کرشمون سے ہوتا ہے جنھین عالم شاعری کے آدم اور یونان کے پہلے شاعر ہومر نے اپنی قدیم نظم ایلیڈ مین بیان کیا ہے - اُسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسی سنسنا دینے والی گھڑی تھی جب ایشیاے کوچک کے فرمان روا پریم کا حسین و خوبرو بیٹا پارس یونان کے بڑے دیوتا جوپیٹر کی بیٹی اور مِنی لاؤس شاہ یونان کی ملکہ ہیلن کو بھگا لے گیا - اور پھر اسکے بعد وہ کیسی جان ستان رزمگاہ تھی جس مین یونانیون نے اس مملکت کے دار السلطنت ٹراے پر چڑھائی کر کے خون کے دریا بہا دیے - اور جس کے واقعات بتا رہے ہین کہ یورپ و ایشیا کے قضیا مین جو جھگڑے شروع ہوے وہ حُسن کی کرشمہ سازیون کے کیسے خوفناک نتائج تھے -

دنیا کے سب سے بڑے مورخ یونان ہیرودوطس نے اپنی تاریخ کو اسی قسم

کے واقعات سے شروع کیا ہے - ایشیا والون کی قدیم روایتون سے یہ پتہ نہین چلتا کہ کبھی اُن کا خیال بھی اس جانب گیا ہو کہ اہل یورپ سے اُن سے رقابت وعداوت ہے - مگر اہل یونان اور ایشیاے کوچک والے جو ایک دوسرے کے پڑوس مین آباد تھے اُن مین ابتدا ہی سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی - اسکے چند روز بعد یونانیون سے اُن چند قومون سے رقابت پیدا ہوئی جو اُن کے ملک تک پہونچتی تھین - ان لوگون کی دست بُرد سے انھون نے پورے ایشیا کو اپنا دشمن خیال کرلیا - حالانکہ ایشیا والے ان معاملات کو سوا شخصی بے اعتدالیون کے کسی عام اور قومی عداوت پر محمول نہین کرتے تھے - تاہم اس مین شک نہین کہ درہ دانیال کے اس پار اور اُس پار والون مین ایک قسم کی قومی رقابت ضرور پیدا ہو گئی تھی -

لیکن ہیرودوٹس کہتا ہے کہ یورپ اور ایشیا والون مین مدت ہاے دراز اور قرنہا قرن سے جو جھگڑے چلے آتے ہین وہ شایستہ اور تعلیم یافتہ اہل فارس کے نزدیک صرف عورتون کے لے بھاگنے یا بھگا لے جانے کے نتائج ہین وہ کہتے ہین کہ سب سے پہلی چھیڑ فنیقی تاجرون نے کی - یہ لوگ ملک شام کے ساحلی علاقۂ فنیقیہ کے رہنے والے تھے - دنیا کے پہلے تاجر اور پہلے جہازران تھے - بحری سفرون کے ذریعے سے اُنھون نے اپنی تجارت اُسی قدیم زمانے مین ممالک دور و دراز تک پھیلادی - اور مصر و بابل کا مال لے لے کے ممالک و بلاد یورپ تک جا پہونچے -

انھین تاجرانہ سیاحتون مین اُنکے چند جہاز یونانی بندرگاہ ارغوس مین پہونچے اور مال تجارت اہل شہر کے سامنے پیش کیا - ارغوس اُن دنون یونان کے اکثر شہرون سے زیادہ بارونق تھا - امرا و اکابر یونان آ آ کے اُنکا مال خریدنے لگے - اور دریا کنارے بڑا بھاری بازار لگ گیا - اس بازار کو لگے چار ہی پانچ روز ہوے تھے کہ ایک دن معزز یونانی گھرون کی خاتونین اپنی پسند کا سودا خریدنے کو آئین - جن مین وہان کے فرمان روا شاہ اِناچوس کی حسین و گل اندام بیٹی آیو بھی تھی - یہ عورتین جہاز کے پچھلے حصے کے پاس کھڑی لین دین کر رہی تھین کہ یکایک فنیقی سوداگرون نے اُن پر حملہ کر دیا - نازکبدن عورتین مردون کے اس حملے کی بھلا کیا

کیا تاب لا سکتی تھیں؟ گھبرا کے بھاگیں۔ اور سب تو اپنی جان بچا کے نکل آئیں مگر شاہزادی آیو اور اُس کی چند سہیلیاں نہ بھاگ سکیں۔ فنیقی اُنھیں اپنے جہاز میں پکڑ لے گئے۔ جھٹ پٹ لنگر اُٹھا دیا۔ اور مصر میں پہونچ کے دم لیا۔

یونانیوں کو اس کا بڑا ملال ہوا۔ آیو تو نہ ملی۔ مگر انتقام کے خیال سے اُنکے چند جہاز سرزمین شام کے ساحل شہر طائر میں پہونچے جو فنیقی لوگوں کا منشا و ماوی تھا۔ اور ایسی تدبیریں کیں کہ وہاں کے بادشاہ کی بیٹی شاہزادی یوروپا کو بھگا لے گئے۔

اس واقعے سے یونانیوں کو اپنا انتقام مل گیا تھا مگر اُنھیں اتنے ہی میں صبر نہ آیا۔ اُن کے چند جہاز بحر اسود میں (جو اُن دنوں یوجین کہلاتا تھا) سفر کر کے دامن کوہ قاف کے اُس ساحل پر پہونچے جہاں فی الحال اُبازی مسلمان رہا کرتے ہیں۔ یہ سرزمین اُس زمانے میں کولچیس کہلاتی تھی۔ اُس میں دریاے فاسس کے کنارے ایا نام ایک ساحلی شہر تھا اور وہیں یہ یونانی جہاز لنگر انداز ہوے تھے۔ اپنی مہم کے اغراض و مقاصد پورے کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اُنھوں نے یہاں کی گل پیرہن اور جادو نگاہ عورتوں کو دیکھا جن کے حُسن و جمال کی ساری دنیا میں شہرت تھی۔ اور جن کے حُسن کے کرشموں نے کوہِ قاف کی پریوں کو حسن و جمال کا مکمل ترین نمونہ بنا رکھا تھا۔ غرض نہایت خاموشی کے ساتھ کوشش کر کے وہ کسی حکمت سے وہاں کے بادشاہ کی بیٹی میڈیا کو اپنے جہاز پر لائے۔ اور اُسی وقت لنگر اُٹھا کے اُسے زبردستی یونان میں اُٹھا لائے۔

کولچیس کے بادشاہ کو اپنی بیٹی کے پکڑ جانے کا بڑا صدمہ ہوا اور اپنے ایلچی یونان میں بھیجے جنھوں نے آ کے یونانیوں سے اس دست بُرد کا جواب طلب کیا۔ اور استدعا کی کہ شاہزادی میڈیا اُن کے حوالے کی جائے تاکہ اُسے لیجا کے اُس کے جگر چاک باپ کے سینے سے لگا دیں۔ یونانیوں نے جواب دیا کہ جس طرح ایشیا والوں نے ہماری شاہزادی آیو کو بھگا لے جانے کی کوئی وجہ نہیں بیان کی اور نہ اُسے واپس کیا اُسی طرح ہم بھی نہ شاہزادی میڈیا کو واپس کریں گے اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان کریں گے کہ اُسے کیوں بھگا لائے۔

ایشیا والون مین یونانیون کی اس دست بُرد کا انتقام لینے کا خیال برابر قائم رہا - یہان تک کہ ایک نسل گذرگئی - اور پریم کا بیٹا اس بات کا درپے ہوا کہ کسی یونانی شاہزادی کو بھگا لا کے اپنی جورو بنائے - چنانچہ موقع پا کے وہ ہلین کو بھگا لایا - اور اسکے نتیجے مین ایشیائے کوچک کے شہر ٹرائے کا وہ میدان گرم ہوا جس کا ذکر ہومر نے کیا ہے -

گذشتہ واقعات پر رائے زنی کرتے وقت بقول ہرودوطوس کے ایشیا والے اور اہل فارس کہتے تھے کہ شاہزادیون کو بھگا لیجانے کے واقعات اگرچہ تابڑتوڑ دونون طرف سے پیش آئے اور ابتدا اہلِ ایشیا ہی سے ہوئی تھی مگر اصلی الزام یونانیون ہی پر ہے - اس لیے کہ ہلین کو بھگا لیجانے پر اُنھون نے آپے سے باہر ہو کے لڑائی ٹھان دی - ایرانی ان باتون کو اتنی اہمیت نہ دیتے تھے کہ انکی وجہ سے لڑائی ٹھان دین - اُنکے خیال مین عورتون کو بھگالے جانا بیشک شرارت کا کام تھا لیکن ایسا ہوجائے تو اس کی بنا پر انتقام کے درپے ہوجانا اور قتل و خونریزی کرنا اُن کے مذاق مین ایک لغو فعل تھا - اور وہ کہتے کہ یہ عقلمندون کا کام نہین کہ ایسے واقعات کی پروا کرین -

ہر تقدیر یورپ کی مہابھارت یعنی ٹرائے کا محاصرہ اور یورپ و ایشیا کی سب سے پہلی معرکہ آرائی حُسن ہی کی ایک دلچسپ کرشمہ آرائی تھی جسے ہومر نے ہمیشہ کے لیے زندہ کردیا ہے -

بثینہ محبوبۂ جمیل

عاشق و معشوق ہر قوم اور ہر سرزمین مین گذرے ہین گر جیسے اور جتنے وارفتہ مزاج نامی عاشق خاک عرب نے پیدا کیے شاید اور کوئی ملک نہ پیدا کرسکا ہوگا - ہر ملک کے لٹریچر مین دو چار جانبازان محبت کے نام ضرب المثل اور شاعری کے عنصر قرار پاگئے ہین - مگر عرب مین بیسیون عاشقون نے اپنی بیتابیون اور بیقراریون کی بدولت ناموری کی شہ نشین پر جگہ پائی اور سب ملکی لٹریچر مین ضرب المثل ہوگئے -

عرب کا قریب قریب ہر شاعر عاشق تھا - اور عاشق بھی نام کا نہین بلکہ سچا عاشق

جس نے کسی معشوقہ کو دل دیا۔ زندگی بھر اُس کے عشق مین سرشفتہ رہا۔ اور اُسی کے فراق مین روتا ہوا مرا۔ اِن عشاقِ عرب مین سے صرف ایک مجنون عامری کا نام تو عربی شاعری سے نکل کے فارسی اور اُردو شاعری مین بھی آگیا۔ لیکن دوسرے دلدادہ عاشقون کے نام عربی ہی کی ادب مین رہے جس کی وجہ سے ہمارے تمام اہلِ وطن کو اُنکے حالات کی بہت ہی کم اطلاع ہوسکی۔

ان خالص عربی شاعری کے ناموران عشق مین سے قیس ولُبنیٰ کے سچے حالات ہم اپنے ایک ناول کے ذریعے سے قدردانان دلگداز کے سامنے پیش کرچکے ہین۔ اب ایک دوسرے عاشق کے حالات نذرِ ناظرین کرتے ہین جس کا نام جمیل تھا۔ اور اُسکی معشوقہ ہی بثینہ تھی جس کا خوبصورت نام ہم نے زیب عنوان کیا ہے۔ حُسن کی کرشمہ سازیون کے سلسلے مین ہمین صرف اس نازنین عرب کے واقعات سے تعلق ہے۔ مگر عشق عاشق ومعشوق کو ابدالآباد تک کے لیے باہم ایسا وابستہ کردیا کرتا ہے کہ دونون کا جدا کرنا امکان سے باہر ہوجاتا ہے اور ایک کے حالات دوسرے کے حالات بن جاتے ہین۔

بثینہ بنت حبا قبیلۂ بنی عذرہ کے ایک نہایت معزز خاندان کی لڑکی تھی۔ ہم بتا چکے ہین اور غالبًا ہمارے ناظرین کو یاد بھی ہوگا کہ بنی عُذرہ سارے عرب مین حُسن وعشق کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ اُن کی لڑکیان جیسی حسین ونازنین ہوتی تھین ویسے ہی اُنکے لڑکے عاشق مزاج اور تیغ ابرو کے گھائل ہوا کرتے تھے۔ اسی عشق کی چاشنی نے بنی عذرہ کے لڑکون اور لڑکیون دونون مین شاعرانہ مذاق پیدا کردیا تھا۔ لڑکے جس جوش وخروش سے عاشقانہ اشعار کہتے ویسے ہی ذوق وشوق سے لڑکیان اُن اشعار کو سُنتی اور سمجھتی تھین۔ اور ضرورت یا جوش کے وقت مین خود بھی غزلخوان ہوجایا کرتی تھین۔

غرض بثینہ ایسے زندہ دل قبیلے کی ایک پاک باطن وعفت شعار لڑکی تھی جس کا زمانہ تابعین کا تھا۔ اسکی شادی نبیہ بن اسود نام ایک شریف نوجوان کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اس کے ذاتی صفات یہ تھے کہ قبیلے کی تمام لڑکیون سے زیادہ شیرین ادا وصاحبِ جمال اور حد درجے کی سخن سنج وفصیح البیان تھی۔ اُس کی

آنکھ مین بھی جادو تھا اور زبان مین بھی۔ اور انھین خوبیون نے اُسکے ہم قوم شاعر جمیل بن عبد اللہ کو اُس کا عاشق بنا دیا جو عہد بنی اُمیہ کے اعلیٰ ترین شعرا مین سمجھا جاتا ہے۔

عشق کی شمع دونون دلون کے اندر بچپن ہی مین روشن ہو گئی تھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ بثینہ کے حُسن کی شہرت جمیل کے اشعار سے ہوئی تو جمیل کو بثینہ ہی کے دلستان حُسن نے شاعر بنایا۔ آغاز عشق یون ہوا کہ ایک دن جمیل اپنی اونٹنیون کو چراتا ہوا علاقۂ بغیض کی ایک وادی مین لے آیا جہان پانی بھرا ہوا تھا۔ یہان پہنچ کے خود ایک مقام پر صاف جگہ دیکھ کے لیٹ گیا۔ اور اونٹنیون کو چھوڑ دیا۔ بعض پانی پر جھکین اور بعض بیٹھ کے جوگالی کرنے لگین۔ اتفاقًا اس وادی کے کنارے ایک طرف بثینہ کے قبیلے کا پڑاؤ تھا۔ بثینہ اپنی ایک ہمسن سہیلی کے ساتھ یہان پانی لینے کو آئی۔ راستے مین جمیل کی اونٹنیان بیٹھی تھین۔ بثینہ نے انھین کچھ اس طرح شوخی کے ساتھ چھیڑا کہ وہ بھڑک کے بھاگین۔ اور جمیل نے گالی دے کے کہا "میری اونٹنیون کو کیون ستایا؟" بثینہ نے یہ سخت و سُست کلمات سُنے تو اُسے کہان تاب تھی؟ بگڑ کھڑی ہوئی۔ اور ایک کی سو سنا دین۔ لیکن اُسکے اس بگڑنے اور کوسنے مین کوئی ایسی دلفریب ادا تھی جس نے جمیل کی خرمنِ جان مین عشق کی آگ لگا دی۔ دل مین کہا۔ ع جوابِ تلخ می زیبد لبِ لعلِ شکر خا را۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ کاش میری یہ تمنا پوری ہوتی اور یون کہ

گالیان کھائے پہ مرنے کے ساتھ　　گورے گالون کو چومتا جائے

بس یہی جمیل کا آغاز عشق تھا جسے وہ خود اپنے اس شعر مین یاد دلاتا ہے۔

واوّل ما قاد المودۃ بیننا　　بواد بغیض یا بثین سباب

(جس ادا نے پہلے پہل ہم دونون مین محبت پیدا کی وہ اے بثینہ وادی بغیض مین تیرا کوسنا تھا)

غالبًا یہ وادی القریٰ کا واقعہ ہے جو مکۂ معظمہ اور مدینۂ طیبہ کے درمیان واقع ہے اور جہان جمیل کا نشو و نما ہوا تھا۔ اب دل مین عشق کی گرمی پیدا ہوئی تو طبیعت شاعرانہ رنگینیان اور اُسکے ساتھ ہی ساتھ سچے جوش کی بیتابیان دکھانے لگی۔ آخر اپنے درد دل کو اشعار کے ذریعے سے ظاہر کرنے لگا اور وہ اشعار اہل زبان مین مقبولیت حاصل کرنے لگے۔ اور چند ہی روز مین بثینہ پر اُس کا عشق

سارے عرب میں مشہور ہو گیا۔ جمیل کے ماں باپ نے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو بثینہ کے باپ کو اپنے لڑکے کا پیام دیا۔ وہ اُس کے عشق کی خبریں سُن سُن کے سخت برہم ہو رہا تھا۔ شادی کا پیام سُن کے بگڑ کھڑا ہوا اور کہا "شریف زادیوں کا نکاح اُن بدمعاشوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا جو اُن پر اظہارِ عشق کر کے انھیں بدنام کرتے ہوں"۔ غرض یہی نہیں ہوا کہ بثینہ کے باپ نے جمیل کا پیام نامنظور کیا ہو بلکہ نبیہ بن اسود نام ایک اور شخص کے ساتھ اس کا نکاح بھی پڑھا دیا۔ اور سمجھے کہ جھگڑا ہمیشہ کے لیے چُک گیا۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔

جمیل کے لیے اس سے بڑی کوئی ناکامی نہ ہو سکتی تھی۔ مگر عشق سچا تھا اور کسی شہوانی خواہش نے اُسے بثینہ کے رخِ زیبا کا دیوانہ نہیں بنایا تھا۔ اس خبر نے آتشِ عشق کو اور بھڑکا دیا۔ اور رات دن اسی کوشش میں رہنے لگا کہ کسی طرح بثینہ سے ملے۔ اُسکے حسنِ عالم آشوب کی زیارت کرے۔ اُس کی پیاری باتیں سنے اور اُسے اپنے پُرسوز اشعار سنائے۔ بثینہ کے بھائی حَوّاش نے جب دیکھا کہ بثینہ کی شادی ہو جانے پر بھی جمیل اُس پر اپنا عشق ظاہر کرنے اور اپنے اشعار میں اُس پر تشبیب کرنے سے باز نہیں آتا تو غصے میں آ کے خود بھی شعر کہنا شروع کیے جن میں جمیل کی بہن پر اپنا عشق ظاہر کرتا۔ جمیل نے اسکی بھی کچھ پروا نہ کی۔ لیکن حوّاش کو چند ہی روز میں نظر آ گیا کہ اُسکے اشعار کو تو کوئی سنتا ہی نہیں اور جمیل کے اشعار جمیل کی زبان سے نکلتے ہی ساری دنیا کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں مجبوراً اُس نے اپنی بیہودہ شاعری چھوڑ دی اور سمجھ گیا کہ جمیل کا عشق ایک ایسی بلا ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔

لیکن بثینہ کے باپ بھائی اور شوہر کا زور ہی کیا چل سکتا تھا جبکہ خود بثینہ دل میں جمیل کے عشق کی قدر کرتی تھی۔ اور باوجود دوسرے کی منکوحہ ہونے کے اُس کو جمیل کے ساتھ ایسا لگاؤ ہو گیا تھا کہ دل کو اُس کی طرف سے پھیرنا اختیار سے باہر تھا۔ اُن دنوں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے عرب کی مسلمان عورتوں کا معمول تھا کہ اچھے کپڑے پہن کے اور پورا بناؤ سنگار کر کے عید کے دن عیدگاہوں میں جایا کرتیں اور اپنے عزیزوں اور دوستوں سے بے تکلف ملتیں جمیل کو یہ

موقع غنیمت معلوم ہوا۔ عیدگاہ میں جاکے وہ جگہ ڈھونڈھ نکالی جہاں بثینہ اپنی رازدار بہن ام الحسین کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ جمیل کو دیکھ کے وہ خوش ہوئی۔ اُس سے کھُل کے ملی۔ باہم سوال و جواب رہے جن سے ناز و نیاز کے صدہا اسرار نمایاں ہو رہے تھے۔ غرض دیر تک لطف و محبت کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور آخر دونوں ایک دوسرے کی ملاقات سے محظوظ ہوکے اپنے گھر واپس گئے۔ جمیل نے بے انتہا کوشش کی تھی کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے اُس کا راز عشق دوسروں پر ظاہر ہو جائے لیکن عشق بھلا چھپنے والی چیز ہے؟ اُن تمام لڑکوں اور لڑکیوں پر جو اس صحبت میں شریک تھے راز فاش ہوگیا۔ جس کو خود جمیل نے محسوس کرکے اپنے نئے اشعار میں ظاہر کیا اور بصد حسرت و یاس کہا "ہائے! اب پھر پارسال عید ہی میں ملنا ہوگا"

ان اشعار نے راز عشق کو اور طشت از بام کردیا۔ اہل قبیلہ نے بثینہ سے کہا کہ "خبردار پھر کبھی اس شریر شخص سے نہ ملنا" مگر اُسکے تو دل کو لگی ہوئی تھی۔ قسم کھا گئی کہ "چاہے کچھ ہوئیں تو جمیل سے ضرور ملوں گی۔ اور جب سنوں گی کہ دروازے پر آیا ہے بلا تامل باہر نکل آؤں گی" بثینہ کی اس قسم کا حال جمیل کو معلوم ہوا تو بار بار قبیلے کے پڑاؤ کے آس پاس منڈلانے اور تاوے بھرنے لگا۔ کسی نہ کسی ذریعے سے اپنے آنے کی خبر کردیتا۔ وہ بھی کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے گھر سے نکل آتی۔ دونوں ایک دوسرے کے دیدار سے خوش ہوتے۔ جب تک موقع پاتے بیٹھ کے باتیں کرتے اور رخصت ہوکے اپنے اپنے مقام میں چلے جاتے۔

ان خبروں کو سُن سُن کے بثینہ کے اعزا دانتوں سے انگلیاں کاٹتے۔ مارے غیرت کے زمین میں گڑے جاتے۔ اور مشتعل ہوہو کے انتقام کے درپے ہوتے۔ یہاں تک نوبت پہونچی کہ سب اسی تاک میں تھے کہ کسی جگہ دونوں کو باتیں کرتے دیکھیں اور تلواریں مار کے وہیں ختم کردیں۔ اتفاقاً ایک دن انھیں خبر لگ گئی کہ آج جمیل بثینہ سے ملنے کو آنے والا ہے۔ فوراً دس بارہ آدمی تلواریں باندھ باندھ کے گھاٹیوں میں چھپ رہے۔ اب ادھر سے بثینہ اور اسکی بہن ام الحسین گھر سے نکل کے ایک وادی میں پہونچیں۔ اُدھر سے جمیل ایک تازہ دم اور صبا رفتار

سانڈنی پر سوار آیا۔ اور معشوقہ سے مل کے جوشِ دل کو ظاہر کرنے لگا جس طرح بلبل پھولوں میں بیٹھ کے چہکتا ہے ویسے ہی آپ نے ثبینہ کا رخ زیبا دیکھتے ہی غزلخوانی شروع کر دی۔ اور شکوہ و شکایت کا دفتر کھل گیا۔ اپنے اشعار خوب گا گا کے سنائے۔ اور آخر ایک شعر سنایا جس کا مطلب یہ تھا کہ "اے ثبینہ تیرے قبیلے کے جن مردوں نے میرے مار ڈالنے کی نیت کی ہے اور میرا خون حلال کر لیا ہے کاش وہی مجھے پاتے اور مار ڈالتے!" یہ شعر پڑھا ہی تھا کہ ایک جانب سے وہ لوگ تلواریں کھینچے ہوئے نمودار ہوئے۔ لڑکیوں کے نازک دل دہل گئے۔ مگر جمیل نے اُن سے پھر ملنے کا وعدہ کیا اور جھٹ پٹ سانڈنی پر سوار ہو کے بھاگا۔ اونٹنی ایسی تیز تھی کہ دشمنوں کے مجمع میں سے ہو کے نکل گئی اور کسی نے اُسکی گرد بھی نہ پائی۔

اس واقعے کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ ایک دن ایک اعرابی ثبینہ کے قبیلے میں آیا اور لوگوں سے کہا "تمھارے پڑاؤ کے قریب ہی پہاڑیوں میں میں نے تین شخصوں کو دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کسی گھات میں ہیں۔ غالباً ڈکیتی کریں گے۔ تم لوگوں کو ہوشیار رہنا چاہیے" قبیلے والوں نے اُن کے حُلیے اور اُنکی وضع پوچھی۔ اور اعرابی کے بیان سے سمجھ گئے کہ نہ کوئی ڈاکو ہے نہ کوئی چور۔ بلکہ میاں جمیل ہیں جو غالباً ثبینہ سے ملنے کو آئے ہیں۔ اور ساتھ ہی خیال آیا کہ معلوم ہوتا ہے ثبینہ سے آج ملنے کا وعدہ ہے۔ اسلیے کوشش کرنی چاہیے کہ وہ آج گھر سے باہر نہ جانے پائے۔ فوراً ثبینہ کا خیمہ گھیر لیا۔ اور وہ غریب رات بھر اپنے خیمے میں قید رہی۔ جمیل نے گھاٹیوں میں رات بھر نہایت ہی بیتابی و بیقراری سے انتظار کیا۔ اور صبح کو ناکام و نامراد اپنے آپ کو کوستا اور معشوقۂ شیریں ادا پر جھلاتا ہوا واپس گیا کہ معلوم ہوتا ہے اُس نے عہد وفا کو توڑ دیا۔ پچھتاتا ہوا گھر پہنچا تو وہاں کی بعض شریر لڑکیوں نے جنھیں اس ناکامی کی خبر ہو گئی تھی بنانا شروع کیا کہ "واہ۔ اچھی لڑکی پر مرتے ہو جسے تمھاری محبت کی پروا ہی نہیں۔ اسی [illegible] پر مرتے تھے تمھیں شرم نہیں آتی؟" اصل یہ ہے کہ جمیل کے قبیلے والے چاہتے [illegible] کو ثبینہ سے نفرت ہو جائے۔ [illegible] آج [illegible] سے

بثینہ کے اسے اپنا شیدا بنالین - انکی پرطعن و تشنیع کی باتین سن کے جمیل نے چند شعر سنائے جن مین سے آخری شعر کا مطلب یہ تھا کہ "جس سے محبت ہو اسکے جھوٹھ اور اسکی بیوفائی مین بھی مزہ ہے"

اسکے بعد ایک مدت تک دونون مین فراق رہا - لیکن گو کہ جمیل کو کوے جانان مین جانا دشوار نظر آتا تھا مگر شوق دل لے ہی گیا - دونون مین وقت مقرر ہو گیا - اور سواد قبیلہ کے پہاڑون کی ایک محفوظ گھوگھٹ مین عاشق و معشوق ایک دوسرے سے ملے - مگر بثینہ کی ایک لونڈی کو خبر ہو گئی جو کسی بات پر جلی ہوئی تھی - فوراً جا کے اسکے باپ اور بھائی کو خبر کر دی - اسی قدر نہین خود انکے سرون پہ لیجا کے کھڑا کر دیا - دونون نے طیش مین آکے تلوارین کھینچ لین - اور دم سادھ کے آڑ مین کھڑے ہو گئے کہ انکی بے عصمتی و بیحیائی کی باتین سن لین تو حملہ کرین - اتفاقاً جمیل نے آج ہمیشہ کے خلاف دلدار ناز آفرین سے کہا "بثینہ! تم میری آہ و زاری سنتی اور میری بیتابی و بیقراری کو دیکھتی ہو مگر میری اس محبت کی قدر نہین کرتین؟" بثینہ نے کہا "آخر کیا کرون؟ اور تمھاری محبت کی قدر کیونکر کرون؟" بولا "جس طرح عورتین مردون کی محبت کی قدر کر کے ان کی آرزو پوری کیا کرتی ہین" یہ جواب سنتے ہی بثینہ چونک سی پڑی - حیرت زدہ و مبہوت ہو کے جمیل کی صورت دیکھی اور بولی - "تمھاری محبت کی یہی غرض ہے؟ مگر میرے دل مین تمھاری طرف سے خدا کی قسم کبھی ایسا خیال بھی نہین گذرا تھا! مین ایک شریف عرب کی بی بی ہون - اور گناہ سے ڈرتی ہون - اگر پھر کبھی تمھاری زبان سے یہ کلمات نکلے تو یاد رکھنا کہ زندگی مین پھر میری صورت نہ دیکھوگے" یہ جواب سن کے جمیل کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا - مسکرایا اور کہا "بثینہ! مین نے یہ فقط تمھارا امتحان کرنے کے لیے کہا تھا - اور سچ تو یہ ہے کہ اگر تم میری آرزو پوری کرنے کی ذرا بھی مائل ہوتین تو میرا دل ٹوٹ جاتا - دل مین کہتا کہ ایسی معشوقہ مجھے نہین چاہیے - اور تلوار کھینچ کے تمھارا سر اڑا دیتا - لیکن اگر اس کا موقع نہ ملتا تو تمھین چھوڑ کے چلا جاتا اور پھر کبھی نہ ملتا - میری محبت بھی تمھاری طرح پاک ہے جس کو اکثر اپنے اشعار مین ظاہر کر چکا ہون" یہ کہہ کے اسی مضمون کے چند اشعار سنائے - یہ گفتگو سنتے ہی باپ نے تلوار میان مین کر لی - اور

بیٹے سے کہا "چلو گھر لپٹ چلین - اب ہمین ضرورت نہین کہ ایسے پاکباز عاشق کے عشق مین مزاحم ہون - یا بثینہ کو اُسکے پاس جانے سے روکین" بیٹے نے بھی باپ کے خیال سے اتفاق کیا - اور دونون واپس گئے - اور عاشق و معشوق نے اپنی صحبت وصل بے غل وغش پوری کی -

لیکن اس پر بھی اہل قبیلہ کے کہنے سننے سے اور نیز تمام قبائل عرب مین بدنام ہونے کے اندیشے سے پھر بثینہ کو روکا - اور اسکو گوارانہ کرسکے کہ جمیل آزادی کے ساتھ آکے اُن کی لڑکی سے ملا کرے - مگر بثینہ کے دل کو خود ہی ایسا لگاؤ ہوگیا تھا کہ ہزار روک اور بندش ہو وہ جب سنتی کہ جمیل پاس کی پہاڑیون مین آیا ہے کوئی نہ کوئی جتن کرکے پہونچ جاتی اور مل آتی - چنانچہ ایک دن جمیل نے کسی شخص سے کہا بھلا تم میری اتنی مدد کروگے کہ مجھے بثینہ سے ملا دو؟" اُس نے کہا "اچھا" پھر اُسے ساتھ لے جاکے خاندان بثینہ کے پڑاؤ کے پاس کی پہاڑیون مین چھپا دیا - اور اُسکی انگوٹھی لیجا کے چپکے سے بثینہ کے چرواہے کو دی - اور کچھ دے دلا کے کہا "تم اس انگوٹھی کو بثینہ تک پہونچا دو - اُسے فلان مقام کا پتہ دے دو - اور اُس سے وعدہ لے آؤ" - بثینہ انگوٹھی دیکھتے ہی مارے خوشی کے آپے سے باہر ہوگئی - چرواہے کا شکریہ ادا کیا اور رات کو آنے کا وعدہ کیا - چنانچہ رات کو جیسے ہی قبیلے کے لوگ سوگئے وہ چپکے سے دبے پاؤن اُٹھ کے پہاڑون مین آئی - بڑے ذوق وشوق سے ملی - رات بھر یہ صحبت عیش گرم رہی - جمیل کمال بیتابی کے ساتھ اپنے اشعار سناتا رہا اور صبح ہوتے ہی رخصت ہوکے بثینہ اپنے خیمے مین گئی - اور جمیل نے اپنے قبیلے کا راستہ لیا -

(۲)

ان دنون جمیل کا معاصر شاعر کُثیر تھا - اور جس طرح جمیل بثینہ کے شمع رخسار کا پروانہ تھا وہ عزّہ نام ایک مہ پارہ نازنین کی زلف گرہ گیر کا اسیر تھا - اتفاقاً کُثیر ایک دن جمیل سے آکے ملا - جمیل نے پوچھا "کہان سے آتے ہو؟" کہا "بثینہ کے باپ کے پاس سے آرہا ہون" پوچھا "اور جاتے کہان ہو؟" کہا "عزّہ کے شوق دیدار مین جاتا ہون" بولا "تو پہلے ایک کام کرو - عزّہ سے پھر مل لینا - اس

وقت ثبینہ کے قبیلے مین واپس جاؤ۔ اور جس طرح بنے میرے لیے اُس سے وعدۂ وصل لے آؤ۔" کثیر نے عذر کیا کہ "مین ابھی ابھی وہان سے چلا آتا ہون دوبارہ جاتے شرم آتی ہے۔" بولا "شرم آتی ہے تو آیا کرے۔ اسوقت تو تمھین میری خاطر سے وہان جانا پڑے گا۔" مجبور ہو کے کثیر نے کہا "اچھا بتاؤ تمھین اُس سے ملے کتنے دن ہوے؟" کہا "اوائل شوال مین اُس کا دیدار نصیب ہوا تھا۔ اور ہوا یہ کہ مین اُسکے قبیلے کے پڑاؤ کے قریب وادی ردم نام ایک تالاب کے کنارے پہونچا کہ کیا دیکھتا ہون ثبینہ اور اُس کی ایک لونڈی کپڑون کی گٹھری لیے ہوے نہانے اور کپڑے دھونے کو آرہی ہین۔ جب وہ پانی مین اُتر چلین تو مجھ سے نظر دوچار ہوئی تو ثبینہ نے کوئی اجنبی سمجھ کے جھٹ پٹ ایک بھیگی چادر مین منہ چھپالیا۔ اور لونڈی نے پوچھا "آپ کون ہین؟" مین نے کہا "جمیل"۔ نام سنتے ہی ثبینہ نے چہرہ کھول دیا۔ مانوس ہو کے بے تکلف باتین کرنے لگی۔ اور غروب آفتاب کے وقت تک اُس سے لطف و محبت کی باتین ہوتی رہین۔ اب جدائی کی گھڑی آ پہونچی تھی۔ مین نے پوچھا "اب اسکے بعد کب ملوگی؟" بولی "اسوقت اسکا کیا جواب دون؟ ہمارا قبیلہ یہان سے کوچ کرنے والا ہے۔ کسے خبر کہ اب کہان پڑاؤ ہوگا؟ اور کب اور کس جگہ ملنے کا موقع ملے گا؟" لاچار مین چلا آیا۔ جب سے درد فراق مین مبتلا ہون اور اس درد کا علاج سوا تمھارے کسی سے نہین ہو سکتا۔"

کثیر مجبوراً اُلٹے پانوُن ثبینہ کے قبیلے کی طرف پھر چل کھڑا ہوا اور جمیل سے کہتا گیا کہ "جب تک مین واپس نہ آؤن تم یہین ٹھہرے رہنا۔" ثبینہ کے باپ نے جیسے ہی کثیر کو واپس آتے دیکھا جوش مسرت سے مرحبا کہی اور واپسی کا باعث دریافت کیا۔ کہا "آج تین نئے شعر میرے خیال مین آئے ہین۔ جی چاہا کہ تمھین آکے سناؤن۔" جواب ملا "ضرور سناؤ۔ اس سے بڑی کیا عنایت ہوسکتی ہے؟" کثیر نے خیمے کے پاس کھڑے ہو کے اور اس بات کا یقین کر کے کہ ثبینہ کے کان تک آواز پہونچ جائے گی اپنے وہ اشعار سنائے۔ اُن اشعار کا مضمون یہ تھا کہ "مین نے عزّہ سے کہا کہ اپنا قاصد بھیجون گا تاکہ تو بتا دے کہ کب ملے گی۔ اور وصال کے بارے مین تیرا کیا حکم ہے؟ آخری ملاقات وادی ردم مین ہوئی تھی جب کپڑے

دھوئے جا رہے تھے۔" یہ اشعار سنتے ہی شبینہ بیتاب ہو گئی۔ بے اختیار سینے پر ایک دو ہتڑ مارا۔ اور منہ سے نکلا "ارے رے رے!" باپ گھبرا کے اندر دوڑا گیا اور پوچھا "بیٹی کیا ہوا؟ خیریت تو ہے؟" بولی "کچھ نہین۔ وہی کتا تھا جو لوگون کے سو جانے کے بعد رات کو پہاڑون سے نکل آتا ہے۔ میری آواز سن کے بھاگ گیا"۔ یہ کہہ کے اُس نے اپنی لونڈی سے چلا کے کہا "جا دوڑ کے دومات زجند (ٹیلون کا نام) سے لکڑیان لے آ۔ تاکہ ہم ایک بکری ذبح کر کے اپنے مہمان کو کھلائین" کثیر نے یہ سن کے کہا "نہین تکلیف نہ کرو۔ مجھے اسوقت جانے کی جلدی ہے۔ ٹھہر نہین سکتا"۔ اور اسی دم واپس آ کے جمیل سے یہ کیفیت بیان کی۔ وہ سنتے ہی مارے خوشی کے آپے سے باہر ہو گیا اور بولا "میری شبینہ نے اُسوقت جب سارے قبیلے والے رات کو سو چکین گے دومات مین ملنے کا وعدہ کیا ہے"۔ کثیر نے کہا "اگر تمھارے نزدیک اُس نے وعدہ کیا ہے تو چلو"۔ شام ہوتے ہوتے دونون دومات مین پہونچ گئے۔ شبینہ نے ساتھ آنے پر اپنی خالہ زاد بہنون لیلیٰ اور نجیا کو بھی راضی کر لیا تھا۔ جب سب سو گئے تو تینون لڑکیان اپنے خیمون سے نکل کے مقام موعود پر آ پہونچین۔ عاشق و معشوق عجیب خلوص اور خوشی سے ملے۔ صبح تک ایک دوسرے کی باتون اور صحبت جانان کی لذتون مین مشغول اور محو رہے۔ خود کثیر لکھتا ہے کہ "مین نے اپنی زندگی بھر نہ اس سے زیادہ عفت و پاکبازی کی کوئی صحبت دیکھی تھی۔ اور نہ کبھی اس سے بڑھ کے سچی محبت کا کوئی منظر نظر آیا تھا۔ دونون ایک دوسرے کے جذبات سے اس قدر واقف تھے اور دلون کی باتون کو اس طرح سمجھ لیتے تھے کہ سمجھ ہی مین نہ آتا تھا کہ کس کا عاشقانہ علم غیب بڑھا ہوا ہے"۔ آخر روز ہجران کی قیامت کا آفتاب نکلا۔ اور دونون ایکدوسرے سے رخصت ہو کے اپنے گھرون کو سدھارے۔

اس ملاقات کی شبینہ کے گھر والون کو خبر ہو گئی۔ اور سب نے قسم کھائی کہ جمیل جہان ملے گا مار ڈالین گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جمیل و شبینہ پر دنیا تنگ تھی۔ شبینہ تو گھر مین پڑی پڑی کڑھا کرتی۔ مگر جمیل کا یہ عالم تھا کہ جوش عشق جنون اور مالیخولیا کی شان دکھانے لگا۔ راتون کو قبیلۂ شبینہ کے قریب آتا۔ اندھیرے مین ٹیلون پر

چڑھتا - اور رو یار جانان کی طرف رخ کرکے ہوا سے کہتا -

ہبی لی نسمۃ من ریح بثن   ومنی بالھبوب الی جمیل

(بثینہ کی خوشبو کا کوئی جھونکا لا اور جمیل پر اتنا احسان کر کہ اُسکی طرف چل)
یون پہاڑون مین رات رات بھر روتا اور صبح سے پہلے بھاگ جاتا - ادھر بثینہ کا یہ عالم تھا کہ اپنی سہیلیون سے بار بار کہتی "ہاے جمیل کے رونے کی آواز آرہی ہے" وہ کہتین "ہوش کی دوا کرو - جمیل یہان کہان؟"

انھین دنون کثیر سے پھر ملاقات ہوئی - اُسے جمیل کی بتیا بیان دیکھ کے اُس کے چند مشہور اشعار یاد آئے جو اُس نے بثینہ کے فراق مین کہے تھے وہ اشعار پڑھے اور کہا "کیا بثینہ نے یہ شعر نہین سُنے جو اس قدر بے پروا ہے؟" جمیل نے اسی قسم کے چند اشعار کثیر کے پڑھ دیے اور کہا "کیا عزہ کے کان تک تمھارے یہ اشعار نہین پہونچے جو تمھین نہین پوچھتی؟" جواب معقول تھا دونون نے لپٹ کے رونا شروع کیا اور ساری رات آنسو بہاتے رہے۔

آخر جوش عشق اس حد کو پہونچا کہ نہ رہا گیا - اور جان پر کھیل کے جمیل قبیلۂ بثینہ کی طرف چلا - اور ایک تالاب کے قریب ٹھیر گیا کہ بثینہ کی کوئی لونڈی یا اُس کے گلے کی چرانے والی خادمہ ملے تو زہے قسمت - خوشامد و درآمد کرکے پیام شوق لے جانے پر راضی کرے - بثینہ کی کوئی لونڈی تو نہ ملی مگر بنی عذرہ ہی کی ایک اور حبشن لونڈی مشک لیے ہوے پانی لینے کو آگئی - وہ اتفاق سے جمیل کو پہچانتی تھی - صورت دیکھتے ہی چلائی "اخاہ! کیسے رہے؟" اور اُسکے ساتھ ہمدردی کرنے لگی - جمیل نے کہا "تمھین مجھ پر ترس آتا ہے تو اتنا احسان کرتین کہ کسی بہانے سے میری یہ انگوٹھی لیجا کے بثینہ کو دے دیتین - میرا پیام شوق پہونچاتین اور اُس سے وعدۂ وصل لے آتین - تم جب تک واپس نہ آؤگی مین یہان تمھارا منتظر رہون گا" لونڈی نے قبول کیا - اور انگوٹھی لے کے گھر گئی - یہان باتون مین اُسے اتنی دیر ہوگئی تھی کہ اُس کے آقا نے خفا ہوکے پوچھا "اتنی دیر تو نے کہان لگائی؟" اس نے کچھ معمولی عذر کردیے جن کا کسی کو یقین نہ آیا - اور لوگ اُس سے بار بار کے پوچھنے لگے کہ "سچ بتا اتنی دیر سے کہان تھی؟" زیادہ مار پڑی

تو اُس نے ساری کیفیت بیان کر دی - اور جمیل کی انگوٹھی نکال کے اُنکے ہاتھ میں رکھ دی - اس واقعے کی خبر بثینہ کے گھر میں پہونچی تو اُسکے باپ - بھائی اور شوہر تلواریں سُوت سوت کے کھڑے ہو گئے کہ اُسی وقت جا کے اُسکا کام تمام کر دیں گے - خدا کی قدرت دو چار عُذری جوان آ گئے جنھیں جمیل سے ہمدردی تھی - انھوں نے ان لوگوں کو قتل پر آمادہ دیکھ کے کہا "کیا ہوا کیا؟" اُنھوں نے ساری سرگذشت بیان کر کے کہا "جاتے ہیں جمیل کو مار ڈالیں گے" جوانوں نے پوچھا "جمیل ہے کہاں؟" کہا "ان پہاڑیوں کے اُس طرف فلاں تالاب کے کنارے" انھوں نے کہا "لیکن تم نے اُسے کوئی جُرم کرتے یا بثینہ سے ملتے نہیں پکڑا ہے - یوں اس کی نکسیر بھی پھوٹی تو اُسکے اعزہ بدلا لینے پر آمادہ ہو جائیں گے" یہ سُن کے بثینہ کے عزیز خاموش ہوے اور کہا "پھر کیا کریں؟" کہا "اگر اُس سے انتقام لیا چاہتے ہو تو ایسی تدبیر کرو کہ وہ بثینہ کے پاس بیٹھا اور اُس سے باتیں کرتا ہوا پکڑا جائے" - یہ تجویز پسند کی گئی - اور یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ اُسی حبشن لونڈی کو انگوٹھی واپس دی گئی - اور کہا گیا کہ "تو اسے لے جا کے بثینہ کو دے اور اُس سے وعدہ لے - اور یہ نہ بتا کہ کسی اور کو بھی خبر ہو گئی ہے - اور جس وقت وہ جانے کا وعدہ کرے اُس کی جا کے جمیل کو خبر کر دے" لونڈی تو ادھر بثینہ کے پاس گئی - اور یہ لوگ اودھر سیدھے جمیل کی تلاش میں روانہ ہوے - پتہ پوچھا ہی لیا تھا دم بھر میں جا پہونچے اور سارے واقعہ کی خبر کر دی جمیل نے کہا "خیر میں تو چلا جاؤں گا مگر تم بثینہ کو تو خبر کرو - ایسا نہ ہو کہ وہ یہاں آ کے پریشان ہو" سب نے وعدہ کیا - اور جمیل کو وہاں سے بھگا لے آئے اور بثینہ کی لونڈی کو کچھ دے دلا کے راضی کیا - اور اُس کے ذریعے سے اُسے بھی خطرے اور جمیل کے چلے جانے سے آگاہ کر دیا -

اسکے بعد پھر جمیل و بثینہ میں کئی ملاقاتیں ہوئیں - اور اہل قبیلہ کو معلوم ہو گیا کہ بثینہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتی اور برابر جا جا کے ملتی ہے - تب ناچار ہو کے انھوں نے اُمّ منظور نام ایک بُڑھیا کو بثینہ کا نگہبان مقرر کیا جو ہر وقت سائے کے طرح اُس کے ساتھ رہتی اور کسی طرح پیچھا نہ چھوڑتی - جمیل کو شوق دیدار اُمّ منظور کے پاس لے آیا - اُسکے ہاتھ جوڑے - ناک رگڑی - سب طرح کہا کہ "للہ بثینہ کو

ایک نظر دکھا دو۔" وہ بگڑ کے بولی "جاؤ اپنا کام کرو۔ مین کوئی کٹنی نہین ہون۔" جمیل نے کہا "تو ایسا نہ کرو کہ پھر تمھین میری شکایت ہو۔" اُم منظور نے ایک نہ سُنی اور جمیل نے نہایت ہی حسرت کے ساتھ بے نیل مرام واپس آ کے دو شعر کہہ ڈالے جن کا مضمون یہ تھا کہ "ہائے وہ گھڑی نہ بھولے گی جب ام منظور نے سب سے چھپا کے مجھے بثینہ کا جلوہ دکھایا تھا۔" یہ اشعار انکی زبان سے نکلتے ہی قبائل عرب مین مشہور ہو گئے۔ اور جب بثینہ کے شوہر اور باپ بھائی کے کان تک پہونچے تو وہ ام منظور پر بہت بگڑے۔ اس نے لاکھ قسمین کھا کھا کے اپنی براءت کی ایک نہ مانی اور اُس پر سے بھی اپنا اعتبار اُٹھا لیا۔

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جو واقعہ جمیل نے شعرون کے ذریعے سے مشہور کیا اُس کی کچھ اصلیت بھی تھی۔ کیونکہ مصعب بن زبیر نے اپنے عروج اور حکومتِ عراق کے زمانے مین کسی کی زبانی جمیل کے ان دو شعرون مین سے ایک کو سنا تو اُنھین بڑا لطف آیا۔ اور جوش مین آ کے کہنے لگے "کاش یہ معلوم ہوتا کہ اُم منظور نے جمیل کو بثینہ کا جلوہ کیونکر دکھایا تھا؟" جس نے شعر سُنایا تھا اُسی نے انکی تمنا سُن کے کہا "تو مشکل ہی کیا ہے۔ جس اُم منظور کا اس شعر مین ذکر ہے ابھی زندہ موجود ہے خود اُس سے بُلا کے پوچھ لیجیے۔" مصعب نے جہان اُم منظور تھی وہان کے عامل کو حکم بھیجا کہ "اُم منظور کو فوراً میرے پاس عزت و حرمت سے سوار کرا کے بھیجو۔" اور جب وہ آئی تو کہا "بڑی بی اتنا بتا دو۔ تم نے کس ادا سے بثینہ کا جمیل کو جلوہ دکھایا تھا کہ اس سے ایسا مزے کا شعر نکل گیا؟" اُم منظور نے کہا "سنیے۔ مین نے ایک ہار بثینہ کے گلے مین ڈال دیا تھا۔ ایک خمار سر مین لپیٹ دی تھی۔ کاکلون کی چوٹیان گوندھ دی تھین۔ اور مانگ مین خلوق (خوشبو جو صندل کی طرح لگائی جاتی تھی) لگا دیا تھا بس اتنا ہی سنگار کر کے مین نے بثینہ کو ایک جگہ بٹھا دیا اور جمیل کو صرف اتنی اجازت دی کہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کے پاس سے گذر جائے۔ اسی شان سے وہ کن انکھیون سے دیکھتا ہوا گذرا۔ اور قدم قدم پہ پھر پھر کے دیکھتا جاتا تھا یہان تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔" مصعب کو ان دنون عائشہ بنت طلحہ کے عشق کا زور تھا۔ اُن سے نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ اور ہر لحظہ اُن

کے شمع رخسار کے پروانے بنے رہتے۔ ایک بیتابی کے ساتھ ام منظور کو قسم دلائی کہ "یون ہی تم مجھے عائشہ بنت طلحہ کا جلوہ دکھا دو"۔ بڑھیا کو کیا عذر ہو سکتا تھا۔ اپنے خیال کے مطابق عائشہ بنت طلحہ کو اُسوقت کی بثینہ بنا کے بیٹھا دیا۔ ادہر مصعب اونٹ پر سوار ہوکے جس طرح بڑھیا نے بتایا تھا کن انکھیون سے دیکھتے ہوے نکل گئے۔ اور جب تک نظر کام دیتی تھی پھر پھر کے دیکھتے جاتے تھے۔

بہر تقدیر ان دو شعرون سے اُم منظور کا کانٹا تو راستے سے نکل گیا لیکن معشوقۂ پری تمثال کے قبیلے مین میان جمیل جاتے کیونکر؟ وہان جو تھا خون کا پیاسا تھا۔ اور یہان تاب فراق نہ تھی۔ آخر ایک دن چرواہے کا بھیس کر کے چلے ہی گئے۔ اتفاقاً اُس دن بثینہ کے گھر مین چند مہمان ٹکے ہوے تھے۔ آپ بھی اُنکی آڑ مین دبے ہوے ایک کونے مین بیٹھ گئے۔ بثینہ نے پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "ایک محتاج غلام ہون"۔ غلام خیال کر کے اُس نے انکو اور مہمانون سے الگ بٹھایا۔ پھر آگ روشن کی۔ اور وہ خود اور اسکی ایک لونڈی آگ مین گوشت بھون بھون کے سب کو کھلانے لگین۔ اتنے مین آپ نے ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ سرمازدہ شکستہ حال کے لیے کیا حکم ہے؟ وہ رات بھر آگ ہی تاپتا رہے یا اُسے اوڑھنے کو کچھ ملے گا؟" سنتے ہی بثینہ چونک پڑی اور لونڈی سے کہا "یہ تو خدا کی قسم جمیل کی آواز ہے۔ جا کے دیکھ تو سہی"۔ لونڈی نے آکے دیکھا۔ اور واپس آکے چپکے سے کہا "آپ سچ کہتی تھین۔ جمیل ہی ہے"۔ اس جواب پر بثینہ نے بیتاب ہو کے ایک ایسی چیخ ماری کہ پاس پڑوس کے تمام آدمی دوڑ پڑے۔ مگر جب تک کوئی آئے آئے اس نے گھبرا کے اپنا دوپٹہ آگ مین ڈال دیا۔ اور جب لوگون نے آکے چیخنے کا سبب پوچھا تو بولی "ہاے کیا کرون میرا دوپٹہ جل گیا"۔ اسکے بعد جب سب چلے گئے تو لونڈی بھیج کے جمیل کو اپنے پاس بلایا۔ بڑی گرمجوشی سے ملی۔ اپنی کہی اور اُس کی سُنی۔ اور تین دن تک اپنے پاس چھپائے رکھا۔

اس موقع پر بثینہ نے اپنے اعزا اور شوہر کی مرضی کے خلاف نہایت ہی جرأت کا کام کیا تھا۔ لیکن عشق اور اس سچی محبت کے تقاضے سے جو اُسے جمیل کے ساتھ تھی وہ ہر طرح کے خطرون مین پڑنے اور اُس سے بھی بڑھ کے جرأتین کرنے کو تیار

ہو جاتی تھی - چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک اندھیری رات مین جبکہ بادل گرجتا تھا - مینھ برس رہا تھا - اور وہ بنی عذرہ کی کسی دعوت سے واپس آ رہی تھی اسکی بہن اُم الحسین اور کئی اور لڑکیان ساتھ تھین - چلتے چلتے کسی لڑکی پر ایک کنکری آ کے گری - وہ سہم سی گئی اور ڈر کے بولی "یہ کنکری تو کسی جن نے ماری ہے" بثینہ سمجھ گئی کہ جمیل کے سوا اور کوئی نہین ہو سکتا - لڑکیون سے کہا "ہان یہ جنون ہی کا کام ہے - جلدی قدم اُٹھاؤ کہ بھاگ کے اپنے گھر ہو رہین" - اور جاتے ہی پڑ کے سو رہین " سب لڑکیان بجائے اسکے کہ کچھ دیر اُس کے پاس بیٹھ کے باتین کرین بھاگ کے اپنے گھر چلی گئین - فقط ام الحسین اور وہ بُڑھیا اُم منظور جس کا ذکر آ چکا ہے رہ گئین - تو بثینہ خود جا کے جمیل کو اپنے خیمے مین بُلا لائی - اور دونون ساتھ بیٹھ کے باتین کرنے لگے - ساری رات باتون مین کٹ گئی - مگر پچھلے کو نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ دونون ایک دوسرے کے پہلو مین پڑ کے غافل سو گئے - اور اسی حالت مین صبح ہو گئی - پاس ہی خیمے مین اس کا شوہر تھا - اس لیے کہ اُن دونون عربون مین رواج تھا کہ میان بی بی جدا جدا خیمون مین رہا کرتے - اسکے شوہر کا معمول تھا کہ روز صبح کو اپنے غلام کے ہاتھ اُس کے پینے کو ایک کٹورا دودھ خاص اپنے اہتمام سے بھیجا کرتا - اسی معمول کے مطابق آج جو غلام آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ بثینہ کے پہلو مین جمیل پڑا سو رہا ہے - فوراً واپس گیا کہ اپنے آقا کو خبر کر دے - اتفاقاً لیلیٰ نام قبیلے کی ایک عورت نے جو بثینہ کی دوست تھی اُسے روک کے پوچھا "کہان جاتے ہو؟" اور غلام نے سارا حال بیان کر دیا - لیلیٰ کو بثینہ کے حال پر ترس آیا - غلام کو باتون مین لگایا اور چپکے سے اپنی لونڈی کو اشارہ کیا کہ بثینہ کو جا کے ہوشیار کر دے - اُس نے آ کے جگایا - اور ماجرا بیان کیا تو بثینہ گھبرا اُٹھی جمیل کو جھنجوڑ کے اُٹھایا اور کہا "خدا کے لیے اپنی جان بچاؤ!" جمیل نے کہا "مین ڈرنے والا نہین ہون" تلوار کھینچ لی - اپنے بہادرانہ عشق کی مدح مین فخریہ دو شعر پڑھے اور مقابلے کو تیار ہو گیا - یہ دیکھ کے بثینہ اور سہم گئی - اور خوشامد سے کہا "یہ وقت نہ بہادری کا ہے اور نہ شاعری کا - تمھارے لیے نہین مین خود اپنی آبرو کے لیے ڈرتی ہون - اسی مین مصلحت ہے کہ چپکے سے تخت کے نیچے دبک رہو" آخر معشوقۂ نازآفرین

کے کہنے سے جمیل تخت کے نیچے گھس گیا۔ ثبینہ اپنے بچھونے پر لیٹ کے سوتی پڑ گئی اور اُسکے پہلو مین بیجائے جمیل کے اُس کی بہن اُم الحسین آکے لیٹ گئی۔ جب یہ کارروائی ہولی اور لونڈی نے واپس جاکے لیلیٰ کو اشارے سے بتایا کہ انتظام ہو گیا تب اُس نے اُس غلام کو رخصت کیا۔ غلام نے جاتے ہی اپنے آقا ثبینہ کے شوہر کو خبر کی۔ وہ تلوار لے کے دوڑا کہ اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے مٹا دے۔ مگر یہان آکے جب دونون ہم پہلو سونے والون کے مُنھون پر سے چادر ہٹائی تو کیا دیکھتا ہے کہ دونون بہنین آس پاس سو رہی ہین۔ نہایت ندامت کے ساتھ غلام کو گالیان دیتا ہوا واپس گیا۔ اُدھر لیلیٰ اُسی وقت ثبینہ کے ماں باپ کے پاس دوڑی گئی اور کہا ”خدا اُنھین غارت کرے! اپنی لڑکی کو یون بدنام کرتی ہو! اور یہ شریر کانا (ثبینہ کے شوہر کی ایک آنکھ نہ تھی) خدا اس سے سمجھے ہر روز کوئی نئی بات اُٹھا کے کھڑی کر دیا کرتا ہے! وہ دونون داماد کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ہر طرف سے اُس پر لعنت برسنے لگی۔ یہان میان جمیل دن بھر حیلہ جو معشوقۂ پری تمثال کے خیمے مین اُس سے پیار کی باتین کرتے رہے اور جب شام ہوئی تو رخصت ہوے۔ اور آتے ہی اس واقعے کو بھی موزون کر کے سارے عرب مین پھیلا دیا۔

قبیلۂ بنی عذرہ کے جس بطن (شاخ) مین ثبینہ تھی وہ ”بنی الاحب“ کہلاتا تھا۔ اب بنی احب کے ایک نوجوان عبید اللہ بن قطنہ نے جمیل کی ہجو مین اشعار کہنا شروع کیے۔ مگر شاعری مین بھلا جمیل کا کوئی کیا مقابلہ کر سکتا تھا! جواب مین ایسی مٹی خراب کی کہ اُسکے حواس جاتے رہے۔ اور چند روز کے ردوقدح کے بعد اُس نے عہد کر لیا کہ پھر کبھی جمیل کو نہ چھیڑون گا۔ جب وہ ہار چکا تو بنی احب کے ایک اور شخص عمیر بن رمل نے جمیل کی ہجو مین طبع آزمائی شروع کی۔ اور وہ بھی ہار کے ندامت سے خاموش ہوا۔ جمیل نے ان دونون کی ہجوون مین چونکہ سارے قبیلے کے اوپر حملہ کیا تھا اور جن کی ہجو کی تھی وہ ثبینہ کے عزیز تھے اس لیے اُنھین سُن کے ثبینہ بھی جمیل سے خفا ہو گئی۔ اُدھر ثبینہ کے اعزہ سب کی طرف سے ہار کے اپنے علاقے کے حاکم زکوٰۃ عامر بن ربعی کے پاس پہونچے اور فریاد کی کہ ”جمیل ہمارے مردون کی ہجو کرتا ہے۔ ہمارے گھرون مین چھپ چھپ کے آتا ہے اور ہماری عورتون سے عشقبازی کرتا ہے۔“ عامر

نے کہا "ایسا ہے تو تمھارے لیے اُس کا خون حلال ہے۔ جہاں ملے بے تکلف مارڈالو۔ اور کوئی مزاحم ہو تو مجھ سے آکے کہنا"۔ جمیل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بنی احب کے علاقے سے دُور دُور رہنے لگا۔

یہ زمانہ جمیل کے لیے بڑی بدنصیبی کا تھا۔ ایک طرف جان کا خوف تھا اور دوسری طرف بثینہ کی ناراضی کا صدمہ۔ اصل یہ ہے کہ عبیداللہ بن قطنہ اور عمیر بن رمل بثینہ کے عزیز تھے۔ جمیل نے اُن کی ہجو کہی تو اُسے بُرا معلوم ہوا۔ اور کہنے لگی "میرے ساتھ عشق کا تو دعوےٰ ہے مگر میرے عزیزوں کی مذمت کرتے ہیں!" آخر جمیل نے فراق کی بیتابی۔ اور اپنے وفورِ محبت کو اس عنوان سے اشعار میں ظاہر کیا اور اس طرح دل جوئی کی کہ بثینہ کا دل صاف کر دیا۔ خیر جمیل نے اپنی شاعری کے جادو سے بثینہ کو تو مسخر کر لیا لیکن حاکم کے موافق بنانے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔

آخر بےصبریٔ دل کے ہاتھوں سے مجبور ہو کے اس خوف کے زمانے میں بھی ایک دن سب سے چھپ کے بثینہ سے ملا۔ باتیں کیں۔ اور اُسکے پاس بیٹھا ہی ہوا تھا کہ بنی احب سر پہ آپہونچے۔ اور اُسے پکڑ لیا۔ مگر غنیمت یہ ہوا کہ بنی احب جمیل کے قبیلے والوں سے دبے ہوے تھے۔ کیونکہ بنی عذرہ کے جس گروہ میں جمیل تھا وہ بڑا زبردست قبیلہ تھا۔ اس لیے بثینہ کے اعزہ ڈرے کہ اگر جمیل کے قبیلے والے انتقام لینے کو اُٹھ کھڑے ہوے تو کیا کریں گے؟ ناچار خاموش ہو رہے اور اُسے نکل جانے کا موقع دے دیا۔ مگر اُسی وقت والیٔ ملک کے پاس دوڑے گئے اور سارا ماجرا بیان کر کے اپنی عاجزی و بیچارگی ظاہر کی۔ اُس نے حکم جاری کر دیا کہ جہاں ملے گرفتار کر لیا جائے۔ اس حکم کے بعد جمیل کو بھاگتے راستہ نہ ملتا تھا مجبوراً صحبتِ یار سے دست بردار ہو کے ملک یمن کی راہ لی۔ اور وہاں کے دشت و در کی خاک چھاننے لگا۔ یہاں تک کہ وہ والی بدل گیا۔ اور بثینہ کے قبیلے والوں یعنی بنی احب نے بھی علاقۂ شام میں جاکے پڑاؤ ڈالا۔ جمیل کو خبر ہوئی تو پھر آپہونچا۔ اور پہلے کی طرح پھر بثینہ سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔

اب پھر بثینہ کے اعزہ کا کوئی زور نہ چلتا تھا۔ آخر سب کے سب جمیل کے باپ معمر کے پاس آئے جو اپنے قبیلے کا دولتمند حاکم اور صاحب اثر شخص تھا۔ اور بڑی

عاجزی سے کہا "خدا کے لیے اپنے بیٹے کو روکیے - وہ ہماری لڑکی پر اظہار عشق کرتے اوس سے بار بار آ کے ملتے - اشعار مین اُسکے حسن و جمال کا ذکر کرکے اُسے بدنام کرتے اور ہمین ساری دُنیا مین رسوا کرتے ہین"۔ معمر نے وعدہ کیا کہ اچھا مین اُسے سمجھا دون گا"۔ پھر اسکے بعد جب جمیل سے ملا تو کہا "بیٹا - اس گمراہی مین کب تک پڑے رہو گے؟ ایک شوہر والی عورت کے ساتھ علانیہ اظہار عشق کرتے ہو جو ظاہر مین تم سے چکنی چپڑی باتین کر دیتی ہے اور اصل مین اپنے شوہر کی جان نثار ہے - تمھین اس پر شرم نہین آتی کہ جسے اپنی معشوقہ بتاتے ہو وہ روز غیر کا پہلو گرم کرتی ہے؟ تمھاری ان حرکتون کو سُن سُن کے مین مارے غیرت کے مرا جاتا ہون - مگر تم پر اثر نہین ہوتا۔ سچ یہ ہے کہ مین نے نہ تم سے زیادہ نالائق دیکھا ہے اور نہ تم سے بڑھ کے کوئی بیوقوف ہو گا جو ایک ایسی عورت کے شوق بن عمر ضائع کرے جس کا ملنا غیر ممکن ہے۔ بہذا ان بیہودگیون سے باز آؤ - مین نے اس بارے مین خوب غور کر لیا ہے - اگر کوئی صورت امکان مین ہوتی تو تمھارے لیے اپنی ساری دولت خرچ کرکے مین اس عورت کو لے آتا - اور تمھارے حوالے کرتا - خوب یاد رکھو کہ بثینہ جس کی ہونیوالی تھی ہو چکی - تمھارے قبیلے مین ایک سے ایک بڑھ کے خوبصورت لڑکیان پڑی ہین - جس سے کہو شادی کر دون - مگر اُس کا خیال چھوڑ دو"۔ جمیل نے کہا "آپ کی رلے نہایت صائب ہے - اور جو کچھ آپ فرما رہے ہین بالکل بجا و درست ہے - لیکن سچ فرمائیے - اپنے کبھی کسی شخص مین اتنی طاقت پائی ہے کہ اپنے عشق کو دل سے نکال ڈالے؟ اور معشوقہ سے دست بردار ہو کے دل کو تسلی دے سکے؟ خدا کی قسم اگر یہ بس کی بات ہوتی کہ اُس کی یاد کو دل سے بھلا دون اور اُس کی صورت کو جو آنکھون کے آگے قائم ہو گئی ہے سامنے سے ہٹا دون تو مین ہرگز تامل نہ کرتا - مگر افسوس یہ امکان مین نہین - دراصل یہ ایک آفت ہے جس مین پھنس گیا ہون اور اس سے بچنے کی کوئی صورت نہین نظر آتی - جانتا ہون کہ بثینہ کے اعزہ و اقارب اور حکومت دشمن ہے مگر محبت سے باز نہین آ سکتا - یہی نہ کہ کہ اس شوق مین مار ڈالا جاؤن گا؟ تو یہی میری تمنا ہے"۔ اور پُرجوش اشعار مین دل کی حالت ظاہر کرنے لگا - اسوقت اُس نے اپنی بے بسی و بیقراری ایسے موثر

الفاظ مین ادا کی تھی کہ باپ اور تمام سننے والے زار وقطار رونے لگے۔
اب اُسے اپنی زندگی بہت دشوار نظر آنے لگی اور آمادہ ہوا کہ بھاگ کے ملک شام مین چلا جائے۔ چلتے وقت دل مین کہا "اب کوے جانان سے جاتا تو ہئی ہون چلو چلتے وقت ایک رخصتی ملاقات تو کر لون"۔ یہ خیال آتے ہی ایک رات کو جبکہ قبیلے والے غافل تھے بے تکلف بثینہ کے خیمے مین چلا گیا۔ وہ صورت دیکھتے ہی سہم کے رہ گئی۔ اور کہا "خدا کی قسم تم اپنی بھی جان دوگے اور میری بھی جان لوگے! تم کو یہان آتے ڈر نہ لگا؟" جواب دیا "اب تو شام کو جاتا ہون۔ اور جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے۔ آیا ہون کہ تم سے رخصت ہو لون"۔ یہ سُن کے اُس نے پاس بٹھا لیا۔ دیر تک عشق ومحبت کی باتین رہین۔ پھر لپٹ لپٹ کے رخصت ہوا اور کہا "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی مین پھر تمھاری زیارت نہ ہوگی"۔ یہ کہہ کے رویا۔ محبوبۂ پری تمثال کو بھی رُلایا۔ اور اپنے چند اشعار شوق ودرد کے بھرے مین سُنا کے چلا آیا۔
ایک مدت تک ارض شام مین سرگردان رہنے کے بعد پھر واپس آیا۔ اور بثینہ نے اُسکے آنے کی خبر سنی۔ اب بثینہ کی بیتابی وبیقراری بڑھی ہوئی تھی۔ قبیلے کی چند لڑکیون کی معرفت اُسے خود ہی پیام بھیج کے بلوایا۔ اور ایک محفوظ مقام مین اطمینان سے ملی۔ دونون نے اپنے دلون کی حالت ایک دوسرے پر ظاہر کی اور شکایات ہجران کے دفتر کھولے۔ انھین باتون مین مصروف تھے کہ کیا دیکھتے ہین بثینہ کے باپ اور بھائی سر پہ تلوارین لیے کھڑے ہین۔
یہ دیکھتے ہی جمیل بجلی کی طرح تڑپ کر الگ جا کھڑا ہوا۔ تلوار کھینچ لی اور شمشیر زنی کا ایسا کمال دکھایا کہ دونون حریف مقابلے مین عاجز آگئے اور ہمتین ہار کے بھاگ کھڑے ہوے۔ باپ بھائی کے جانے کے بعد بثینہ نے گھبرا کے کہا "اب تم خدا کے لیے واپس جاؤ۔ ذرا بھی ٹھہرے تو مین ایسی رُسوا ہون گی کہ کہین کی نہ رہون گی۔ اور ممکن ہے کہ سارا قبیلہ چڑھ آئے تو پھر کیا کروگے؟" کہا "مین سب سے مقابلہ کرونگا تم شوق سے جاؤ۔ مگر مین یہان ٹھہرا رہون گا۔ اُن کا جو جی چاہے کرین"۔ لیکن بثینہ نے تسلین دلا دلا کے چلے جانے پر مجبور کیا۔ اس واقعے کو بھی اس نے اپنے کلام مین موزون

کیا ہے۔
اب پھر جمیل بثینہ کے قبیلے کے آس پاس مارا مارا پھرتا تھا۔ اور پہاڑون مین بیٹھ بیٹھ کے مصیبت ہجران پر روتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اپنے دو چچا زاد بھائیون ذوق اور مسعدہ سے ملاقات ہو گئی۔ اُن کو پُرجوش اشعار مین اپنا دردِ دل سُنایا اور کہا "خدا کے لیے کوئی ایسی صورت نکالو کہ مین اپنی بثینہ سے مل سکون"۔ انھون نے کہا "تمھارے معاملے مین کون دخل دے؟ اس وقت قبیلے مین ایک سے ایک بڑھ کے حسین لڑکی پڑی ہوئی ہے مگر تم بثینہ کے نام پر مٹے ہوے ہو۔ جو دوسرے کی جورو ہے۔ کامیابی بھی ہو تو یا تم بدکاری مین مبتلا ہو گے جسے ہم تمھاری شان کے خلاف سمجھتے ہین۔ اور یا ذلیل ہو گے جو بات ہمین گوارا نہین ہو سکتی۔ اگر تم اپنے نفس پر تھوڑا سا جبر کرو۔ اپنی خواہشون کو روکو۔ اور پرہیز کی کڑواہٹ گوارا کر لو تو ساری دشواریان دُور ہو جائین"۔ یہ سُن کے جمیل پھوٹ پھوٹ کے رو دیا اور کہا "بھائی اگر یہ میرے بس کی بات ہوتی تو تمھارا کہنا ٹھیک تھا۔ لیکن کیا کرون دل ہی قابو مین نہین ہے۔ مین تو ایک قیدی ہون۔ جو اپنے نفع کی کوئی بات نہین کر سکتا۔ مین تمھارے پاس اس لیے آیا تھا کہ میری مدد کرو اور دردِ دل کا کوئی علاج بتاؤ۔ یہ اگر تم سے نہین ہو سکتا تو نہ سہی۔ مگر مجھے اور زیادہ پریشان تو نہ کرو"۔ یہ سُن کے دونون کو ترس آ گیا۔ اور کہا "خیر اگر تم جان دینے ہی پر تُلے ہوے ہو تو ایک تدبیر ہو سکتی ہے۔ بنی احب مین ہمارا ایک جانی دوست ہے۔ اُس سے مدد ملے گی۔ بثینہ آج ہی رات کو قبیلے کی اور بہت سی لڑکیون کے ساتھ ایک میدان مین کھیلنے کو جائے گی۔ ہم تمھین چھپ کے وہان لیچلین گے۔ اُس سے ملنا۔ جب تک موقع ہو باتین کرنا اور جب صبح ہوتے دیکھنا میرے اُن دوست کے گھر مین جا کے چھپ رہنا۔ اس طرح ایک زمانے تک تم وہان قیام کر کے اُس سے ملتے رہنا"۔ جمیل نے کہا "اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟" اور اُنکے ساتھ بھیس بدل کے راتون رات بنی احب مین جا پہونچا۔ ساتھیون نے وہان پہونچ کے جب اپنے دوست سے یہ خواہش بیان کی تو اُس نے کہا "تم مجھے ایک بڑی آفت مین پھنسا رہے ہو۔ ذرا بھی کھل گیا تو سارا قبیلہ میری جان کا دشمن ہو جائے گا"۔ انھون نے پھر اصرار کیا تو اُس نے جبراً و قہراً منظور کر لیا۔ اور ساتھ ہی

جمیل کو اپنے خیمے مین چھپا کے بٹھالیا - اوررات ہی کو اپنی لونڈی کے ہاتھ اُسکی انگوٹھی بثینہ کے پاس بھیجی - بثینہ انگوٹھی پہچانتے ہی لونڈی کے ساتھ چلی آئی - بڑی گرمجوشی سے ملی - اوررات بھر دونون مین اظہار شوق کی باتین ہی ہوتی رہین - غرض مسلسل تین دن تک دونون یونہین راتون کو ملتے رہے - تیسرے دن جمیل نے بثینہ سے کہا "اس نیکدل آدمی نے ترس کھا کے مجھے اپنے خیمے مین بٹھالیا اورمسلسل تین دن تک ہمین وصل کی لذت حاصل ہوتی رہی - اب اسپر زیادہ بار ڈالنا اچھا نہین ہے - ممکن ہے کہ کسی کو خبر ہو اور اس پر آفت آجائے - اس لیے اب مین رخصت ہوتا ہون"

جمیل اور بثینہ کے عشق مین ایک مرتبہ دو چار روز کے لیے جوش رقابت بھی خلل انداز ہوا تھا - اور ہوا یہ کہ بثینہ اپنے قبیلے کے کسی خوشرو لڑکے سے باتین کررہی تھی کہ جمیل نے دیکھ لیا - اس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ اُسکے سامنے وہ بھی کسی اور جوان لڑکی سے ہنس ہنس کے باتین کرنے لگا - ان واقعات نے دونون دلون مین ذرا سُا کاوٹ پیدا کردی - لیکن اسکے ساتھ ہی ہجر کی تکلیف دونون کو بیقرار و بیتاب کیے ہوے تھی - ایک دن اُسے دُور سے دیکھ کے وہ آئی مگر پاس آکے ٹھٹک کے آڑ مین الگ ہی کھڑی ہو رہی - جمیل کا دل ہاتھ سے نکل گیا - اور تین شعر پڑھے جن مین سے پہلے کا مضمون یہ تھا "مجھے دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ایسا نہ ہو موت مجھے فنا کردے اور دل کی حسرتین دل ہی مین رہ جائین" سنتے ہی بثینہ کا دل بھی ہاتھ سے جاتا رہا - اور دونون مین ملاپ ہوگیا - اس وقت جوش مین آکے بثینہ نے کہا "جمیل اپنا یہ شعر مجھے اپنی زبان سے سُناؤ -

تظل وراء الستر ترنو بلحظها   اذا مر من اترابها من یروقها

(اس کا حسن چاہنے والا اُسکے پاس سے گذرا ہے اور وہ پردے کی آڑ مین کھڑی ہو کے اُسے کن انکھیون سے دیکھ رہی ہے) جمیل نے اس شعر کو پڑھا - بثینہ سُن کے رونے لگی - پھر بولی "جمیل ایسا کبھی نہین ہوا - اور نہین بتاؤ کہ تم سے بڑھ کے میرا چاہنے والا کون ہوگا؟"

اب جمیل ملک شام مین تھا اور اپنے قبیلۂ بنی عذرہ کے سردار کا مہمان تھا -

اُس کی سات بیٹیان تھین اور ساتون حسین و گل اندام تھین - اُس نے چاہا کہ اپنی کسی بیٹی کا اُس کے ساتھ عقد کرے - ان لڑکیون کو سمجھا دیا کہ بناؤ سنگھار کیے رہا کرو - اور جب موقع ملے جمیل کو اپنی صورت دکھا دیا کرو - عاشق مزاج نوجوان ہے - اور اس کے ساتھ شریف - شاید فریفتہ ہو کے کسی کے لیے پیام دیدے - لڑکیون نے یہ معمول کرلیا کہ جب اُسے تنہا پاتین پردہ اُٹھا کے اپنی جھلک دکھا دیا کرتین - جب جمیل کو معلوم ہوا کہ جان بوجھ کے یہ حرکت کرتی ہین تو اُن کی تحقیر اور بثینہ کی تعریف مین چند شعر کہے اور بھاگ کھڑا ہوا - اور راہ مصر کی راہ لی - بنی احب کا پڑاؤ راستے ہی مین تھا - اُن کے قریب پہاڑیون مین ٹھہر گیا اور ارادہ کیا کہ بثینہ کا ایک جلوہ دیکھ لے تو قدم آگے بڑھائے - معشوقۂ شیرین ادا کی ہمکناری کے شوق مین بیتاب تھا کہ ایک دن اتفاقاً بثینہ کے قبیلے کے مرد کہین باہر چلے گئے - بثینہ کا خیمہ سر راہ اُس سڑک کے کنارے تھا جو شام سے مصر کو گئی تھی - کئی دن سے بارش تھی - اب پانی بھی کھلا ہوا تھا کہ بثینہ کیا دیکھتی ہے ایک شکستہ حال بھوکا بدوی خیمے مین آ کے پناہ گزین ہوا ہے - بثینہ کے پاس ایک بڑھیا تھی جو صورت دیکھتے ہی چونک کے بولی "جمیل!" جواب ملا "ہان مین جمیل ہون" اُس نے پنیر اور مسکہ کھلایا پانی پلایا - اور جب اُس کے حواس درست ہوے تو کیفیت پوچھی بولا "تین دن سے سامنے کی پہاڑیون مین چھپا ہوا تھا اور منتظر تھا کہ مرد جائین اور پانی کھلے تو بثینہ سے آ کے ملون اور اُس کا ایک جلوہ دیکھ لون - اس لیے کہ اب مین مصر کی طرف جاتا ہون - پھر دیکھیے زندگی مین آنا نصیب ہوتا ہے یا نہین" - یہ سُن کے بثینہ اُس سے بڑی سچائی اور لطف کے ساتھ ملی - تھوڑی دیر تک دونون نے مزے مزے کی باتین کین - اور جمیل اُس سے رخصت ہو کے مصر چلا گیا -

مصر کا حاکم و والی اُن دنون عبدالعزیز بن مروان تھا - اُس نے جمیل کی بڑی قدر کی - ایک اعلیٰ درجے کے مکان مین ٹھہرایا - ہر طرح کی خاطر مدارات کی - اور بثینہ سے ملا دینے کا مضبوط وعدہ کیا - مگر افسوس جمیل کی عمر نے وفا نہ کی - وہان چند ہی روز کے قیام مین بیمار پڑ گیا - اور مرض مہلک ثابت ہوا - اتفاقاً سہل ساعدی اور ایک اور شخص اُس کی عیادت کو آئے - اس لیے کہ جمیل اُس وقت کا

بےمثل و بےنظیر شاعر تھا اور لوگ اسکی صورت دیکھنے کے مشتاق رہا کرتے تھے۔ سہل بڑے فقیہ اور مقتدائے ملت تھے اُن کو دیکھ کے جمیل نے پوچھا "بھلا ایسے شخص کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں جس نے زندگی بھر نہ کبھی زنا کیا ہو نہ شراب پی ہو۔ نہ کسی کی جان لی ہو۔ اور بیچاس سال سے اس بات کی شہادت دیتا رہا ہو کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" سہل نے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ اُس کی نجات ہو گی۔ مگر ان خوبیوں کا کون آدمی ہے؟" بولا "یہ خاکسار" سہل سُن کے حیران رہ گئے اور حیرت کے ساتھ پوچھا "بڑے تعجب کی بات ہے کہ قریب قریب تمھاری ساری زندگی تو بثینہ پر اظہار عشق کرتے گذری ہے اور اپنے آپ کو ایسا پاکباز و متقی بتاتے ہو!" جواب دیا "آپ جانتے ہیں کہ اب میں چند ہی روز کا مہمان ہوں۔ لیکن مرتے وقت بھی دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے محمد رسول اللہ صلعم کی شفاعت نہ نصیب ہو اگر کبھی میں نے بُری نیت سے بثینہ کے بنڈے میں ہاتھ بھی لگایا ہو۔ وصال میں اکثر میرا یہ کام ہوا کرتا کہ اُسکا نازک ہاتھ لے کے اپنے مضطر دل پر رکھ لیا کرتا۔ جس سے ذرا تھوڑی دیر کے لیے تسکین ہو جاتی اور اُسکے بعد پھر وہی بیقراری پیدا ہو جاتی۔

شاید اس کے چند ہی روز بعد کا واقعہ ہے کہ بنی احب کے خیموں کے پاس ایک دن ایک شتر سوار آیا۔ اونٹنی سے اُتر کے ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور ایک پُرسوز نوحے کی دُھن میں تین شعر گا گا کے سنائے۔ جن کا آخری شعر یہ تھا۔

قومی بثینۃ فاندبی بعویل وابکی خلیلک دون کل خلیل

(بثینہ اُٹھ۔ اور چلّا چلّا کر بین کر۔ اور اپنے اُس محب پر رو جو سب دوستوں سے (دتی تھا)

یہ اشعار نہ تھے جادو تھے۔ کہ سنتے ہی سارے قبیلے کی عورتیں خیموں سے نکل پڑیں۔ اور سراسیمہ و مضطر اس تازہ وارد شخص کی طرف دوڑیں۔ آگے آگے ایک غزال رعنا اور حور وش ماہ سیما تھی جو نہایت بدحواس اور مضطرب الحال نظر آتی تھی۔ اپنے کُرتے کے دامن میں اُلجھتی اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔ "اے شخص اگر تو سچا ہے تو تو نے مجھے مار ڈالا۔ اور اگر جھوٹا ہے تو رسوا کر دیا۔ خدا کے لیے بتا ماجرا کیا ہے؟" اُس نے کہا "میں جھوٹا نہیں سچا ہوں۔ جمیل عذری نے ارض مصر میں انتقال کیا۔ وہاں مجھ سے اُن سے راہ و رسم پیدا ہو گیا تھا۔ ان

دونوں جب وہ سخت بیمار ہوے اور یقین آگیا کہ یہی مرض موت ہے تو ایک دن تنہائی مین اُنھون نے مجھ سے کہا کہ "ایک بات کا اقرار کرو - جب مین مرجاؤن تو میرے پاس جو کچھ ہے تم لے لو اور مجھے دفن کرو - پھر اسکے بعد میری اونٹنی پر سوار ہو کے قبائل بنی عذرہ مین سے قبیلۂ بنی احب مین جاؤ - وہان پہونچ کے میری قبا پہن لو - اس کا گریبان چاک کرڈالو - اور کسی بلندی پر کھڑے ہو کے میرے یہ تین شعر بہ آواز بلند اہل قبیلہ کو سُنا دو - چنانچہ دیکھ لو یہ اُنھین کی قبا مین پہنے ہوے ہون جس کا گریبان چاک ہے"

یہ حالت سننے کے بعد پھر بثینہ کو کہان قرار تھا؟ زور و شور سے رونے پیٹنے اور بین کرنے لگی - اور قبیلے کی ساری عورتین ماتم مین اُسکے ساتھ شریک تھین - روتے روتے غش کھاکے گر پڑی - پھر دیر کے بعد اُٹھی اور جمیل کے مرثیے مین اپنے اشعار پڑھنا شروع کیے جو برابر تین شبانہ روز تک زبان پر جاری تھے - یہان تک کہ تیسرے دن اِسی غم مین وہ بھی دنیا سے چل بسی - اور ۸۲ھ مین دونون عاشق و معشوق کی زندگی کے ساتھ اُنکی داستان عشق بھی ختم ہو گئی -

اہل ادب مین ایک ایسا واقعہ مشہور ہے جو بثینہ کے اسوقت مرجانے کے خلاف ہے - وہ یہ کہ بثینہ جب بڑھیا ہوگئی تو ایک دن عبد الملک بن مروان نے بُلوا کے اسکے اور جمیل کے عشق کے حالات اس کی زبان سے سنے اور ہنس کے کہنے لگا "بثینہ - تم مین کوئی خوبی نہین نظر آتی - آخر تم مین کیا بات تھی جو جمیل تم پر عاشق ہو گیا؟" بثینہ نے برجستہ جواب دیا "اور آپ مین کیا بات تھی جو لوگون نے آپ کو خلیفہ بنا لیا؟" اس جواب پر عبد الملک مارے ہنسی کے لوٹ گیا - اور انعام و اکرام کے ساتھ بثینہ کو رخصت کیا -

اس قصے کو کسی شخص نے بنا لیا ہے - اور اگر صحیح ہے تو بثینہ کا نہین کسی اور عورت کا ہے - اس لیے کہ اہل سیر کو اسپر اتفاق ہے کہ جمیل کی خبر مرگ سننے کے بعد بثینہ تین دن سے زیادہ نہین جی - علاوہ برین واقعات مندرجۂ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ بثینہ جوان مری ہے - جبکہ اسکے حسن و جمال مین کسی قسم کا فرق نہین آنے پایا تھا - اور عبد الملک بن مروان ۸۶ھ مین یعنی جمیل کی وفات کے چار

ہی برس بعد دنیا سے رخصت ہوگیا اس لیے یہ غیر ممکن ہے کہ چار ہی سال کے اندر شگفتہ جوان سے بڑھیا اور ایک گل اندام حسینہ سے کریہ منظر ضعیفہ ہوگئی ہو۔

لطیفہ ہمدانیہ

ہم حسن کی کرشمہ سازیوں کے بہت سے نمونے ناظرین دلگداز کی پرشوق نگاہوں کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ لیکن عفت و محبت کا ایک یہ کرشمہ بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ ہارون رشید کے زمانے میں قبیلۂ ہمدان کا ایک شریف عرب اپنی ایک پری وش اکلوتی بیٹی کو بچپن ہی میں یتیم چھوڑ کے مرگیا۔ یہ معصوم اور الھڑ لڑکی حسن و جمال میں جواب نہ رکھتی تھی۔ اور "لطیفہ" اسکا نام تھا۔ چچا نے اپنے گھر میں رکھ کے ناز و نعم سے پالا۔

اسکے چچا کا وصیف نام ایک خوش رو و گل اندام فرزند لطیفہ کا ہم سن اور ہم مکتب تھا۔ دونوں ایک ساتھ رہتے اور ایک ساتھ پرورش پاتے تھے۔ بچپن سے دونوں موسم بہار کے نوشگفتہ پھول بنے ہوئے تھے۔ اور جوں جوں بڑے ہوتے شگفتگی اور خوبصورتی بھی ترقی کرتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دونوں کے عنفوان شباب کا زمانہ آگیا۔

اس پرخطر عہد زندگی کے شروع ہوتے ہی یکایک لطیفہ کی زندگی میں ایک تغیر شروع ہوا۔ چہرے کی بشاشت اور شگفتگی رخصت ہوگئی۔ لالۂ نوشگفتہ کے سے گال مرجھا گئے۔ آنکھوں سے حسرت ٹپکنے لگی۔ چہرہ اداس ہوگیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چمن حسن کے پھولوں پر اوس پڑ گئی۔ چچا جو اُسے پھول کی طرح رکھتا تھا نہایت متردد ہوا۔ اس انقلاب کا سبب پوچھا۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ دل کا حال کھلتا ہی نہ تھا۔ آخر سب نے بیماری تجویز کی اور علاج کے لیے اطبا کی طرف رجوع کی گئی۔ مگر چند روز میں تجربہ ہوگیا کہ مرض پر حکیموں کا بھی کچھ زور نہیں چلتا۔

چچی ایک زیرک اور ہوشیار و زمانہ شناس خاتون تھی اُس نے کئی دفعہ دیکھا کہ وصیف کے حرکات و سکنات کو لطیفہ حسرت کی آنکھوں سے دیکھتی ہے اور بار بار اُس کی صورت دیکھ کے اندر ہی اندر ایک ٹھنڈی سانس بھر کے رہ جاتی ہے یہ دیکھ کے اُس نے دل میں کہا کہ اس لڑکی کی یہ ساری بیماری اسی وجہ سے تو نہیں ہے؟

اور کوشش کی کہ زیادہ آزمائے تو اس مرض کے دفیعے کی کوئی تدبیر نکالے۔ اُس نے یہ بھی دیکھا کہ لڑکی کو بار بار غش سا آجاتا ہے۔ اور بے اختیار بیہوش ہو کے گر پڑتی ہے۔ چچی نے اسکے غش کے اوقات پر غور کرنا شروع کیا تو یہ کُھلا کہ جب واصف گھر مین اور لطیفہ کی آنکھون کے سامنے ہوتا ہے تو وہ ہوش میں رہتی ہے اور حسرت واندوہ کے ساتھ اُسکی طرف نگران پائی جاتی ہے۔ مگر جب واصف کہین باہر چلا جاتا ہے تو بیہوش اور آپ سے باہر ہو جاتی ہے۔ یہ حالات دیکھ کے اُسے یقین آگیا کہ لطیفہ کا مرض یقیناً مرض عشق ہے۔ شرافت اور عصمت کے جوش سے دل میں دباتی ہے۔ جس سے پُر آتش تنور سینہ مین اس بلا کی اُمس پیدا ہوتی ہے کہ ہوش و حواس نہین بجا رہتے۔

اس امر کا پورا یقین کر لینے کے بعد اُس خاتون نے اپنے شوہر سے ذکر کیا۔ اُس نے کہا "اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ غنیمت سمجھو کہ کسی اور کو ابھی خبر نہین ہے۔ ورنہ یہ کہنے کو ہوتا کہ بیٹی کی شادی اُس نوجوان سے کر دی جو پہلے سے اُس پر عاشق تھا۔ اور ہم قبیلہ مین کسی سے چار آنکھین کرنے کے قابل نہ رہتے۔ اور میرا تو پہلے سے ہی ارادہ تھا۔ خیر خدا مبارک کرے۔ اور دو ہی چار روز کے اندر قاضی صاحب کو بُلوا کے دونوں کا نکاح پڑھوا دو"۔ غرض ہنسی خوشی دونون کی شادی ہو گئی۔ اور لطیفہ کا مرض دُور ہو گیا۔ اُسکے گلِ رخسار اب پہلے سے زیادہ شگفتہ تھے۔ نرگسین آنکھون مین بے نظیر رسیلا پن پیدا ہو گیا اور دونون طالبان وصال عیش و کامرانی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ جو سچے عاشقون کو بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ واصف بھی طبیعت کا شوقین واقع ہوا تھا۔ پری جمال و ناز آفرین دولھن کو تاکید کر دی کہ ہمیشہ آراستہ و پیراستہ رہا کرو۔ بناؤ سنگھار کبھی ناغہ نہ ہو۔ اور اچھے سے اچھا عطر لگاتی رہا کرو۔ لطیفہ نے معشوق شوہر کا یہ مذاق دیکھ کے ایسا بننا سنورنا اور نکھرنا شروع کیا کہ جنت کی حور اور کوہ قاف کی پری معلوم ہوتی۔ جسنے معشوق شوہر کو عاشق صادق بنا دیا۔

مگر افسوس عشق دنیا مین نامرادی و ناکامی ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اگر مان باپ۔ اعزہ و اقارب۔ دوست احباب سب موافق ہون تو قدرت آپ ہی

سامانِ حسرت وناکامی پیدا کردیا کرتی ہے۔ اس مقصدوری اور آرزومندی کی زندگی کو چند ہی برس گذرے تھے کہ واصف بیمار پڑا۔ چند روز میں سوکھ کے کانٹا ہوگیا۔ اور تھوڑے دنوں بعد عین عالمِ شباب میں دنیا سے رخصت ہوگیا۔ اس جوانامرگ کا صدمہ ماں باپ کو اور قبیلے کے ادنیٰ و اعلیٰ کو ہوا مگر اُس مایوس تمنا لطیفہ کے دل پہ جو گذری بیان سے باہر ہے۔ عاشق شوہر کی یاد تو اُسکو کسی طرح بھولتی ہی نہ تھی۔ مگر اپنے جمالِ حسن پر خاک ڈالنے کو اُس نے اپنے واسطے زیب و زینت کو ہمیشہ کے لیے لازمی کرلیا۔ صبح و شام شوہر کی یاد میں ماتم کرتی۔ دن بھر آہِ جگر دوز کھینچتی۔ اور روز بن ٹھن کے واصف کی قبر پہ جاکے گھنٹوں آنسو بہاتی۔ رخسار کے پھولوں کو آنسوؤں کے گرم پانی سے دھو دھو کے روز کھلاتی۔ اور جب دیکھتی کہ رات زیادہ آگئی ہے تو خاک اُڑاتی ہوئی گھر واپس آتی۔ غرض اُسکا یہ معمول تھا کہ بھاری جوڑا پہن کے۔ سارے زیور سے سج کے۔ خوب بن ٹھن کے، اور عطر لگا کے قبر پہ آیا کرتی۔

اسی معمول کے مطابق ایک دن وہ بناؤ چناؤ کرکے تربتِ جانان پر بیٹھی اشکِ خونیں کے پھول چڑھا رہی تھی کہ عرب کے مشہور شاعر اور ایام عرب کے نامی مورخ اصمعی کا اُدھر سے گذر ہوا۔ ایک اور خوش فکر شاعر اُسکے ساتھ تھا۔ دونوں نے دُور سے جو ایک بنی سنوری نازنین کو ایک قبر پہ خاموش بیٹھے دیکھا تو متحیر ہوکے قریب گئے کہ اُس کی عجیب و غریب سوگواری کی داستان سنیں۔ لطیفہ نے جو دو نامحرموں کو قریب آتے دیکھا چادر اوڑھ کے گھونگھٹ نکال لیا۔ سارا پنڈا سمیٹ کے چادر میں ڈھانک لیا۔ اور چہرہ سرنگون کرلیا۔

اصمعی نے جب دیکھا کہ وہ متوجہ ہی نہیں ہوتی تو پوچھا "آخر اس رنج و الم کا کوئی سبب بھی ہے؟ اور گو ہم اجنبی ہیں مگر دردِ دل کا اظہار خوبصورت چہرے کا دکھانا نہیں ہے کہ آپ کو اس میں تامل ہو" جواب میں بجائے اسکے کہ بات کرے اُس نے یہ دو شعر پڑھ دیے۔

فَاِنْ تَسْئَلَانِیْ فِیْمَ حُزْنِیْ فَاِنَّنِیْ رَهِیْنَةُ هٰذَا الْقَبْرِ یَا فَتَیَانِ

(اگر تم دونوں یہ پوچھتے ہو کہ میرا غم کیوں ہے تو اے نوجوانو میں اس قبر کے ہاتھ گرو ہوں.

وانی لاستحییہ والترب بیننا — کما کنت استحییہ حین یرانی

دگوکہ ہمارے اُسکے درمیان مٹی کا ڈھیر حاجب ہے مگر مین اُس سے اب بھی ویسی ہی شرماتی ہون جس طرح کہ اُسکی آنکھون کے سامنے شرمایا کرتی تھی۔

اصمعی کہتاہے کہ اس نازنین کا یہ برجستہ جواب سُن کے ہم دونون مبہوت و ششدر رہ گئے۔ مگر وہان زیادہ ٹھہرنا مناسب نہین معلوم ہوا۔ پاس سے ہٹ آئے اور اُسکی نظر بچا کے قریب ہی درختون کی آڑ مین چھپ رہے تاکہ دیکھین یہ نازنین یہان اکیلی بیٹھ کے کیا کرتی ہے۔ اور اتنے قریب تھے کہ اُسکی آواز بخوبی ہمارے کانون مین آسکتی تھی۔ اب میدان خالی دیکھ کے اُس نے یہ اشعار سوز و گداز کے لہجے مین گانا شروع کیے:

یا صاحب القبر یا من کان یونسنی — وکان یکثر فی الدنیا موالاتی

اے قبر والے! اے وہ جو میرا انیس تھا اور میرے لیے سامان محبت بڑھاتا ہی جاتا ہے۔

قد زرت قبرک فی حلی وفی حلل — کاننی لست من اہل المصیبات

مین نے بھاری جوڑے پہن کے اور گہنے سے آراستہ ہو کے تیری قبر کی زیارت کی۔ جیسے مجھ پر کوئی مصیبت پڑی ہی نہین۔

ارمت ما کنت تہوی ان تراہ وما — قد کنت تالفہ من کل سیئات

مین نے تو اپنے اوپر فرض کر لیا ہے کہ جیسا تم مجھے دیکھنا چاہتے تھے ویسا ہی دکھاؤن اور جتنی دھجین تھین پسند تھین تمھارے سامنے رہین۔

یہ اشعار سُن کے اصمعی پر بے انتہا اثر پڑا۔ وہ اور اُسکا رفیق شام تک یہین چھپے رہے۔ یہان تک کہ رات ہوئی اور حسرت نصیب لطیفہ قبر سے اُٹھ کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی۔ جذبات انسانی کے یہ دونون جاسوس بھی اندھیرے مین اُسکے پیچھے ہو لیے۔ اور جب وہ اپنے گھر مین داخل ہوئی تو اُنھون نے اُسکا پیچھا چھوڑا۔ اور واپس آکے یہ سرگذشت ہارون رشید سے بیان کی۔

رشید نے سنتے ہی ایک آہ کھینچی اور کہا "آہ! دنیا مین سب نعمتیں مل جاتی ہین مگر ایسی وفادار بی بی نہین نصیب ہو سکتی۔ کاش وہ میری بی بی ہوتی۔ مگر

جو کچھ ہو کوشش ضرور کرون گا" اور فوراً اپنے عامل حیرہ کو فرمان بھیجا کہ فلان مقام پر اور فلان بستی مین فلان مکان مین ایک کمسن بیوہ ہے - اُسکے ولیون کو دس ہزار درہم میری طرف سے بطریق مَہر دو اور اُس حسین لڑکی کو نہایت ہی عزت و آبرو سے میرے پاس بھیجو۔

افسوس رشید نے اس نازنین کی قدردانی تو کی مگر اس کا خیال نہ کیا کہ ایسی محبت و عصمت والی بی بی جس کی ہوئی اُسکی ہوئی - پھر اُسکے بعد کسی دوسرے کی نہین ہو سکتی - اور اگر دوسرے کی ہو جائے تو پھر محبت ہی کیا ہے؟ والی بصرہ نے لطیفہ کے چچا کو روپیہ دیا - اور بلا لحاظ رضامندی حاکمانہ انداز سے لڑکی کو رخصت کرا کے بڑے کر و فر اور نہایت ہی اہتمام کے ساتھ بغداد کی طرف روانہ کیا - اور حسرت نصیب لطیفہ سے وہ پیاری قبر بھی چھڑا دی جو اُسکے جینے کا سہارا تھی جسکے سامنے بن ٹھن کے اور سیکڑون طرح کے بناؤ کر کے وہ اپنے دل کی بھڑاس نکالتی اور دنیا کو اپنے حُسن کی بہار دکھا دیا کرتی تھی - اب شاہی جلوس اُسے ملکۂ عالم بنا کے بغداد کی طرف لیے جاتا تھا - مگر اُس کا دل مرحوم محبوب کی قبر ہی سے لپٹا ہوا تھا اسی کشمکش مین مدائن کے کھنڈرون تک پہونچی تھی کہ فراق تربت دلدار کے صدمہ سے ناگہان روح پرواز کر گئی - سب اسے کہ کے رہ گئے - اور اصمعی اور رشید دونون اپنی اس جبریہ کارروائی پر کف افسوس ملنے لگے - اُس کے اس جان دینے کا رشید کے دل پر اس قدر اثر پڑ گیا تھا کہ اصمعی کہتا ہے "اُس کی یاد زندگی بھر نہ بھولی - اور جب یاد آ جاتی اُس دردمند خلیفہ کی آنکھون مین آنسو بھر آتے"!

عُمارہ

یہ عہد اولین اسلام اور صحابۂ کرام کے دَور کی ایک پاکدامن و پرہیزگار حسینہ تھی جس کو یہ خاص شرافت حاصل تھی کہ بنی ہاشم کی اور اُن مین سے بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی محترم و معزز لونڈی تھی - لونڈی کے ساتھ معزز و محترم کا لفظ ہمارے زمانے مین بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے - مگر قطع نظر اسکے کہ خاندان نبوت کی غلامی بھی ایک بڑی شرافت و عزت ہے جن دونون کا حال ہم بیان کر رہے ہین

اُس زمانے مین اکثر صاحب جمال و کمال لونڈیان فی الحقیقت بہت ہی معزز و محترم اور آزاد بیبیون سے زیادہ ممتاز و مکرم ہوا کرتی تھین۔

چنانچہ یہی عمارہ جو حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کی محبوبۂ خاص تھی حسن و جمال مین جواب نہ رکھتی تھی۔ شائستگی و تہذیب اور عصمت و حرمت کے کمال مین بے نظیر و بے ہمتا تھی۔ اور ان سب کمالات کے علاوہ فن موسیقی مین بھی بے مثل و بے مثال تھی۔ ایسا پیارا گلا پایا تھا کہ جو کوئی اُسکا نغمۂ دلکش ایک دفعہ سُن لیتا زندگی بھر کے لیے اُسکے شمع رخسار کا پروانہ ہو جاتا۔ ان تمام کمالات نے عبداللہ بن جعفر طیار کو اُس کا عاشق شیدا بنا دیا تھا۔ اور یہ حال تھا کہ بے اُسکے کبھی چین نہ پڑتا اور کسی حال پر قرار نہ آتا۔ چنانچہ سفر و حضر مین ساتھ رہتی اور جہان جاتے اُسے ضرور ساتھ لے لیتے۔ اس لیے کہ بے اُس کے اُنھین اپنی زندگی دشوار نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ اپنے بعض حقوق حاصل کرنے کے لیے اُنھین حضرت معاویہ سے ملنے کو دمشق کا سفر کرنا پڑا۔ اس طولانی سفر مین بھی اُنھون نے عمارہ کو ساتھ لے لیا۔ اور ارض شام کے مرغزارون کو طے کرتے ہوے خاص دار الخلافت دمشق مین پہونچے۔ معاویہ سے ملے۔ چندروز اُنکے یہان رہے۔ اور اپنے مقاصد مین کامیاب ہو کے مدینۂ طیبہ مین واپس آئے۔

زمانۂ قیام دمشق مین ایک دن یزید اُن سے ملنے کو آیا۔ چونکہ خلیفۂ وقت کا بیٹا اور ولیعہد خلافت تھا۔ اس لیے اُنھون نے اُس کی بڑی خاطر تواضع کی۔ ادب و اخلاق سے ہاتھون ہاتھ لیا۔ اور اُس کی دلچسپی کے لیے عمارہ کو پردے سے باہر لا کے گانا سُنوایا۔ یزید صورت دیکھتے ہی عمارہ کی زلف گرہگیر کا اسیر ہو گیا۔ اور جب گانا سنا تو ہجوم شوق نے آپے سے باہر کر دیا۔ دل مین آرزو پیدا ہوئی کہ اس دلفریب پریجمال کو اپنے قبضے مین لائے مگر کوئی تدبیر نہ بن پڑی۔ اور کلیجے پر صبر کی سل رکھ کے خاموش ہو رہا۔

حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو نازآفرین عمارہ پھر یاد آئی اور جو دشواریان وصال سے مانع تھین حکومت کے غرور نے اُنھین اُس کی نظر کے سامنے سے ہٹا دیا۔ رازداران صحبت سے مشورہ کیا کہ ”عبداللہ بن جعفر طیار کی

لونڈی عمارہ کے لیے سخت بیتاب ہون - اور جب یاد آتی ہے دل ہاتھون سے تھام کے
رہ جاتا ہون - بتاؤ کہ اُسے کس تدبیر سے حاصل کرون؟" مشیرون نے کہا "یہ معاملہ
نہایت مشکل ہے - جعفر طیار کے صاحبزادے کوئی معمولی شخص نہیں ہین مسلمانون پر
اُن کا جو اثر ہے آپ کو معلوم ہے - اور آپ کے والد اُن کا جس قدر پاس و لحاظ
کیا کرتے تھے وہ بھی آپ اپنی آنکھون سے دیکھ چکے ہین - ایسا نہ ہو کہ جوش عشق
مین آپ سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے اور انجام اچھا نہ ہو - اس بارے مین
خوب غور کر لیجیے - اور جو کچھ کیجیے حکمت عملی سے کیجیے تاکہ کسی قسم کی بدنامی نہ آئے"
یزید خاموش ہو گیا - اور چند روز اسی اُلجھن مین رہنے کے بعد آخر ایک
عراقی شخص کو خلوت مین بُلایا جو نہایت ہی چالاک، اور مکاری و فریب دہی
مین طاق خیال کیا جاتا تھا - اس سے اپنے دل کی کیفیت اور اپنی بیقراری کی
وجہ بیان کی، اور کہا "کوئی ایسی تدبیر کرو کہ حسین و پریوش عمارہ مجھے مل جائے"
اُس نے کہا "کامیابی تو خدا کے ہاتھ ہے مگر مین کوئی تدبیر اُٹھا نہ رکھون گا - آپ
مجھ سے یہ نہ پوچھیے کہ کیا کرون گا - مگر عنقریب دکھا دون گا کہ مین نے کیا کیا" یزید
نے اس معاملے کو اسی پر چھوڑ دیا - اور بہت کچھ زر و جواہر اور مال و دولت دے کے
رخصت کیا -

عراقی دوسرے دن ایک دولتمند تاجر بن گیا - اور مال و اسباب کا ایک
لدا پھندا قافلہ ساتھ لے کے ارض حجاز کی راہ لی - قطع منازل کے بعد مدینۂ طیبہ
مین داخل ہوا - اور عبداللہ بن جعفر طیار کے گھر کے سامنے جو میدان پڑا تھا اس
مین اُتر پڑا - عبداللہ نے ایک دولتمند تاجر کے آنے کا حال سُنا تو اخلاقاً اپنا مہمان
تصور کر کے اُس سے ملے - اُس نے کچھ ایسی باتین بتائین اور اس قدر ادب و
تعظیم - اخلاق و تہذیب سے ملا کہ پہلی ہی ملاقات مین ہاشمی شریف زادے کو اپنا
گرویدہ بنا لیا - پھر اُس نے بار بار قیمتی اور پسندیدہ تحفے ہدایا پیش کر کے اُنکے مزاج
مین بیحد رسوخ پیدا کر لیا - یہان تک کہ ہر وقت عبداللہ اُسی کی صحبت مین بیٹھے
رہتے - اور روز بروز اُسکے زیر بار احسان ہونے کے ساتھ اُسکے دلی دوست بنتے
جاتے - یہان تک کہ ایک بار اُسے بھی عمارہ کا گانا سُنوا دیا -

عمارہ کی صورت دیکھ گئے اور گانا سُن کے وہ بے انتہا محظوظ ومسرور ہوا۔ اُسکے کمالات کا حد سے زیادہ اعتراف کیا۔ اور تعریف کے پل باندھ دیے۔ اور کہا "ایسی پری جمال وصاحب کمال نازنین روے زمین پر کہین نہ ملے گی۔" عبداللہ بن جعفر اپنی محبوبہ کی تعریفین سُن کے خوش ہوے۔ اور کہا "بھلا ایسی حسین نازنین اور ان صفات کی حوروش آپ کے نزدیک کس قیمت کو ملے گی؟" اُسنے کہا "ایسی نازآفرین حورطلعت کی قیمت سلطنت وخلافت ہے۔" اس پر ہنس کے عبداللہ نے کہا "معلوم ہوتا ہے میرے خوش کرنے کے لیے آپ لقلقے باندھ رہے ہین۔ اور ایسے آسمان پر چڑھائے دیتے ہین۔" یہ سُن کے اُس مصنوعی سوداگر نے کہا "آپ مذاق سمجھتے ہین! مگر مین اصل حقیقت عرض کر رہا ہون۔ آپ جانتے ہین کہ مین ایک زبردست تاجر ہون۔ اور میرا کام ہے کہ پیسہ پیسہ جوڑکے دولت جمع کر دون۔ لیکن اس پر بھی اگر آپ بیچین تو دس ہزار اشرفیان دینے کو طیار ہون۔" عبداللہ نے دل مین خیال کیا کہ یہ مذاق کر رہا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ خیال کیا کہ یہان اسکے پاس اتنی دولت کہان سے آ جائے گی؟ دلگی دلگی مین انکی زبان سے نکلا "تو مین نے بیچا۔" ساتھ ہی اُس بنے ہوے تاجر نے کہا "اور مین نے مول لیا۔" کہہ کے اُٹھا کہ رقم لاکے پیش کرے تو عبداللہ گھبرائے اور کہا "مین مذاق کر رہا تھا۔ آپ اشرفیان لانے کی زحمت نہ فرمائین۔ بھلا مین ایسی محبوبہ کو اپنے سے جدا کر سکتا ہون جس کے سہارے سے جی رہا ہون؟"

اب اُس مکار حریف صحبت کی صورت نہایت ہی متین ہو گئی اور ذرا سختی کے الفاظ مین کہنے لگا "مولانا یہ تجارت اور معاملت ہے جس مین کوئی کسی کی مروت نہین کر سکتا۔ یہ مذاق نہین ہے کہ آپ نے اس پریوش نازنین کو بیچا اور مین نے مول لیا۔ معاہدۂ بیع تکمیل کو پہونچ گیا۔ اور آپ کے لیے چون وچرا کی گنجایش نہین باقی ہے۔ بدعہدی آپ کی شان سے بعید ہے۔ اور جب آپ ہی سے ایسے حرکات سرزد ہون گے تو پھر اورون کا کیا اعتبار باقی رہے گا۔" عبداللہ نے پھر عذر کیا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور آخر دیر تک رد وقدح کے بعد عبداللہ کو مجبور ہونا پڑا کہ دس ہزار اشرفیان لے کے نازنین عمارہ کو اُسکے حوالے کر دین۔ مگر جب

پیاری عمارہ کو ہاتھ سے کھو کے گھر آئے تو زار و قطار روئے - اور کمال بیتابی و بیقراری سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے -

اُس مصنوعی سوداگر کو جیسے ہی یہ سونے کی چڑیا ہاتھ لگی اُسی وقت لے اُڑا - اور ایک منزل پر جا کے دم لیا - وہاں پڑاؤ ڈالتے ہی اُس نے عمارہ سے کہا "اے نازنین - تم یہ نہ سمجھنا کہ مین نے تمھین اپنے لیے لیا ہے - تم خلیفۂ عصر یزید بن معاویہ کی ملکۂ خاص بننے والی ہو - اور اُسی کا شوق پورا کرنے کے لیے مین نے تم کو حاصل کیا - لہذا تم مجھ سے پردہ کرو - اور مجھے اپنا ایک ادنیٰ خادم تصور کرو" غریب عمارہ اسکا کیا جواب دیتی ؟ وہ اپنے بس مین کب تھی ؟ اگر اُس کا زور چلتا تو وہ عبداللہ بن جعفر طیار سے جدا ہی کیون ہوتی جن کے ساتھ اُسے ویسی ہی محبت تھی جیسی عبداللہ کو اُسکے ساتھ تھی -

اسکے بعد خوشی خوشی منزلین طے کرکے وہ دمشق مین داخل ہوا - مگر وہان پہونچتے ہی کیا سنتا ہے کہ یزید مر گیا - اور اُس کا بیٹا معاویہ سریر خلافت پر بٹھایا گیا ہے جو اس ظالمانہ اور مغصوبہ خلافت سے ناراض ہے - یہ سنتے ہی اُس عراقی شخص کے ہاتھ کے توتے اُڑ گئے - دل مین کہا کہ "اب کیا کرون ؟" آخر دوسرے دن معاویہ بن یزید کے پاس پہونچا اور عمارہ کو پیش کرکے عرض کیا کہ "اس نازنین کو عبداللہ بن جعفر طیار سے چھڑا کے آپ کے والد کے لیے اور خاص اُنکے حکم سے لایا ہون - اب چونکہ اُنکے جانشین آپ ہین لہذا یہ آپ کی نذر ہے" معاویہ جو نہایت ہی خدا ترس شخص تھا واقعات سُن کے کانپ گیا - اور طیش کے ساتھ بولا "مجھے یہ باتین بالکل ناپسند ہین - جاؤ دور ہو - اور خبردار پھر مجھے کبھی اپنی صورت نہ دکھانا"

یہ ٹکا سا جواب پا کے عراقی اپنا منہ لیے ہوے اپنے گھر آیا - اور معاویہ بن یزید کے ڈانٹنے اور ڈرانے کا کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ عمارہ سے کہا "یزید مر گیا - اُن کا بیٹا تمھین لیتا نہین - اس لیے اب تم میری ہو - لیکن نہین - مین تمھارے قابل نہین - تم مجھے اُسی طرح اپنا نامحرم سمجھتی رہو - اب مین تمھین لے چل کے پھر تمھارے آقا عبداللہ بن جعفر سے ملا دون گا" یہ کہ کے اُس نے پھر جنوب کا سفر شروع کیا - اور چند روز مین مدینۂ طیبہ پہونچ کے عبداللہ سے ملا اور کہا "میرا قصور

معاف کیجیے - میں نہ تاجر ہوں اور نہ کوئی معزز دولتمند - اصل میں مجھے یزید بن معاویہ نے بھیجا تھا کہ جس طرح بنے فریب دے کے عمارہ کو آپ سے حاصل کروں جس خدمت کو آپ ہی خوب جان سکتے ہیں کہ میں نے کیسی خوبی سے انجام دیا - اور کس طرح آپ کو بے بس کر کے عمارہ کو آپ سے لے گیا - مگر وہاں پہونچا تو یزید مر چکا تھا - اُسکے بیٹے نے عمارہ کو قبول نہیں کیا - لہذا پھر آپ کے لیے واپس لے آیا ہوں - اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نامحرموں کی طرح اسکے ساتھ رہا - اور جیسا پاک و صاف اُسے لے گیا تھا ویسا ہی پاک و صاف لے آیا ہوں " یہ کہ کے عمارہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دیا - اور کہا " لیجیے آپ کی لونڈی آپ کو مبارک "

عمارہ کی جدائی کا عبداللہ کو اس قدر غم تھا کہ نیم جان ہو رہے تھے - صورت دیکھتے ہی بے اختیار اُسکے گلے سے لپٹ گئے - اور دونوں لپٹ کے اس قدر روئے کہ روتے روتے غش آ گیا - جس منظر کو دیکھ کے معلوم ہوا کہ اس شخص نے انھیں کتنا بڑا صدمہ پہونچایا تھا - اور اب اُنکی کتنی بڑی خدمت کی -

ہوش میں آنے کے بعد عبداللہ نے اُس عراقی کا شکریہ ادا کیا - اس کی نیک نفسی و پاکبازی کی تعریف کی - اور مسرت و احسانمندی کے ساتھ اُسے بہت کچھ انعام دے کے رخصت کیا -

بنی عباس کی ایک کنیز عتبہ

خلافت عباسیہ کے آغاز اور بنی عباس کے پہلے خلیفہ ابو العباس سفاح کے عہد کا واقعہ ہے کہ بصرے میں عبداللہ بن مالک خزاعی نام ایک دولتمند بردہ فروش کے گھر میں آدم فروشی کا بازار لگا ہوا ہے - مکان کے ایک حصے میں صدہا لونڈی غلام ستم زدہ قیدیوں کی طرح بند ہیں - اُسی کے قریب ہی ایک مقام پر دہ شایستہ - تعلیم یافتہ - حسین و نازنین - پر کمال و خوش خصال لونڈیاں نفیس اور صاف ستھرے فرش پر بیٹھی ہیں جو خدا جانے کن کن ملکوں سے اور کن کن ستم زدہ ماں باپ کے آغوش سے چھین کے لائی گئی ہیں - تاکہ شوقین امرائے عرب

کے ہاتھ بھاری داموں اور بڑی بڑی قیمتوں پر فروخت کی جائیں۔ اس مکان کے بیرونی حصے میں ایک کمرہ بڑے تکلف اور امارت کے ساز و سامان سے آراستہ ہے جس میں معزز گاہک آکے آرام سے بیٹھتے۔ اور لونڈی غلاموں کو سامنے بلوا بلوا کے چھانٹتے ہیں۔ اور پسند کرتے ہیں۔

انسان فروشی کا یہ بازار خوب گرم ہے۔ اور شرفائے عرب میں سے متعدد نوجوان اور صاحب ثروت امیرزادے بیٹھے لونڈیوں کو چھانٹتے اور پسند کر رہے ہیں۔ کوئی کسی حسینہ کے خط و خال پر غور کرتا ہے۔ کوئی کسی گلرخسار کی تعلیم و قابلیت کا امتحان لے رہا ہے۔ اور عبداللہ بن مالک کے ملازم اُن لونڈیوں کی مدح سرائی اور قدر و قیمت بتانے میں مصروف ہیں۔ اتنے میں ایک عالی مرتبہ خاتون جس کی اداؤں اور حرکات و سکنات سے معشوقیت و محبوبیت اور وضع و لباس سے شوکت و امارت ظاہر ہوتی تھی نہایت ہی بھاری پُر تکلف کپڑے پہنے۔ چہرے پر نقاب ڈالے۔ دل ستان زلفوں کو زرتار خمار میں اور طلائی زیور اور بیش بہا جواہرات کو ریشمی برقع میں چھپائے۔ ایک اعلیٰ درجے کے سفید خچر پر سوار جس پر زربفت کا زین پوش ہے اور ایک سو مسلح حبشی غلام ہٹو بچو کرتے ہمراہ رکاب ہیں دروازے پر آکے ٹھہری۔ اور خچر سے اُترنے کا قصد کیا۔ اُس نے نزاکت و دلربائی کی ایک جان ستان ادا سے زمین پر پاؤں رکھا ہی تھا کہ بردہ فروش عبداللہ بن مالک اپنی سنہری دستار سنبھالتا ہوا دروازے سے نکلا۔ اور زمیں بوس ہو کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

نازنین (نہایت نغمہ خیز آواز اور شیریں لہجے میں) "میں امیرالمومنین کی صاحبزادی زبیدہ کی لونڈی عتبہ ہوں اور اُنھیں کی بھیجی ہوئی آئی ہوں"

بردہ فروش "اُن کا جو حکم ہو سر آنکھوں پر ہے۔ غلام حضور کے حکم بجا آوری کے لیے بدل و جان حاضر ہے۔ حضور کی رونق افروزی ہی میرے لیے باعث عزت ہے۔"

عتبہ "صاحبزادی چاہتی ہیں کہ چند لونڈی غلاموں کو مول لے کے آزاد کریں۔ اسی کام کے لیے مجھے بھیجا ہے کہ دیکھوں تمھارے پاس کون کون غلام یا لونڈیاں زیادہ واجب الرحم ہیں تاکہ اُنکو خرید کے آزاد کر دیا جائے۔"

بردہ فروش "حضور اندر قدم رنجہ فرمائیں۔ جتنے لونڈی غلام حاضر ہیں سب

پیش کر دیے جائین گے۔"

اس جواب پر مطمئن ہو کے عتبہ نازو انداز سے قدم اُٹھاتی ہوئی گھر کے اندر آئی۔ اور خاص کمرے مین جو عالی مرتبہ اُمرا کے لیے نہایت ہی تکلف سے سجا گیا تھا حریری مسند پر جلوہ افروز ہوئی۔ بردہ فروش ہاتھ باندھ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اُس کے ملازم اور غلام غلامون اور لونڈیون کو لا لا کے پیش کرنے لگے۔ جن مین سے چھ سات کو ضعیف و ناتوان۔ مریض و شکستہ حال دیکھ کے عتبہ نے منہ مانگے دامون پر مول لیا۔ اور یہ کہہ کے اُنھین آزاد کر دیا کہ "ہماری محترم خاتون ربیطہ بنت امیر المومنین کو دعائین دو کہ اُنھون نے تمھین آزاد کرایا۔"

یہ کارروائی جاری تھی کہ ایک بدصورت بوڑھا پھٹے پُرانے کپڑے پہنے اور حسرت و اندوہ کی مجسّم تصویر بنا ہوا ناتوانی کی چال سے ہانپتا ہوا عتبہ کے سامنے آکے زمین بوس ہوا۔ پھر سر اُٹھا کے بولا "بی بی آپ پر قربان ہو جاؤن۔ مین ایک لب گور پیر فانی ہون۔ اتنی طاقت نہین کہ کسی کی خدمت کرون۔ مناسب جانیے تو مجھے بھی آزاد کرا دیجیے۔ بڑا ثواب ہو گا۔ اور جب تک جیونگا دعائین دون گا۔"

عتبہ نے اُسے سر سے پاؤن تک دیکھا۔ اور عبداللہ بردہ فروش کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگی "اسکی ناتوانی و کمزوری تو ظاہر ہی ہے۔ مگر صورت سے شریف بھی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھتے نہین ہو کیسی فصیح زبان بولتا ہے؟ اور بات چیت مین کیسا ادب اور کیسی تمیزداری پائی جاتی ہے؟ کیا مناسب نہ ہو گا کہ اسے مول لے کے مین آزاد کر دون؟"

بردہ فروش (مسکرا کے) "جو حضور کی مرضی۔ ہے تو یہ اسی قابل۔"

عتبہ "تو مین نے اسے بھی لے کے آزاد کیا۔ (اس بڈھے سے) جاؤ تم آزاد ہو۔ صاحبزادی کو دعا دو جنھون نے تمھارے بڑھاپے اور تمھاری بیکسی پر ترس کھایا۔"

پیرمرد "خدا حضور کو جیتا رکھے۔ مرتے دم تک یہ احسان نہ بھولے گا۔ مگر غلام کو اتنی اجازت ہو کہ شکرگذاری مین ان کنول کے پھولون کے ایسے ہاتھون کو بوسہ دون؟"

عتبہ (ندامت آمیز غرور کے ساتھ) "تمھیں اس کی اجازت ہے"۔ یہ سنتے ہی اُس بڈھے نے دوڑ کے نہایت ہی گرمجوشی سے کئی بار عتبہ کے ہاتھ چوم لیے۔ اور اپنا شوق پورا کر کے جب وہ چلا تو عبداللہ بردہ فروش کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ اُسے ہنستے دیکھ کے عتبہ نے متعجب ہو کے پوچھا "تم ہنستے کیا ہو؟ اور بتاؤ اسکی قیمت کیا ہے؟"

عبداللہ "۔ حضور میں قیمت کیا عرض کروں؟ حضور نے پہچانا بھی کہ یہ کون شخص ہے؟"

عتبہ "۔ میں کیا جانوں؟ تم ہی جانتے ہوگے کہ یہ کون ہے؟"

عبداللہ "۔ حضور نے ابوالعتاہیہ شاعر کا نام سُنا ہے؟"

عتبہ "۔ سنتی کیوں نہیں؟ اُسے کون نہیں جانتا؟ اُسکے بعض اشعار بھی مجھے یاد ہیں"۔

عبداللہ "۔ تو یہ وہی شاعر ابوالعتاہیہ ہے"۔

عتبہ (نہایت ہی حیرت زدہ ہو کے) "اور یہ غلام کیسے ہو گیا؟ میں نے تو سُنا تھا کہ آزاد اور شریف النسل شخص ہے"۔

عبداللہ "۔ جی ہاں تھا تو آزاد ہی مگر حضور کے نازک ہاتھ چومنے کے شوق میں خود ہی میرا غلام بن گیا۔ اور اپنے دل کی حسرت نکال لی"۔

یہ سُن کے مہ جبین عتبہ اُس سے نہایت ناراض ہوئی۔ اسکی گستاخانہ حرکت پر بہت بگڑی۔ اور اپنے خچر پر سوار ہو کے چلی گئی۔ لیکن ابوالعتاہیہ کے منہ کو تو خون لگ گیا تھا۔ اُن بوسوں کی لذت زندگی بھر نہ بھولی۔ جب تک زندہ رہا اپنے اشعار میں عتبہ کے رُخِ زیبا پر اظہار عشق کرتا رہا۔ اور ہمیشہ اُس کا نام لے لے کے سر دُھنا کرتا۔ عتبہ سُن سُن کے اور زیادہ بگڑتی۔ اور جب کچھ زور نہ چلتا تو اپنی بوٹیاں نوچ کے رہ جاتی۔

آخر اس عشقبازی کو ایک مدت گذر گئی۔ سفاح کے بعد ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا۔ پھر اسکے بعد مہدی نے تاجِ خلافت سر پر رکھا مگر ابوالعتاہیہ کا عشق اُسی طرح زوروں پر تھا۔ اور اشعار میں تشبیب اور عتبہ کے عشق کی بیقراری بڑھتی جاتی۔ آخر ایک دن عتبہ بالکل عاجز آ کے مہدی کی خاص محل ماہوش ملکۂ خیزران کے پاس بیٹھ کے رونے اور منہ چھپانے لگی۔ بار بار کہتی کہ "ہائے میری کیسی رسوائی ہو رہی ہے۔ مگر حضور سماعت نہیں فرماتیں"۔ اتنے میں خود خلیفہ مہدی آ گیا۔ اور عتبہ

کو روتے دیکھ کے پوچھا "ہین! عتبہ! روتی کیون ہو؟"
عتبہ: "اپنے نصیبون کو روتی ہون - ابو العتاہیہ نے میری آبرو لینے مین کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی اور میرا کچھ زور نہین چلتا" - یہ سنتے ہی مہدی نے حکم دیا کہ "ابو العتاہیہ کو حاضر کرو" - اور تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ہوئی کہ "ابو العتاہیہ حاضر ہے" - فوراً باہر نکل آیا - اور ابو العتاہیہ کا سامنا ہوتے ہی عتبہ کے عشق مین اُس کا ایک شعر پڑھ کے پوچھا "عتبہ کے عشق مین یہ تمھین نے کہا ہے؟" اور جب اُس نے قبول کیا تو پوچھا "تمھین اُس سے ملنا اور اُسکے پاس بیٹھنا کب نصیب ہوا تھا جو اُس کی ہمصحبتی ظاہر کرتے ہو؟"

ابو العتاہیہ نے اپنے چند شعر اور پڑھے جن مین صرف اتنا ظاہر کیا تھا کہ مجھے اُسکے پاس پہونچنے کی تمنا ہے - وہ اشعار سُن کے مہدی کچھ دیر تک سر جھکا کے سوچتا رہا - اور اُس کے دو اور شعر یاد کر کے سُنائے - جن مین عتبہ کو بادشاہ کی ایک حرم قبول کر کے اُس پر اظہار عشق کیا تھا - اور کہا "یہ بھی تو تمھارا ہی کلام ہے؟"

اب ابو العتاہیہ لاجواب تھا - اُسے جوابدہی مین عاجز کر کے مہدی نے حکم دیا کہ شرع مین تہمت لگانے والون کے لیے جتنے دُرّے مقرر ہین اُسکے لگائے جائین" - فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی - اور ابو العتاہیہ کوڑے کھا کے کراہتا ہوا ایوان شاہی سے نکلا - اتفاقاً اُسی حالت مین عتبہ سے اُس سے چار آنکھین ہوگئین - معشوقۂ پرفن کی صورت دیکھتے ہی ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مرحبا! آہ تمھاری وجہ سے مہدی نے ایک شخص کو مار ڈالا"

اس شعر کو ابو العتاہیہ نے کچھ ایسے حسرت و اندوہ کے درد بھرے لہجے مین سنایا تھا کہ عتبہ کے دل پر بڑا اثر ہوا - آہ! عورت! تجھے لوگ سنگدل اور بیوفا بتاتے ہین - مگر سچ یہ ہے کہ تجھ سے زیادہ ترس اور رحم کسی کے دل مین نہین ہے - تو مردون کے لیے بے بدل رحمت الٰہی بن کے دُنیا مین آئی ہے - اور مجسم رحم ہے - غرض اب جو عتبہ محل کے اندر گئی تو آنکھون مین آنسو ڈبڈبائے ہوے تھے - خیزران کا سامنا ہوا تو پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی - اور اُس سے بیان کر دیا کہ ابو العتاہیہ

کو دُردون کے درد سے کراہتے دیکھ کے میرا دل اختیار سے باہر ہوگیا۔ مہدی نے اب کی جو اُسے اِس حال مین دیکھا تو خیزران سے پوچھا "یہ عتبہ اب کیون روتی ہے؟" خیزران نے کہا "اب اس لیے روتی ہے کہ اس کا عاشق ابوالعتاہیہ پٹا"۔ مہدی کو اُس کی یہ سادہ مزاجی اور انسانی ہمدردی بھلی معلوم ہوئی۔ کہا "اچھا نہ رو۔ مین ابوالعتاہیہ کو انعام و اکرام سے خوش کر دون گا"۔ پھر حکم دیا کہ "اُس شکستہ دل شاعر کو اُسی وقت بُلا کے پچاس ہزار درہم انعام مین دیے جائین"۔ فوراً اُسے بُلا کے یہ انعام عطا کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اُسے بھی معلوم ہو گیا کہ یہ پچاس ہزار محبوبہ عتبہ کی عنایت ہے۔ اُس نے قصر خلافت کے دروازے ہی پہ وہ پچاسون ہزار درہم لُٹا دیے۔ اور خالی ہاتھ گھر گیا۔

مہدی نے یہ واقعہ سُنا تو سخت حیرت ہوئی۔ اُسے بُلوا کے پوچھا "تم نے وہ دولت پاتے ہی لُٹا کیون دی؟" ادب کے ساتھ عرض کیا "امیر المومنین۔ اصل تو یہ ہے کہ غلام جس پری وش پہ جان دیتا ہے اُسکو دولت کا ذریعہ نہین بنانا چاہتا"۔ اس جواب کو مہدی نے پسند کیا۔ خوش ہو کے پھر پچاس ہزار درہم عنایت کیے۔ اور قسم دلائی کہ خبردار ان کو نہ لُٹانا۔ چنانچہ اُس رقم کو لیکے وہ خوش خوش اپنے گھر گیا۔

اس کے بعد ایک سال جشن نوروز کے موقع پر جس کا رواج مجوسیون کے اثر سے بنی عباس مین ہو گیا تھا ابوالعتاہیہ نے ایک چینی کا نایاب و بےبہا مرتبان خلیفہ مہدی کی خدمت مین پیش کیا۔ اُسکے اندر مشک مین بسایا ہوا کپڑا تھا۔ اور اوپر عطر سایون کی رنگین روشنائی سے یہ دو شعر لکھے تھے۔

نفسی بشیٔ من الدنیا معلقۃ — اللہ والقائم المہدی یکفیہا

میرا جی دنیا کی ایک چیز مین اُلجھا ہوا ہے جس تہا کو اللہ اور خلیفہ قائم مہدی ہی پورا کرسکتے ہین

انی لایأس منہا ثم یطمعنی — فیہا احتقارک للدنیا وما فیہا

مین اُسکے ملنے سے بالکل مایوس ہون۔ لیکن پھر بھی یہ دیکھ کے کہ آپ دنیا وما فیہا کو حقیر سمجھتے ہین میرے دل مین اُس کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے۔

ان شعرون نے مہدی کے دل پر ایسا اثر کیا کہ بلا تامل اس بات پر آمادہ ہوگیا

کہ عتبہ کو ہاتھ پکڑ کے ابو العتاہیہ کے حوالے کر دے۔ عتبہ نے جو خلیفہ کا یہ ارادہ دیکھا تو حاضر ہو کے ادب سے عرض کیا "ایسی عزت و حرمت اور ایسے ایسے معزز خدمات بجالانے کے بعد لونڈی کی قسمت میں یہ لکھا ہے کہ امیر المومنین ہاتھ پکڑ کے اُسے ایک کاسہ فروش کے حوالے کر دیں۔ جو فی الحال شعر کہہ کے پیٹ پالتا ہے؟"

ابو العتاہیہ کا اصلی پیشہ یہی تھا کہ مٹی کے برتن بیچا کرتا۔ اکثر ناموران سلف کے اسی قسم کے پیشے سُنے جاتے ہیں۔ کوئی بزاز تھا۔ کوئی موچی تھا۔ کوئی جولاہہ تھا۔ کوئی حجام تھا۔ اور اسی طرح کے بہت سے پیشے جو آج کل نہایت ہی حقیر و ذلیل تصور کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ مذکورۂ بالا واقعہ صاف بتاتا ہے کہ ایک شاہی حرم اور قصر خلافت کی نازپروردہ صاحب اقتدار خاتون نے کاسہ فروشی کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ مگر وہ اسی حقارت کی نگاہ سے وزرائے سلطنت تک کو دیکھ سکتی تھی۔ اکثر لوگ ان بزرگوں کے یہ پیشے سُن کے خیال کرتے ہیں کہ غالباً وہ ویسے ہی حقیر و ذلیل ہوں گے جیسے کہ آج کل اُن کے ہم پیشہ لوگ ہوتے ہیں۔ مگر یہ بہت بڑی غلطی اور نادانی ہے۔ کسی عہد میں کسی پیشے کے معزز یا ذلیل ہونے کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ امر بخوبی معلوم ہو کہ اُس عہد میں اُس پیشے کی کیا حالت اور کیسی عزت تھی۔ حضرت عیسیٰ بڑھئی تھے۔ حضرت رسول خدا صلعم ایک تجارت کے کارندے تھے۔ مگر نہ حضرت عیسیٰ کے زمانے کا بڑھئی آج کل کا بڑھئی تھا اور نہ حضرت خاتم المرسلین رسول مقبول صلعم کے عہد کے کسی کارخانۂ تجارت کا کارندہ آج کل کے کسی دکاندار کا ایجنٹ تھا۔

عتبہ کے یہ کلمات سُن کے اور اُس کی رضامندی نہ پا کے مہدی نے ابو العتاہیہ سے صاف کہہ دیا کہ "عتبہ تو تم کو نہیں مل سکتی۔ لیکن ہم نے حکم دیا ہے کہ تمھاری مشکی نقد سکوں سے بھر دی جائے۔" یہ حکم سننے کے بعد عتبہ باہر آئی اور دل میں کہا "دیکھوں میرے عشق کا دعویٰ کرنے والا اس انعام کو لے کے خوش ہوتا ہے یا نہیں۔" دیکھا تو کیا دیکھتی ہے کہ میاں ابو العتاہیہ خزانچی سے جھگڑ رہے ہیں کہ امیر المومنین نے درہموں (روپیوں) سے نہیں دیناروں (اشرفیوں) سے مشکی بھرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ دیکھتے ہی ابو العتاہیہ کے پاس گئی اور بولی "بس تمھارا عشق

دیکھ لیا۔ اگر تم عتبہ کے عاشق ہوتے تو چاندی سونے کا امتیاز نہ باقی رہتا“

اسکے بعد پھر کبھی اُسکے دل مین عتبہ کے ملنے کی آرزو نہ پیدا ہوسکی۔ گر اپنی شاعری مین مرتے دم تک اُس پر عشق ظاہر کرتا رہا۔ لوگ کہتے ہین کہ جس طرح وہ عتبہ پر عاشق تھا ویسے ہی عتبہ بھی اُس کی گرویدہ تھی۔ اور جہان تک بنتا اُسکے ساتھ سلوک کرتی۔ مگر باوجود اُسکے دونون زندگی بھر وصال اور ہمنشینی کی لذت سے محروم رہے۔ جس کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ عتبہ کا مرتبہ بہت زیادہ تھا۔ اور باوجود لونڈی ہونے کے شریف سمجھی جاتی۔ اور ابو العتاہیہ حسب و نسب کے لحاظ سے گرا ہوا تھا۔

حسن کی کرشمہ سازیان

آج ہم ان دلفریب کرشمون کے دو مختلف نمونے دکھاتے ہین۔ ایک وہ ہے جس نے ایک زبردست اور پُرسطوت شہنشاہ کو دیوانہ و مدہوش کرکے اپنا اسیر گیسو بنا لیا۔ اور دوسرا وہ ہے جس نے اپنی کرشمہ سنجیون سے ایک پرجبروت تاجدار کے دل پر تو فتح پالی مگر ایک دیندار و پرہیزگار نوجوان پر گو وہ عشق کے ہاتھون بیتاب و بیقرار ہی ہو رہا تھا قابو نہ پاسکا۔ پہلا نمونہ متوکل باللہ عباسی کی معشوقہ ”شعانین“ کا ہے۔ اور دوسرا اُموی خلیفہ یزید بن عبد الملک کی مہ جبین حرم ”سلامۃ القس“ کا۔ جن دونون کے حالات ہم جدا جدا بیان کرتے ہین۔

شعانین

بنی عباس کا دسوان خلیفہ المتوکل علی اللہ جو ۲۳۲ھ سے ۲۴۷ھ تک مسلمانون کا خلیفہ تھا۔ ایک دن دمشق کے نواح مین سیر و تفریح کو نکلا۔ قدم قدم پر نزہت افزا باغ اور مسیحیون کے عالیشان کنیسے ملتے جن کو دیکھ کے بہت خوش ہوتا۔ اور ہر مقام کی دلکشیون سے لطف اُٹھا کے آگے بڑھتا۔ اگر باغون کی نزہت و شادابی اور اُنکے خوش رنگ و روشگفتہ پھول اُسے اپنی دلچسپیون مین لگاتے تو گرجون مین نصرانی راہبون کے حسین و گل اندام بالکے اور چاذب نگاہ

وست خرام اچھوتیان اُسکے دل مین عشق و محبت کا ذوق پیدا کرتین - اُن دنون شام و عراق کے کنیسے سب سے بڑی جلوہ گاہِ حُسن ہوتے تھے - اور شعرا و عشاق کو اکثر انھین مین اپنے مذاق کے معشوق مل جایا کرتے - اُسکے ساتھ معشوقان دیر کے لباس مین کچھ ایسا معشوقانہ بانکپن اور ایسی دلربایانہ کرشمہ سازی مضمر ہوتی کہ اکثر عاشق مزاجون کو اُن کی زیارت کا شوق رہا کرتا -

چنانچہ اس سیر و تفریح مین متوکل ایک طرف تو باغون اور چمنون کی بہار دیکھ دیکھ کے محظوظ و مسرور ہوتا اور دوسری طرف مسیحی راہبون اور اُن کے بالکون اور کنواری لڑکیون کے وضع و لباس اور شکل و شمائل دیکھنے سے محو و بیخود ہو جاتا - اتنے مین ایک عالیشان گرجے سے ایک سن رسیدہ اُسقف نکل کے آداب بجالایا - گرجے والے متوکل کے سلام کو حاضر ہوے - جو یکے بعد دیگرے خلیفہ کو آداب بجا لاکے گذر جاتے اور خلیفہ اُس اُسقف سے ہر ایک کا نام اور اُس کے حالات دریافت کرتا - انھین کے غول مین ایک مہ پارہ نازنین لڑکی نظر آئی جو ایک چاندی کا عود دان ہاتھ مین لیے ہوے تھی - یہ پری وش نازنین حسن و جمال اور نزاکت و کمال مین جواب نہ رکھتی تھی - اور متوکل اس کی صورت دیکھ کے غش غش کر گیا - اگرچہ دل ہاتھون سے نکلا جاتا تھا مگر اُسے روکا سنبھالا - اور اُسقف سے پوچھا "یہ مہ جبین کون ہے ؟" اُس نے کہا "میری بیٹی" - پوچھا "اس کا نام ؟" جواب ملا "شعانین"۔

اب تو متوکل مین ضبط کی تاب نہ تھی خود اُس حسینہ کی طرف متوجہ ہوا - اور کہا "شعانین - پیاسا ہون مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو" اس مہ پارہ نے عجب انداز دلربایانہ سے رسیلی آنکھین نیچی کر کے عرض کیا "حضور - یہان جتنا پانی ہے چھوٹے چھوٹے گڑھون اور چھقرون کا ہے - اور یہ امیر المومنین کے قابل نہین - کیا کہون اگر حضور میری جان شیرین سے سیراب ہوتے تو اُسے بھی پیش کر دیتی - مگر پانی حضور کے قابل پانی یہان میسر آ سکتا" یہ کہتے ہی وہ لپک کے خانقاہ سے ایک چاندی کا کٹورا اُٹھا لائی - اور خلیفہ کے ایک ہمراہی مصاحب کو اشارہ کیا کہ "جو پانی امیر المومنین کے ہمراہ رکاب ہے اُسی کو اِس کٹورے مین بھر کے پیش کر دیجیے"

ان دلستان اداؤن کو دیکھ دیکھ کے متوکل از خود رفتہ ہو رہا تھا کہ وہ کٹورا پانی سے بھر کے پیش کیا گیا - متوکل نے پانی پیا - اور رومال سے مُنہ پونچھ کے اُس نازنین سے کہا "اگر مین تمھین چاہون تو تمھاری مرضی کے خلاف تو نہ ہوگا؟" مسکرا کے اور عجب دلفریب انداز سے اُس نے جواب دیا "امیر المومنین - ابھی تک تو مین حضور کی لونڈی ہون - لیکن اگر حضور کی محبوبہ بن گئی تو حضور کی ایک ادنیٰ سی برہمی میرے لیے کسقدر اندیشہ ناک ہوگی! کیا حضور نے شاعر کا کلام نہین سُنا؟ کہتا ہے

کنتَ لی فی اوائل الامر حِبّا ثم لمّا ملکتَ صِرتَ عَدُوّا

(ابتدائے الفت مین تو تو میرا دوست تھا لیکن جب میرا مالک ہوا تو دشمن ہو گیا)

یہ جواب سُن کے متوکل پر ایسی بیخودی طاری ہوئی کہ قریب تھا کپڑے پھاڑ ڈالے - مگر آپ کو سنبھالا اور کہا "خیر آج تو تم مجھے اپنے یہان جگہ دو" یہ سنتے ہی بولی "بسر و چشم" اور متوکل کو لیکے کوٹھے پر چڑھ گئی - راہب دوڑ کے اچھی سے اچھی شراب لے آیا جو اکثر گرجون ہی مین ملا کرتی تھی - مگر متوکل نے اُسے کھانے کی زحمت نہ دی اور اپنے باورچی خانے سے منگوا لیا -

اب دور چلنے لگا - اور متوکل دو ایک جام پی کے بیخود و بدمست ہوا تو شعانین سرود لا کے گانے بجانے لگی - اور چند اشعار گا کے اُنھین مین اپنا مافی الضمیر یون ادا کر دیا کہ "اے وہ شخص جو مجھ سے دعوائے الفت کرتا ہے مرحبا - میری جان تجھ پر فدا - خدا نہ کرے کہ مین ایسے محبت سے محروم ہون - مین تو تیرے عشق کی لونڈی ہون لہذا پی پلا - اور جو ہم صحبت پینے سے اُسکے سامنے سے جام ہٹا لے - جس خدا نے آسمان کو قائم کیا ہے اُسی کی قسم تو میری جان کا مالک ہو گیا - اور اپنے عشق مین مبتلا کر کے میرے دل کو تو نے ایک عذاب مین مبتلا کر دیا ہے"

یہ اشعار نہ تھے وعدۂ وصال تھے - سنتے ہی متوکل کے دل مین امید پیدا ہوئی - بولا "شعانین - مجھ سے محبت کا دعوےٰ ہے تو مسلمان ہو جاؤ" اُس نے کہا "بجان و دل" فوراً متوکل نے کلمۂ شہادت پڑھا کے اُسے مسلمان کیا - پھر اسی صحبت مین اُس سے نکاح کر لیا اور اپنے گھر لایا -

شعانین کے سیرۃ نویس دعوےٰ کرتے ہین کہ وہ نہایت ہی حسینہ و جمیلہ اور

صاحبۂ فضل و کمال تھی - آنکھیں نرگسیں تھیں اور بوٹا سا قد سرو کے مانند - ہونٹھ یمن کے عقیق تھے اور گال گلاب کے پھول - دیگر کمالات کے ساتھ وہ موسیقی میں بھی بہت اچھا دخل رکھتی تھی - اور اُسکی مجموعی خوبیاں اس پایہ کی تھیں کہ ہندستان کی سکنتلا کی طرح ایک راہب مرتاض کی خانقاہ سے نکل کے ایک شہنشاہ ہفت اقلیم کے دل پر قبضہ کر لیا اور ملکۂ عالم بن گئی -

سلامۃ القُس

یہ عہد بنی امیہ میں سہل بن عبد الرحمن بن عوف زہری کی ماہ طلعت و حور وش لونڈی تھی جسے اُنھوں نے علم و فضل - ادب و شاعری - اور آداب صحبت کے علاوہ فن موسیقی کی بھی تعلیم دی تھی - اور چونکہ اس پر کمال نازنین نے بلا کا گلا پایا تھا لہذا اُس کا نغمۂ دلکش جس کسی کے کان تک پہونچتا ہمہ تن گوش ہو جاتا - آخر اُس کی دلبری و رعنائی کی یہاں تک شہرت ہوئی کہ خاندان بنی اُمیہ کا نوجوان خلیفہ یزید بن عبد الملک اُسپر فریفتہ ہوا - اور تین ہزار اشرفیاں دے کے اُسے مول لیا اور اپنی محبوبۂ خاص بنایا - اور کہتے ہیں کہ اُسکے پورے زمانۂ خلافت میں یہ اُس پر حاوی تھی - وہ خلافت اسلامیہ پر حکومت کرتا اور یہ اُسکے دل پر حکومت کرتی -

اس کا نام تو صرف "سلامہ" تھا مگر "سلامۃ القُس" یعنی قُس والی سلامہ اپنے حسن کی کرشمہ سنجیوں کے ایک خاص واقعے کی وجہ سے مشہور ہو گئی - اور وہ واقعہ یہ ہے کہ جب سلامہ اپنے پہلے آقا سہل کے پاس تھی تو اُس کی دلچسپی یا گانے کی مشق بڑھانے کے لیے اکثر گایا اور دلدوز تانیں لگایا کرتی - اسی معمول کے مطابق ایک دن گا رہی تھی کہ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی عمارہ کا ادھر سے گذر ہوا - ان بزرگ کا ابھی عنفوان شباب تھا - نہایت ہی صاحب جمال اور خوشرو نوجوان تھے - اور اسکے ساتھ بڑے عالم و فاضل اور فقیہ و مجتہد تھے - اور ایسے بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کہ اسی کمسنی کے زمانے میں "قُس" (راہب) کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے - اُن کے کان میں جو سلامہ کی تانوں کی آواز گئی تو دروازے کے سامنے ٹھٹھک کے اسی جگہ کھڑے ہو گئے - اور وجد میں آ کے جھومنے

لگے۔ سہیل نے جو اُنھیں اپنے دروازے پر اس حال میں دیکھا تو دوڑ کے قریب گیا۔ اور ادب سے عرض کیا "آپ یہاں راستے میں کیا کھڑے ہیں؟ اندر تشریف لائیے۔ اس حسینہ سے اطمینان کے ساتھ ملیے۔ اُسکا گانا سنیے۔ جب جی چاہے چلے جائیے گا۔" اُنھوں نے کہا "نہیں۔ یہ نامناسب ہے۔ میں ایسی عورت کا سامنا نہیں کرنا چاہتا۔" اُس نے کہا "اچھا میں آپ کو ایسے مقام پر بٹھا دوں گا کہ آپ کا سامنا نہ ہو۔ فقط گانا سنتے رہیں گے"۔ اس صورت میں عبدالرحمن موصوف کو کوئی مضائقہ نہ نظر آیا اُسکے ساتھ اندر چلے گئے۔ اور اُس نے ایک پوشیدہ مقام میں بٹھا دیا۔ بڑی دیر تک گانا سنتے رہے۔ اور بار بار وجد و محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ اُنھیں زیادہ لطف اُٹھاتے اور سلامہ کے نغمے پرست و بیخود ہوتے دیکھ کے سہیل نے سلامہ کو لا کے پاس بٹھا دیا۔ اور کہا "اب گانا سننے کے ساتھ اس کے حسن و جمال کی زیارت سے بھی بہرہ یاب ہو جیے۔"

عبدالرحمن اگرچہ عابد و زاہد اور پارسا و پرہیزگار رہتے تھے مگر نوجوانی کا زمانہ تھا اور خود بھی طلعت زیبا رکھتے تھے۔ سلامہ کی سی لاکھ فریب حور طلعت کو دیکھا تو ایک جان چھوڑ ہزار جان سے عاشق ہو گئے۔ اور قیامت یہ ہوئی کہ اُنکی چشم فتان کا تیر اُس نازنین کے سینے میں بھی پیوست ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اسی صحبت میں دونوں ایک دوسرے پر مفتون ہو گئے۔ ختم صحبت پر یہ اُٹھے تو سلامہ سے جب تک دوبارہ آنے کا وعدہ نہ لے لیا دامن نہ چھوڑا۔ سہیل کو بھی شیدائی نوجوان عابد و زاہد کو آزمانا تھا سلامہ کو ملنے جلنے کی بالکل آزادی دے دی۔

عبدالرحمن کو بھی سلامہ کے پاس جانے میں جیسے جو جھجک تھی جاتی رہی اور بار بار آنے جانے لگے۔ لیکن باوجود ملنے جلنے اور گھنٹوں خلوت و عزلت میں پاس بیٹھے رہنے کے عبدالرحمن نے اپنے جامۂ پارسائی میں کبھی ذرا سا بھی دھبہ نہ آنے دیا۔ اور سلامہ کی بیتابی و بیقراری روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر نہ رہا گیا۔ ایک دن تنہائی میں کہہ ہی بیٹھی کہ "میں آپ کی محبت میں بیقرار ہوں اور اب صبر کی تاب نہیں۔" اُنھوں نے نہایت سادگی سے جواب دیا "میرے دل کا بھی یہی حال ہے۔" سلامہ بولی "میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے لب جان بخش کا بوسہ لوں۔"

بہت ہی بے تکلفی سے فرمایا "میرا بھی یہی جی چاہتا ہے" سلامہ نے اور ڈھیٹ ہو کے کہا "مجھے تو اس بات کا شوق ہے کہ آپ کے سینے سے اپنا سینہ رگڑوں" بغیر اس کے کہ چہرے پہ کوئی نئی کیفیت طاری ہو بولے "مجھے بھی یہی شوق ہے" اب سلامہ عاجز تھی - جب دیکھا کہ میرے اس قدر بیباک ہونے اور اس حد تک اشتیاق ظاہر کرنے پر بھی یہ سوا زبانی جمع خرچ کے کوئی عملی جرأت نہیں کرتے تو جھنجلا کے اور شرم و خودداری کو بالائے طاق رکھ کے کہنے لگی "تو پھر آپ کو مانع کون چیز ہے جو چاہتے سب ہیں اور کرتے کچھ نہیں؟" بڑی ہی اعلیٰ درجے کی مستقل مزاجی سے جواب دیا "صرف جناب باری کا یہ ارشاد کہ اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْن[ع] اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ یہ ہماری باہمی محبت کبھی بدل کے دشمنی ہو جائے" اتنا کہا - اور خاموشی سے اُٹھ کے چلے آئے - عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے - اور پھر کبھی سلامہ کے پاس نہ گئے - مگر اتنے ہی پاکبازی کے تعلقات کی وجہ سے سلامہ "سلامتہ القس" یعنی زاہد مرتاض والی سلامہ مشہور ہو گئی -

اسپاسیا یونانیہ

یونان کے نامی گرامی فلسفیوں سقراط و افلاطون وغیرہ کے ناموں اور کارناموں سے کون نہیں واقف ہے؟ مگر اس کی خبر شاید کسی کو نہ ہو کہ اُن سب کے کمالات علمی کے پردے میں ایک بے نظیر و بے مثال خوروش و پری جمال عورت بھی تھی جو سچ یہ ہے کہ وہی اُنکے اظہار کمال کا ذریعہ ہوئی - یہ عورت یونان کے نامور مدبر - جانباز سپہگر - اور ہر دلعزیز فرمانروا پرکلیس کی جورو اسپاسیا تھی -

یونان کی کسی خاتون کو اپنے حسن و جمال اور دانائی و کمال کے لحاظ سے اس قدر شہرت نہیں نصیب ہوئی جس قدر اس بے نظیر و بے ہمتا حسینہ و جمیلہ کو حاصل ہے - وہ زیبائی و رعنائی میں انتخاب - فصاحت و بلاغت میں لاجواب - دانائی و ذہانت میں بےمثال اور فراست و ذکاوت میں سراپا کمال تھی - اُن دنوں دنیا کی کوئی

ع اُس دن (یعنی روز قیامت) اَلعِشق احباب ایک دوسرے کے دشمن ہونگے بجز اُن احباب کے جو پرہیزگار ہوں -

عورت ان خوبیون مین اُسکی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکتی تھی - خصوصاً یونان مین تو اُسکے اخلاق و افعال کو کوئی عورت پہونچ ہی نہ سکتی تھی - قدیم دار العلم یونان ایتھنز (اثینیہ) مین یہ قانون جاری تھا کہ شہر کا کوئی شریف شخص غیر شہر کی عورت سے یا برادری سے باہر شادی نہ کرے - اس کا نتیجہ یہ تھا کہ یونان کی عورتون کے غرور کی کوئی حد باقی نہ رہی تھی - وہ اور کہین کی کسی عورت کو اپنے برابر نہ سمجھتین چونکہ مرد اُن کی طرف رجوع کرنے اور ساری دُنیا کے حُسن و جمال سے قطع تعلق کر لینے پر مجبور تھے اِس لیے اثینیہ کی عورتین شوہرون کو خطرے مین نہ لاتین - اور اپنے شوقون کی دُھن مین مردون کی طرف سے بے پروا ہو جاتی تھین -

جس زمانے مین خاتونانِ یونان کا یہ حال تھا اسپاسیا شوہر کے نام کی عاشق اور اُسکے شمع رخسار کا پروانہ تھی - اگرچہ اُن دنون یونان مین پردے کا رواج تھا - مگر وہ شوہر کی محبت و رفاقت مین نہ پردے کا خیال کرتی اور نہ کسی خطرے کا - جلوت مین - خلوت مین - مکان مین - دربار مین - انتظامی مجلسون مین - لڑائی کے میدانون مین - شکار کے جنگلون مین - سفر کی منزلون مین - کوئی جگہ نہ تھی جہان اُسکا شوہر ہوتا اور اُس کی رکاب سے رکاب ملائے وہ موجود نہ ہوتی -

اُس کا شوہر پرِقلیس یونان کا سب سے بڑا مدبر سلطنت اور زبردست سپہ سالار تھا - اپنی خوبیون - ملک کی سچی ہمدردیون - اور جان بازی کی قومی خدمتون سے اُس نے اہل وطن کو اپنا ایسا گرویدہ کر لیا تھا کہ سب اُسپر شیدا تھے اور اثینیہ کا حکمران یا بادشاہ جو کہو وہی تھا - بڑے بڑے معرکون مین اُس نے ناموریان حاصل کی تھین - اعلیٰ سے اعلیٰ قوانین جاری کر کے قوم کا نظام اور ملک کا انتظام درست کیا تھا - اور عموماً مانا جاتا ہے کہ یہ سب کامیابیان اور ناموریان محض اُس کی انیس زندگی اسپاسیا کی شرکت و اعانت سے تھین - لوگ علی العموم اُس کی ترقیون اور کامیابیون کا اصلی باعث اُس کی بی بی ہی کو سمجھتے تھے - وہ ہر علمی صحبت مین - ہر ملکی کونسل مین - اور ہر معرکۂ جنگ مین اُسکے ساتھ ہوتی - اور اکثر موقعون پر خود اسپاسیا نے شوہر کی رفاقت کے جوش مین ایسی لیاقت اور ایسی شجاعت دکھائی کہ دیکھنے والے محو حیرت ہو گئے - اور سننے والے

عش عش کرنے لگے۔

اسپاسیا کے علمی ذوق کا یہ نتیجہ تھا کہ اُسکی ڈیوڑھی پر ہمیشہ بڑے بڑے عالموں۔ فاضلوں۔ فلسفیون اور شاعرون۔ ریاضی دانون اور ہندسون فصیحون اور ادیون کا مجمع رہتا۔ اور یونان مین اہل علم و صاحبان کمال کا مرجع و ماوی اُسی کا گھر تھا۔ اُس کے مردانے مکان سے بڑی علمی صحبت یونان بھر مین کہین نہ تھی۔ اہل کمال کی جیسی وہ قدر کرتی تھی پھر اُسکے ساتھ اُسکے علمی شوق اور اُس شوق مین اُسکی نسوانی جدت طرازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُسکے محل کی دیوارون پر تمام مشہور فلسفیون۔ ادیبون۔ عالمون اور نامور لوگون کی تصویرین بنی ہوئی تھین۔

قصر کے بیرونی حصے مین زنانی ڈیوڑھی کے سامنے ایک بہت بڑا ہال یا دیوانخانہ تھا جس کی چھت بڑے بڑے خوبصورت ستونون پر قائم تھی۔ چارون طرف ارغوانی رنگ کے پردے پڑے ہوے تھے۔ در و دیوار پر بے نظیر نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ اُسکے اندر عجیب قسم کا سامان دولت جمع تھا اور نہایت ہی پُر تکلف قیمتی اشیاے زینت فراہم کر دیے گئے تھے۔ اُسے اسپاسیا نے صاحبان علم و کمال کا کلب قرار دیا تھا۔ جہان آنے والون کو ہر قسم کی علمی و معاشرتی مدد ملتی۔ ہر طرح کا سامان تنعم و تفریح۔ تعقل و تسکین موجود رہتا اور بے منت مل جاتا۔ اکثر خود آکے اُنکی علمی صحبتون مین شریک ہوتی اور حوصلہ افزائی کرتی۔ اس کلب مین اثینہ کے تمام صاحبان علم و تعقل اور نامور اہل کمال آزادی کے ساتھ بے روک ٹوک آتے۔ اور جن مسائل مین شک و شبہہ ہوتا دقیقہ رس باکمالان عصر سے بحث کر کے صاف کر لیتے۔

صبح کی صحبتون مین اکثر اسپاسیا خود آکے شریک ہوتی۔ اسکے آنے کی یہ شان اور وضع ہوتی کہ یونانی خاتونون کی وضع کے مطابق سب کے نیچے ایک چھوٹی سفید اوڑھنی ہوتی جس کی کورون پر سنہری کامدانی بنی ہوتی۔ پھر اُسکے اوپر سرخ ارغوانی دوپٹہ ہوتا جسکے آنچلون مین کارچوب کا طلائی کام ہوتا۔ اس دوپٹے کو خاص انداز سے وہ جسم مین ساری کی طرح باندھ لیتی۔ اور اُسکے اوپر دونون شانون پر ایک تیسری نیلگون چادر پڑی رہتی جسکے طلاکار آنچل دونون طرف لٹکے

رہتے۔ اور اُس کا عاشق شوہر ہاتھ میں ہاتھ دیے اُسکے پہلو میں ہوتا۔
وہ کشیدہ قامت۔ چھریری۔ اور نازک بدن تھی۔ زلفوں میں گھونگھر تھے جو پیٹھ پر پڑی رہتیں۔ آنکھیں نرگسیں بڑی بڑی اور شربتی تھیں۔ چمپے کی کلی سی بلند اور سوتواں ناک تھی۔ کان چھوٹے چھوٹے تھے۔ رخسارے گلاب کے پھول اور ہونٹھ یاقوت احمر تھے۔ اور باریک دلکش اور نغمہ خیز آواز معلوم ہوتا کہ فصاحت یونان کے جام شراب میں سحر بابل کی شیرینی ملا دی گئی ہے۔ اس شکل و شمائل اور اس وضع ولباس میں جب سنگ مرمر کے زینوں سے ہو کے وہ اپنے کوٹھے پر کی جلوہ گاہ حسن سے اُترتی۔ خانہ باغ کی روشوں پر ٹہلتی۔ باغ کے بیچوں بیچ میں ایک بلند پُرتکلف بنگلے میں کھڑی ہو کے گل و لالہ کی بہار دیکھتی اور نسیم سحر اُس کی زلفوں سے کھیلتی اور اُسکے آنچلوں کو اُڑاتی۔ تو یہ معلوم ہوتا کہ اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک پری دار حور آسمان سے اُتر آئی ہے۔
اُسکی نازک پتلی پتلی اُنگلیوں میں اگرچہ دو چار بہت قیمتی اور مرصع انگوٹھیاں ضرور رہا کرتیں۔ مگر نازنینان یونان کی طرح وہ زیور کی شوقین نہ تھی۔ اُسے سادی اور قدرتی خوبیاں زیادہ پسند تھیں۔ "رنگ و بوے وخال وخط چہ حاجت روے زیبا را۔" اُس کا حکیمانہ مذاق تھا۔ اور فلسفیانہ سادگی و متانت نے جسمانی معشوقیت میں ل کے خدا جانے اُسے کیا بنا دیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر باغ کی سیر کر کے جب وہ اُس علمی صحبت اور فلسفیانہ کلب میں آ جاتی تو یک بیک معلوم ہوتا کہ علم و فضل کی انجمن میں یک بیک ایک نئی جان پڑ گئی۔
اُس کی شرکت نے کلب میں ایسی کشش پیدا کر دی تھی کہ تمام صاحبان کمال اور منتخب روزگار فلسفی اِس صحبت کے ایسے رسیا ہو گئے تھے کہ "بن بُلائے وہ آپ آتے تھے"۔ اور اپنے جو یاے علم دماغوں کو اُسکے شمع رخسار سے روشن کر لیتے تھے۔ اس سے بڑھ کے کیا ہوگا کہ سقراط اور افلاطون اکثر اس صحبت میں شریک رہتے۔ اور اُن سے اکثر مسائل میں وہ خود بحث کرتی۔ مختلف مسائل چھیڑ کے سب کو ایک بہت ہی اچھی دماغی ورزش کرا دیتی۔ پھر جب دیکھتی کہ سب کے دماغ علمی مسائل پر غور کرتے کرتے تھک گئے ہیں تو مذاق کی باتیں شروع کر دیتی۔ اور

اپنے دلچسپ لطیفون اور اپنی دلکش بذلہ سنجیون کا ایسا غم غلط جام مفرح پلا دیتی کہ سب کی فکرین دور ہو جاتین - کسی کو دنیا و ما فیہا کا ہوش نہ رہتا - اور دم بھر مین دل و دماغ تازے ہو جاتے - اس صحبت مین جب وہ تقریر کرتی تو معلوم ہوتا کہ مُنہ سے پھول جھڑ رہے ہین - تمام حاضرین محو ہو جاتے - اور سب کا یہی دل چاہتا کہ یہ نازنین یونہین نغمہ سنجی کرتی رہے اور ہم بیٹھے سنا کرین -

سقراط کو اُس کے علم و فضل کا اس قدر اعتراف تھا کہ اُسے اپنے سے بڑے عالمۂ فلسفیہ خیال کرتا - اور اکثر کہا کرتا "میرے اخلاق اور میری علمی واقفیت کو اسپاسیا نے ترقی دی - اور تہذیب و تمدن مین مین اُس کا شاگرد ہون" اسی طرح اُسکا شوہر پرقلیس معترف تھا کہ مین نے دنیا مین جتنے کام کیے ہین اور جو کچھ عزت و ناموری حاصل کی ہے سب میری بی بی اسپاسیا کی جوتیون کا صدقہ ہے مین نے فصاحت و بلاغت اور پالٹکس کو دراصل اُسی سے سیکھا ہے"

اسپاسیا نے یہی نہین کیا کہ علما و فضلا کے لیے ایک عالمانہ کلب قائم کیا - بلکہ عورتون کو بھی آداب معاشرت سکھانے کے لیے اُس نے ایک زنانی صحبت قرار دے رکھی تھی - جس مین تمام معززین اثینہ کی بیبیان اور شریف گھرانون کی خاتونین آتین - اور اُس سے تہذیب و آداب اور نفاست و تمیزداری کا سبق لیتین - اسپاسیا کو بت تراشی - تعمیر - اور مصوری کا خاص شوق تھا - چنانچہ انھین فنون کے باکمالون کی دستکاری کے اعلیٰ ترین نمونون سے اُس نے اپنے قصر کو سجا رکھا تھا جو لوگ ان نفیس اور دلچسپ فنون مین ترقی کرنے کی کوشش کرتے - اُن کی وہ بڑی قدر کرتی - اور جہان تک ممکن ہوتا اُنھین مدد دیتی - اثینہ کے اعلیٰ ترین اوج و عروج اور اُسکے علم و حکمت کے شباب کا زمانہ یہی خیال کیا جاتا ہے جب عنان حکومت پرقلیس کے ہاتھ مین تھی اور علم و ادب کی مربی گری اسپاسیا کر رہی تھی - یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ پرقلیس یونان مین علم و فن - ادب و شاعری - اور سامانِ عیش کی ترقی کا سب سے بڑا مربی تھا - اور اُن علمون اور فنون نے جیسی ترقی اُسکے عہد مین کی کبھی نہ کی تھی - خود پرقلیس یہ قبول کرتا ہے کہ مین نے جو کچھ کیا مین نے نہین میری بی بی اسپاسیا نے کیا - اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ یونان مین جو کچھ

ہوا سب اسی عدیم المثال عورت کی ایک لازوال برکت ۔ اور اُس کے حسن کی ایک یادگار کرشمہ سازی تھی ۔

حسن کی کرشمہ سازی یہی نہین ہے کہ عورت اپنے حسن کے جادو سے کوئی ہنگامہ پیدا کرادے ۔ اُس نظر فتان سے کوئی فتنہ اُٹھ کھڑا ہو ۔ حسن کی کشش سے دنیا مین بُرا بھلا جو نمایان کام ہو جائے وہی حسن کی کرشمہ سازی ہے ۔ یہ اسپاسیا کا حسن ہی تھا جس نے تمام باکمالون کو اُسکی صحبت مین جمع کیا ۔ اور اُنھین ترقی و اظہار کمال پر آمادہ کر دیا ۔ پرقلیس کو پرقلیس بنایا اور اثینہ کو اثینہ ۔

ان سب کمالون ناموریون ۔ فیاضیون ۔ اور کامیابیون کے ساتھ اسپاسیا کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ اثینہ کی رہنے والی نہ تھی ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ پرقلیس کی جائز بی بی نہین تسلیم کی جاتی تھی ۔ وہان تو نکاح کے لیے شرط تھی کہ باہر کی لڑکی نہ ہو ۔ پھر اسپاسیا کو کوئی اپنے لیڈر کی شریف اور شرعی بی بی کیونکر خیال کر سکتا تھا مگر باوجود اسکے اُسکی عظمت وشان ۔ اُسکے حسن وجمال ۔ اُسکی عقل و دانائی ۔ اُسکی دلربائی و رعنائی ۔ اُسکی ہمہ گیری علم ۔ اور اُسکی اسی طرح کی صدہا خوبیون نے عام لوگون مین اُسے ایسا ہردلعزیز بنا دیا تھا کہ کسی کو اُسپر اعتراض کرنے یا طعن و تشنیع کی جرأت نہ ہوتی تھی ۔ مدت تک یہی حال رہا ۔ اور کوئی اُسکے خلاف نہ تھا ۔ مگر تھوڑے زمانے کے بعد بعض لوگون کو اُس پر حسد آیا ۔ اُنھون نے اُسکے خلاف ایک سازش کی ۔ اور یکایک شہر مین مشہور ہو گیا کہ اسپاسیا کے مزاج مین بے انتہا غرور آگیا ہے ۔ اور اُسکی نخوت اس درجے کو پہونچ گئی ہے کہ اثینہ کی شریف بیگمون اور معزز خاتونون کو اپنے سامنے ذلیل سمجھتی ہے ۔ جاہل عورتون مین یہ خیال آگ کی طرح پھیلا اور تمام اثینہ والیون کو یقین آگیا کہ وہ ہماری تحقیر و تذلیل کرتی ہے ۔ عورتون کی عداوت ہمیشہ بے بنیاد باتون کو جھنڈے پر چڑھا دیا کرتی ہے ۔ اور پھر اندر ہی اندر اُس مین نئی نئی باتین پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہین ۔ چنانچہ اب آناً فاناً شہرت ہو گئی کہ اسپاسیا سے انکفورس فلسفی اور فیدیاس مصور سے ناجائز تعلق ہے ۔ یہ خبر زور و شور سے پرقلیس کے گوشگذار کی گئی ۔ مگر اُس نے اسے محض اتہام خیال کیا ۔ وہ جلوت و خلوت مین اور اندر باہر ہر جگہ اسپاسیا کو اپنے پہلو مین دیکھا کرتا تھا

بدگمان ہوتا تو کس بنا پر؟ مگر لوگوں کو اس پر چین نہ آیا اور برہم مزاج لوگوں نے مشتعل ہو کے ایسا ہنگامہ مچا دیا کہ وہ بیگناہ حکیم تو جان سے مار ڈالا گیا۔ اور معقول ہمیشہ کے لیے جلا وطن کر دیا گیا۔ پرقلیس نے اُن دونوں کے بچانے کے لیے لاکھ جتن کیے۔ کوئی کوشش اور تدبیر اُٹھا نہ رکھی۔ مگر عام شورش کو کسی طرح نہ دبا سکا۔ اور وہ دونوں قابل قدر صاحبان کمال اُس سے ہمیشہ کے لیے چھوٹ گئے۔

اب لوگوں نے خود اسپاسیا کو ملزم قرار دے کے سزا دینا چاہی۔ پرقلیس کو اس سے بے انتہا آزار پہونچا۔ اور آریوس پاغوس کے سامنے بی بی کی برأت ثابت کرنے کے لیے اُس نے اپنی فصاحت و بلاغت اور زور بیان کا کمال دکھا دیا۔ ایسی تقریر کی کہ سامعین محو اور نقش حیرت تھے۔ پرقلیس بڑا بہادر اور ضابط و متحمل مشہور تھا مگر اس موقع پر جب اُس نے دیکھا کہ میرے الفاظ دشمنوں کے دل پر اثر نہیں کرتے تو تقریر کرتے کرتے دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس سے پہلے اُس کی بہن اور کنواری بیٹی پر یہی الزام عائد کیے گئے تھے۔ اُن کی برأت میں بھی اُسے تقریر کرنا پڑی تھی۔ اور بڑی بے رحمی و سفاکی کے ساتھ اُس سے چھڑا کے جلا وطن کی گئی تھیں۔ مگر اُسکے استقلال میں فرق نہ آیا تھا۔ لیکن پاکدامن و باکمال محبت والی بی بی کی حمایت کرتے وقت دل اختیار سے باہر ہو گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ اور آخر رو دھو کے اُسے سزا سے بچا ہی لیا۔ پرقلیس کی نسبت کہتے ہیں کہ ساری عمر میں فقط دو بار رو دیا تھا۔ ایک تو اس موقع پر اور دوبارہ اپنی چھوٹی لاڈلی بیٹی کے مرنے پر۔

دشمنوں کو اسپاسیا کے خلاف شورش مچانے کا زیادہ تر موقع اس لیے مل گیا کہ وہ پرقلیس کی دوسری بی بی تھی جس سے اثینیہ کی بیاہتا بی بی کو طلاق دے کے اس نے شادی کی تھی۔ اسپاسیا نے اگرچہ اپنے اخلاق۔ اپنی فیاضیوں اور اپنی نیکیوں سے سارے اہل اثینیہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ باہر کی عورت تھی۔ قومی اور وطنی مخالفت کا ہنگامہ بلند ہوا تو سب خلاف اور دوست دشمن ہو گئے۔

پرقلیس پر اُس کا اس قدر اثر پڑا ہوا تھا کہ تاریخ میں بعض الزامات جو اُسے

دیئے گئے ہیں وہ بھی اسپاسیا ہی کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں - پرقلیس کی پالیسی یہ تھی کہ اسپارٹا والوں سے ہمیشہ لڑائی جاری رکھی جائے - اس اصول پر اُس نے جو سلسلۂ جنگ چھیڑا تھا ستائیس برس تک جاری رہا - یہ لڑائی جنگ پیلے پون نیشیا کہلاتی ہے ؛ اور اکثر مورخین کا خیال ہے کہ اسکو پرقلیس نے اسپاسیا ہی کے کہنے سے چھیڑا تھا - مگر محقق مورخون کو مستند بنا دن پر اس سے قطعاً انکار رہے -

اسی لڑائی کے دوران مین اثینہ مین ایک طاعون پیدا ہوا اور یہ حالت ہو گئی کہ مکانات در کنار سڑکین اور تہخانے تک لاشون سے پٹے پڑے تھے - اسی طاعون مین پہلے پرقلیس کے تمام اعزا و اقارب مبتلا ہو کے مرے - اور آخر ۴۲۹ قبل محمد (۴۲۹ قبل مسیح) مین وہ خود بھی اسی طاعون کی نذر ہو گیا -

اسپاسیا زندہ بچ رہی - اور اُسوقت اُس کی عمر اکتالیس سال کی تھی - بیوہ ہونے کے چند روز بعد اُس نے ایک تاجر سے شادی کر لی - اُس مین کوئی ذاتی خوبی نہ تھی مگر اسپاسیا ایسی نامور عورت تھی کہ اُسکی وجہ سے اُسکے شوہر کو بھی لوگ عزت کی نظر سے دیکھنے لگے - اور تھوڑے ہی زمانے مین بی بی کی تعلیم سے وہ بھی ایک زبردست مقرر اور نامور اسپیکر ثابت ہوا - جسکی یونان مین بڑی شہرت تھی -

اپنے اس دوسرے شوہر کو بھی اسپاسیا نے اگرچہ ایک ذی کمال نامور بنا لیا مگر اُس کی اصلی نمود اور کامیابی کا زمانہ وہی تھا جو پرقلیس کے ساتھ گذرا - اور جس طرح دنیا اُس کے اُس دَور کو کبھی نہ بھولے گی ویسے ہی وہ بھی اپنے اُس ترقی و ناموری کے عہد کو کبھی نہ بھولی ہو گی -

حمیدہ بنت نعمان بن بشیر

یہ اُس زمانے کی ایک صاحب جمال خاتون ہے جب عربون نے ترقی اسلام کے طفیل مین دنیوی عروج حاصل کر کے اپنی سوسائٹی کو نہایت ہی متمدن اور اپنی معاشرت کو تہذیب و آداب کا بہترین معیار بنا لیا تھا - حمیدہ ہجرت کی پہلی ہی صدی مین تھی اور سوسائٹی کے آداب و اخلاق مین شہرت حاصل کرنے کے ساتھ ایک بیمثل شاعرہ خیال کی جاتی تھی - باپ کے گھر مین جو اکثر ممالک کے گورنر رہے تھے

اپنی دو بہنوں ہند اور عمرہ کے ساتھ پل کے بڑی ہوئی - پڑھا لکھا - اور شعر و سخن مین نمود حاصل کی - جب اُسکے اشعار لوگون مین پسند کیے جانے لگے تو اپنے حسن و جمال اور اپنی قابلیت پر ناز کرنے لگی - اور دل مین یہ خیال پیدا ہو گیا کہ "ہمچو من دیگرے نیست" کسی کو اپنے برابر اور اپنا ہم پلہ نہ جانتی - نتیجہ یہ ہوا کہ شوہر کو خطرے مین نہ لاتی - اُسے اپنے سے ذلیل و حقیر خیال کرتی - اور جس کسی سے شادی ہوتی اُس کا ناطقہ بند کر دیتی - اُس مین کوئی عیب نظر آیا - اور اُس نے اُسے طشت از بام کرنا شروع کیا - یہان تک کہ اُس کی شوخ زبان سیفِ بُران کا کام دینے لگی - اور شرفاے عرب اُس کے اس حربے سے خوف کھانے لگے -

اتفاقاً حارث بن خالد جو امراے عرب مین تھے - خلیفہ عبد الملک بن مروان سے ملنے کے لیے دمشق مین آئے - نعمان بن بشیر اُن دنون شام کے شہر حمص کے والی تھے - حمیدہ باپ کے پاس تھی مگر اُسکے حسن و جمال اور اُس کی طباعی و سخن سنجی کی دمشق مین دھوم ہو رہی تھی - حارث نے جو اُسکے صفات سنے تو نکاح کا شوق ہوا - اور بغیر اسکے کہ کسی سے مشورہ کرین نعمان کے پاس حمیدہ کے لیے اپنا پیام بھیجدیا - نعمان نے فوراً منظور کر کے عقد کر دیا - اور حارث اُسے رخصت کرا کے اپنے گھر لے گئے - نکاح کو چند ہی روز ہوے تھے کہ میان بی بی مین بگڑی - اور حمیدہ نے چھوٹتے ہی میان کی ہجو کہ ڈالی - جو اُسکی زبان سے نکلتے ہی تمام لوگون مین مشہور ہو گئی - یہان تک کہ وہ اشعار عبد الملک کے بھی گوشگذار ہوے - حارث نے بھی جواب مین ہجو کہی - مگر اُن کے اشعار مین وہ لطافت اور شوخی کہان سے آتی؟ اُن کے شعر ایسے پھیکے اور بدمزہ رہے کہ کسی کو لطف نہ دیتے - اور حمیدہ کے اشعار ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی زبان پر ہوتے - جب یون زور نہ چلا تو حارث نے جھنجھلا کے اُسے طلاق دیدی - مگر افسوس جو رسوائی ہو چکی تھی وہ قیامت تک کے لیے لوحِ زمانہ پر لکھ گئی -

اب روح بن زنباع نے جو اُس عہد کا ایک نامور سپہ سالار اور ارکانِ دولت مین سے تھا حمیدہ سے شادی کی - ابھی اسکو زیادہ زمانہ نہین ہوا تھا کہ روح کے گھر مین کوئی تقریب پیش آئی - اُس مین اُنکے قبیلۂ بنی جذام کے تمام لوگ جمع ہوے - اور حمیدہ اُنھین پردے سے جھانک جھانک کے دیکھنے لگی - یہ بات

روح کو ناگوار ہوئی - برہمی کے ساتھ اندر آئے اور اُسے بُرا بھلا کہا - اس کا جواب حمیدہ نے تمسخر کے لہجے مین یہ دیا کہ "تمھارے قبیلے والون سے حلال تعلق پیدا کرنا تو مجھے گوارا ہی نہین ہے حرام بھلا کیا کرون گی؟" روح کو یہ فقرہ بہت ہی ناگوار ہوا - اور بھرے رہنے لگے - رُکا دیکھا تو حمیدہ نے اُنکی بھی ہجو کہہ ڈالی - اب نتیجہ یہ ہوا کہ باہر بازار مین روح کی جو صورت دیکھتا بے اختیار وہ شعر اُسکی زبان پر جاری ہو جاتے - روح بھی ایک مسلّم ادیب اور شوخ طبع شاعر تھا جواب ترکی بہ ترکی دیا - اور لوگون کو اُسکے شعرون مین خوب مزہ آیا - حمیدہ نے اور شعر کہے - روح نے بھی زیادہ زور طبع دکھایا - اور میان بیبیون مین خوب نوک جھونک ہونے لگی - اور اوپر والے لطف اُٹھانے لگے -

آخر کار دُو بدُو کی نوبت آگئی - اور دونون میان بیبیون نے آمنے سامنے بیٹھ کے ہجو کہنے مین بدیہہ گوئی کا کمال دکھانا شروع کیا - حمیدہ ایک شعر کہتی روح اُسی دم اُسی قافیے مین جواب دیتا - ہوتے ہوتے روح کی طبیعت داری نے جواب دے دیا - اور بی بی کی سخن آفرینی کے مقابل بغلین جھانکنے لگا - یہی دن تھا جب سب کو نظر آگیا اور یقین ہوگیا کہ روح کی شاعری حمیدہ کو نہین پہونچتی - اس مقابلے مین غالب آنے کے بعد حمیدہ نے دو شعر فی البدیہہ اپنی تعریف اور اپنی فضیلت مین کہے - اُن کا جواب طبیعت پر زور ڈال کے روح نے ایسا دیا کہ حمیدہ لا جواب ہوگئی -

ایسے میان بی بی زمانے نے کبھی کاہے کو دیکھے ہونگے جو گھر مین ہم بغل اور پبلک مین ایک دوسرے کے حریف و دشمن ہون - مذکورۂ بالا مناظرے کے بعد بھی دونون مین برابر چوٹین چلتی رہین - اور اب پھر حمیدہ نے ہجو گوئی مین ایسا زور باندھا کہ روح کا ناطقہ بند ہوگیا -

ایک دن حمیدہ نے روح کی طرف خطاب کر کے کہا "تم بنی جذام مین کیسے ہو؟ حالانکہ تم مین تین باتین ایسی ہین جو قبیلۂ بنی جذام کے کسی شخص مین نہین ہو سکتین - اول تو تم کالے اور سانولے ہو اور بنی جذام سانولے نہین ہوتے - دوسرے تم بزدل اور نامرد ہو - اور بنی جذام کے لوگ اکثر بہادر ہوتے ہین تیسر

تم مین حسد اور رقابت کا مادّہ بہت ہے۔ یہ بھی بنی جذام مین نہین ہوا کرتا۔" روح نے جواب دیا" تم بکا کرو۔ مین قبیلۂ جذام کے شریف ترین گھرانے کی یادگار ہون۔ اور شرافت مین کوئی میرا مقابلہ نہین کر سکتا۔ رہی بزدلی۔ تو سنو۔ میرے پاس فقط ایک جان ہے۔ دو ہوتین تو ایک کو بے جگری سے خرچ کر ڈالتا۔ لیکن جب ایک ہی ہے تو پھر اُس کی حفاظت نہ کرون تو کیا کرون؟ اب تیسری بات کا بھی جواب سُن لو۔ بیشک مجھ مین جوش رقابت ہے۔ مین نہین چاہتا کہ میری چیز پر کوئی اور بھی تصرف کرے۔ اور عورت کے بارے مین تو میرا جوش حد سے گذر جاتا ہے۔ کیونکہ جورو اور عورت چیز ہی ایسی ہے کہ اُس مین دوسرے کی ذرا سی شرکت بھی انسان سے نہین برداشت ہو سکتی۔ خصوصاً جس مردکی جورو تمھاری سی گدھی ہو جو نیک و بد کو بھی نہین جانتی تو وہ ہر وقت اُس کی نگرانی نہ کرے تو کیا کرے؟"

بہرحال روح سے اُس سے روز جھگڑا رہتا۔ لیکن باوجود ان تمام جھگڑون کے روح کو حمیدہ کی یہ سرکشی کی ادا کچھ ایسی بھا گئی تھی کہ سب باتین گوارا کرتا مگر طلاق نہ دیتا تھا۔ ایک دن حمیدہ کی شوخ ادائیون پر ایسا بگڑا کہ کہا" یا اللہ! اگر حمیدہ میرے بعد زندہ رہے تو اِسے ایسے شوہر سے سابقہ پڑے جو کس کس کے اسکے منہ پر تھپڑ لگائے اور اسکے آغوش مین میٹھ میٹھ کے قے کرے۔" بعض وقت زبان سے جو کلمہ نکل جاتا ہے بے پورا ہوے نہین رہتا۔ یہ بھی اُسی قسم کی بات تھی جو روح کی زبان سے نکلتے ہی حمیدہ کی قسمت مین لکھ گئی۔

مگر باوجود اس طرح کوسنے کے روح حمیدہ کو چھوڑتا نہ تھا جو شاید اس خیال سے ہو کہ اگر مین طلاق دون گا تو یہ مہر کی رقم کھڑے کھڑے وصول کر لیگی۔ مگر حمیدہ عاجز آ گئی تھی۔ اور اس اُدھیڑبُن مین تھی کہ اُس سے طلاق لے کے کسی اور سے نکاح کرے۔ چنانچہ جب روح نے کسی طرح نہ چھوڑا تو قاضی کے سامنے اُس نے خلع کی درخواست پیش کر دی۔ قاضی نے دیووشن کے فیصلہ اُس کے موافق کیا۔ اور اُسے روح کے عقد سے آزادی ملی۔

روح کے پنجے سے چھوٹنے کے بعد مدت تک حمیدہ اکیلی رہی اور اُسے بیوہ کی سی زندگی بسر کرنا پڑی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ اُسکے لیے کسی کا پیام ہی نہ آتا تھا۔

نامور مصنفین کی مقبول تصنیفات

یعنی مولوی محمد حسین صاحب آزاد، علامہ شبلی نعمانی، مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی، سر سید احمد صاحب، مولینا حالی پانی پتی، نواب محسن الملک، میاں بشیر احمد خلف الرشید مولوی نذیر احمد صاحب، مصورِ غم علامہ راشد الخیری، مصورِ فطرت خواجہ حسن نظامی، حکیم محمد علی صاحب تلمیذِ رشید و جانشینِ سعید علامہ شبلی مرحوم یعنی مولوی سید سلیمان صاحب ندوی، ادیبِ زمانہ و مورخ یگانہ مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شرر مدظلہ العالی وغیرہ قابل مصنفینِ زمانہ حال و ماضی کی تصنیفات و تالیفات ہماری دکان سے طلب کی جا سکتی ہیں نقد قیمت روانہ فرمانے پر یا بذریعہ وی پی تعمیلِ ارشاد ہوگی۔ اگر کوئی کتاب خدانخواستہ دکان پر موجود نہ ہوئی تو حتی الوسع تلاش کر کے بہم پہنچا دی جائیگی ختم ہو گئی ہو گی تو مجبوری ہے، نیز دنیائے ادب و اخلاق کی مشین یعنی مرزا سلطان احمد صاحب ریٹائرڈ اسسٹنٹ کمشنر کی جملہ تصانیف بھی ہم سے طلب فرمائیں، خان احمد حسین خان صاحب چیف اڈیٹر مشہور و مقبول رسالہ شباب اردو کی نظمیں اور اخلاقی ناول و سراغ رسانی کے ناول بھی ہم سے مل سکتے ہیں۔

جلد دلگداز بابت ۱۸۸۱ء و ۱۸۸۹ء جو اردو ادب اور انشا پردازی کی جان ہیں جن سے جن صاحبوں نے فائدہ اٹھایا وہ آجکل کے مشہور مصنف اور نامور ادیب بن گئے جن کی سطروں کا معاوضہ بلا مبالغہ پونڈ ہوتے ہیں، اگر جلدی ان جلدوں کو طلب نہ کر لیا گیا تو پہلے کی طرح پھر یہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکیں گی کیونکہ بہت تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہیں نیز شاعرانہ و عاشقانہ مضامین جو مولانا کے دلگداز میں آج تک نکلتے رہے ہیں مولینا موصوف کی ترمیم و اضافہ سے طبع ہو رہے ہیں جو عنقریب انشاء اللہ تعالٰے تیار ہو جائیں گے شائقینِ ادب و دلدادگانِ لٹریچر پہلے ہی سے درخواستیں روانہ فرمائیں تو نایابی کے اندیشہ سے محفوظ رہیں گے۔ فہرست کتب بغیر ایک آنہ کے ٹکٹ آئے روانہ نہ ہوگی

المشتہران

عبد الرشید اینڈ برادر تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

کتبہ خوش رقم لاہوری

TITLE PRINTED AT THE NATIONAL ART PRESS, LAHORE.